مرزا جہلمی کا ریسرچ پیپر 5-B

واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر-72 صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں

حقیقت کے آئینے میں

مرزا جہلمی کی احادیث میں تحریفات، صحابہ کرام خصوصاً سیدنا عثمان اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر لگائے گے الزامات و اعتراضات کا مدلّل و مفصّل جواب

تالیف: مفتی عتیق الرحمٰن علوی حفظہ اللہ

ریسرچ پیپر 5-B میں

ضعیف روایات حدیث نمبر:2۔ حدیث نمبر:12۔ حدیث نمبر:13۔ حدیث نمبر:15۔ حدیث نمبر:18۔ حدیث نمبر:31۔ حدیث نمبر:41۔ حدیث نمبر:42۔ حدیث نمبر:44۔ حدیث نمبر:45۔ حدیث نمبر:46۔ حدیث نمبر:51۔ حدیث نمبر:53۔ حدیث نمبر:54۔ حدیث نمبر:60۔ حدیث نمبر:68۔

تحریفات حدیث نمبر:3۔ حدیث نمبر:4۔ حدیث نمبر:6۔ حدیث نمبر:10۔ حدیث نمبر:21۔ حدیث نمبر:26۔ حدیث نمبر:29۔ حدیث نمبر:39۔ حدیث نمبر:44۔ حدیث نمبر:66۔

جھوٹ حدیث نمبر:11۔ حدیث نمبر:13۔ حدیث نمبر:14۔ حدیث نمبر:15۔ حدیث نمبر:42۔ حدیث نمبر:52۔

کتمان حق حدیث نمبر:2۔ حدیث نمبر:4۔ حدیث نمبر:14۔ حدیث نمبر:32۔ حدیث نمبر:42۔ حدیث نمبر:45۔ حدیث نمبر:49۔ حدیث نمبر:53-

توہینِ صحابہ حدیث نمبر:1۔ حدیث نمبر:3۔ حدیث نمبر:8۔ حدیث نمبر:10۔ حدیث نمبر:13۔ حدیث نمبر:14۔ حدیث نمبر:16۔ حدیث نمبر:19 حدیث نمبر:20۔ حدیث نمبر:27۔ حدیث نمبر:28۔ حدیث نمبر:30۔ حدیث نمبر:40۔ حدیث نمبر:49۔ حدیث نمبر:56۔ حدیث نمبر:58۔

غلط تراجم و مفہوم حدیث نمبر:4۔ حدیث نمبر:8۔ حدیث نمبر:13۔ حدیث نمبر:14۔ حدیث نمبر:17۔ حدیث نمبر:26۔ حدیث نمبر:27۔ حدیث نمبر:31 حدیث نمبر:33۔ حدیث نمبر:35۔ حدیث نمبر:38۔ حدیث نمبر:40۔ حدیث نمبر:43۔ حدیث نمبر:53۔ حدیث نمبر:57۔ حدیث نمبر:64۔

عظمت امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

16 احادیث و آثار کی روشنی میں

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

(1) سیدہ ام حرام بنت مِلحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کے سفر پر روانہ ہوگا انھوں نے (جنت) واجب کر لی۔"

[صحیح بخاری: 2924] سب سے پہلے جس نے سمندری جہاد کیا وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ [بخاری: 2800، فتح الباري، تحت رقم: 6283] اس حدیث کے مطابق سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

(2) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی ﷺ کی پہلی دعا: اے اللہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) کو ہدایت دے، اور ہدایت یافتہ بنا دے اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

[جامع ترمذی: 3842، الشريعة للآجری: 2437/5]

(3) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی ﷺ کی دوسری دعا: "اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم سکھا اور اسے ملکوں کی حکومت عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔" [الشريعة للآجري: 2438/5]

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کی نظر میں

(4) اہل بیت کے فرزند ارجمند سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم نہیں ہے۔ [مصنف عبد الرزاق، جلد 3، صفحه 20، باب کم الوتر، رقم: 4641]

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اپنی زندگی میں حکومت کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار کسی کو نہیں دیکھا۔ [السنة للخلال: 677، جلد 2، صفحة: 440، الامالي من آثار الصحابة للعبد الرزاق: 97]

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا: میرا دل چاہتا ہے کاش! اللہ میری عمر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا دے۔ [الطبقات لأبي عروبة الحراني، صفحة 41]

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے بعد سب سے سخی اگر کسی کو دیکھا ہے تو سیدنا امیر معاویہ کو دیکھا ہے۔ [السنة امام خلال، حديث: 678، 679]

(8) (عشرہ مبشرہ صحابی) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا اگر کسی کو دیکھا ہے تو اس گھر والے یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ [تاريخ دمشق، جلد 69، صفحة: 161]

(9) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ اگر کسی کی نماز دیکھی ہے تو وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ [مجمع الزوائد: 595/9، رقم: 15920]

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کبار محدثین کی نظر میں

(10) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ کی نظر میں: سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کچھ لوگ سیدنا معاویہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے خود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہیں"۔ [تاريخ دمشق لابن عساكر: 206/59]

(11) امام سعید بن مسیب (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو سیدنا ابوبکر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم سے محبت کرے، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی شہادت دے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کرے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ اس کا حساب کتاب نہ کرے۔ [البداية: 8/139]

(12) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سزا: ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو کبھی کسی انسان کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا، انہوں نے صرف اس شخص کو کوڑے مارے، جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تھا"۔ [تاريخ دمشق: 211/59]

(13) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فتویٰ: ابن ہانی کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا میں اس شخص کے پیچھے نماز پڑھ لوں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دے؟ تو امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: اس کے پیچھے نماز مت پڑھو اور نہ اس کی عزت کرو۔ [سؤالات ابن هاني، رقم: 296]

(14) عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے، فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی معیت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔ [الشريعة: 5/2466۔ البداية: 1/139]

(15) بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام معافی بن عمران سے پوچھا گیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ؟ تو انھوں نے فرمایا: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے چھ سو بزرگوں سے بھی افضل ہیں۔ [السنة للخلال، ص: 345]

(16) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق امام نسائی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تو امام صاحب نے فرمایا: اسلام ایک گھر کی مانند ہے جس کا ایک دروازہ ہے اور اس کا دروازہ صحابہ ہیں، پس جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف دی، اس نے اسلام کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا، جس طرح کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر فرمایا: پس جس نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ (برا بھلا) کہنے کا ارادہ کیا (تو سمجھ لو) اس نے تمام صحابہ (کو برا بھلا کہنے) کا ارادہ کیا۔ [تاريخ دمشق: 17471، تهذيب الكمال: 340/1]

عرض مؤلف

اس کتابچے کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع اور لوگوں کی اصلاح ہے۔

ہم نے مرزا صاحب سے ملنے کی بارہا مرتبہ بھرپور کوشش کی لیکن ہمیشہ ہی ناکامی کا سامنا رہا۔ حتیٰ کہ ہم ان کی جہلم اکیڈمی کی انتظامیہ سے بھی ملے اور ادھر پہنچ کر بھی مرزا صاحب سے ملنے کی خوب کوشش کی لیکن کامیابی نہ مل سکی۔ کاش اب یہ کتابچہ ہی مرزا صاحب پڑھ لیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

مرزا صاحب ہمیشہ ہی اہل علم اور صاحب فہم لوگوں سے ملاقات کرنے سے گریز کرتے رہے اور وہ اکثر اپنی تقاریر میں شیخ زبیر علی زئی اور علامہ البانی رحمہما اللہ کا نام لیتے نظر آتے ہیں، وہ بھی فقط اپنے ایک خاص مقصد کے تحت اور اپنی من چاہی روایات کا سہارا لینے کے لیے ورنہ خود بھی ان سے خوب اختلاف رکھتے ہیں۔

ہم نے اپنے یوٹیوب چینل "**علوی میڈیا**" کے ذریعے مرزا صاحب کے دجل وفریب اور جھوٹ جب خوب واضح کیے تو بارہا یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی گئی کہ آپ سیاق وسباق کو کاٹ کر جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ میرا اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ ہم نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا۔ پھر ہم سے مطالبہ کیا گیا کہ اگر آپ صحیح بتاتے ہیں تو مرزا صاحب کا تحریری جواب پیش کریں۔ اب الحمدللہ ہم نے مرزا صاحب کے پمفلٹ کا مکمل اسکین لگا کر ترتیب کے ساتھ تحریری جواب بھی لکھ دیا ہے تاکہ کسی طرح کا شک وشبہ یا سیاق وسباق کو کاٹنے کی بات باقی نہ رہے۔

اس کتاب کی تحریر میں مرزا صاحب کے دجل فریب تحریفات اور کذبات کے مقابلے میں خوب نرمی کا مظاہرہ کیا گیا ہے لیکن اگر کسی جگہ الفاظ کی سختی یا جملے کی ترشی ہو تو اس میں بھی قرآن مجید کی آیت کریمہ کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے تم اس طرح ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے۔ خبردار یقیناً وہی بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔ [سورۃ البقرۃ: آیت نمبر: 13]

ہم اس مختصر کتابچے میں مرزا صاحب کی بیان کردہ روایات کا صحیح مفہوم اور ان کی صحیح تحقیق پیش کرتے ہوئے بتائیں گے کہ مرزا صاحب نے کس طرح احادیث میں تحریفات اور تبدیلیاں کیں، کہاں جھوٹ بولے اور کس طرح احادیث کو چھپا کر اپنے مقصد کو پورا کرنے کی ناکام ومذموم کوشش کی۔

اگر اس کتابچے میں کوئی کتابت پرنٹنگ یا تحقیق کی کی غلطی ہو تو ہمیں ضرور مطلع کریں ہم ان شاء اللہ ہر وقت اپنی غلطی کی اصلاح کرنے کے لیے تیار ہیں۔

مفتی عتیق الرحمن علوی حفظہ اللہ

0321-8422612, 0322-4466409

فہرست

پیش لفظ

سوشل میڈیا کی چکاچوند سے بعض ایسے محققین نے جنم لیا ہے جو ریسرچ وتحقیق کی آڑ میں منتشر امت کی شیرازہ بندی کی بجائے اسے مزید منتشر کرنے کے درپے ہیں، چنانچہ کسی کو ناصبی بنا رہے ہیں تو کسی کو دشمن اہل بیت۔ کوئی جہنمی قرار پا رہا ہے تو کوئی غضبِ الٰہی کا مستحق۔ حتی کہ اس امت کی برگزیدہ ترین ہستیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے ہذیان سے محفوظ نہیں ہیں۔ انھیں بھی اپنی تحقیق کی سان پر چڑھا کر بعض کو نعوذ باللہ منافق اور بعض کو باغی قرار دیتے ہیں۔ پھر ان کی تحقیق کا دائرہ محض رافضیت کی حمایت و وکالت تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اسلام کے پورے تشخص کو مسخ کرنا مقصودِ اصلی ہے، چنانچہ مغرب نوازی کے لیے قادیانی قلعے کی پہرے داری بھی ان کے فرائضِ تحقیق میں شامل ہے۔

ان ناہنجار سکالرز کی پوری ٹیم سوشل میڈیا کے محاذ پر سرگرم ہے۔ اسی ٹیم کے ایک مرکزی کردار جناب مرزا محمد علی جہلمی ہیں جو ریسرچ وتحقیق کے نام پر فتنہ بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ وہ آئے روز اپنی تحقیقی موشگافیوں سے نئے سے نئے فتنے کو جنم دیتے رہتے ہیں۔ متذکرہ بالا گمراہ کن افکار ونظریات انھی کی انوکھی تحقیق کا ماحصل اور نچوڑ ہیں جو ان کے ریسرچ پیپرز اور ویڈیوز میں موجود ہیں۔ موصوف کو اپنی علمیت اور ریسرچ وتحقیق پر ضرورت سے زیادہ ناز اور گھمنڈ ہے۔ خود ساختہ تحقیق کے نشے نے انھیں حواس باختہ کر دیا ہے۔ بلائنڈ فالوورز کی چاپلوسی نے ان کی عقل ماؤف کر دی ہے، لہٰذا ان کی نظر میں ان کے سوا کوئی عالم، محقق، ریسرچر اور پڑھا لکھا نہیں ہے۔ علمائے اہل سنت ان کے نزدیک پیٹ کا دھندا کرتے ہیں، اس لیے حق گوئی سے کتراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر اوقات لٹھ لے کر ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کی پگڑیاں اچھالتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے علماء تو ایک طرف رہے آئمہ حرمین تک ان کی دریدہ دہنی سے محفوظ نہیں ہیں۔ علماء وصلحاء پر زہر افشانی کرنے والے اس نام نہاد محقق کا اپنا مبلغ علم یہ ہے کہ اوپر دیکھ کر بھی قرآنی الفاظ صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ بغیر اعراب کے حدیث کی عربی عبارت پڑھنے کی صلاحیت عنقا ہے۔ حدیث کی عربی پڑھنا تو درکنار فاضل محقق صاحب حدیث کی کتاب کا نام پڑھتے ہوئے بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ پیش کو زبر اور زبر کو پیش پڑھ دیتے ہیں۔ عربیت سے کورے ہونے کے باعث آپ کی ریسرچ وتحقیق کی بنا اردو تراجم پر قائم ہے، تاہم علمی بھرم برقرار رکھنے کے لیے اپنے سامنے عربی صحاح ستہ سجا کر رکھتے ہیں۔ ایسے محقق کی تحقیق کیا گل کھلائے گی، وہ کسی صاحبِ علم وبصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ فتنہ سامانی اور فتنہ انگیزی کے لیے تو اتنی انجینئرنگ بھی کافی تھی، لیکن رفض وتشیع کے والہانہ عشق ومحبت نے اسے مزید فتنہ خیز بنا دیا ہے، اس لیے ان کی تحقیق دھارا تشیع کے ابرِ غلیظ کو چمکانے اور مہکانے کے لیے ہی بہتا ہے۔ اس خارزار کی باغبانی ہی ان کی تحقیق کا مقصد وحید ہے۔ یہ ان کی تحقیق ہی کا کرشمہ ہے کہ روافض کے اکثر مذموم عقائد ومسائل سندِ جواز حاصل کر چکے ہیں۔ یہ تحقیقی کارنامہ انجام دینے کے لیے فاضل محقق نے ہر مذموم ہتھکنڈا استعمال کیا ہے۔ نصوص کا مفہوم بگاڑنے کے لیے کبھی من پسند بریکٹیں لگائی ہیں تو کبھی اصل الفاظ کو چھپایا ہے۔ کبھی لفظی ومعنوی تحریف کی ہے تو کبھی باطل تاویل کا جادو جگایا ہے، کبھی امانت ودیانت کا خون کیا ہے تو کبھی حق کا گلا دبایا ہے، تب جا کر تحقیق کے روپ میں اسلام وصحابہ دشمنی کا یہ خارزار بن پایا ہے۔

مرزا صاحب کا ریسرچ پیپر 5b ہے جو ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر۔ 72 صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں'' کے بھاری بھرکم عنوان سے مزین ہے۔ ریسرچ پیپر کا یہ کتابچہ 32 صفحات پر مشتمل ہے جسے بناوٹی محقق مرزا اپنا بنیادی فکر بتاتے ہیں۔ ان کے بقول یہ ان کی ''دی بیسٹ پراڈکٹ'' ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اسے علماء کے خلاف ''ہائیڈروجن بم'' بھی قرار دیتے ہیں۔ عنوان جتنا پرکشش ہے اور اس کے بارے میں دعوے جس قدر بلند بانگ اور عجیب وغریب ہیں، اس سے ذہن میں عام تاثر یہی ابھرتا ہے کہ واقعی کربلا کے واقعے کا حقیقی پس منظر بیان کیا گیا ہوگا اور صحیح روایات کی روشنی میں اس کی حقیقتِ حال پر روشنی ڈالی گئی ہوگی اور اصل ذمہ داران کا تعین کیا گیا ہوگا۔ لیکن جب ہم نے اس کا جائزہ لیا تو معاملہ اس کے بالکل برعکس پایا، بلکہ کھودا پہاڑ، نکلا چوہا کا مصداق پایا۔ واقعۂ کربلا اور اس کے پس منظر کا اس سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا خود مرزا صاحب کا علم وتحقیق سے تعلق ہے۔ مرزا صاحب نے اس کتاب کو انگلش حروف کے ساتھ (A تا F) 6 ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے پانچ ابواب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں جن میں مرزا صاحب نے شرم وحیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہر مثبت بات کو بھی منفی رنگ دینے کی بھرپور سعی کی ہے۔ جگہ جگہ احادیث میں اضافہ کر کے، بریکٹیں لگا کر اور فٹ نوٹس کا استعمال کر کے یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ امت کے سب سے بڑی فسادی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ یوں یہ ریسرچ پیپر واقعۂ کربلا کا حقیقی پس منظر کم اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف چارج شیٹ زیادہ لگتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نام یہ ہونا چاہیے تھا: ''مذمتِ معاویہ رضی اللہ عنہ'' یا ''معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف چارج شیٹ'' لیکن مرزا صاحب چونکہ روافض کے خوشہ چیں ہیں، اس لیے تقیے کے داؤ پیچ کا بخوبی فہم رکھتے ہیں، چنانچہ انھوں نے صحابہ کو دشنام دینے کے لیے وہ نام تجویز کیا جو بادی النظر میں قابلِ قبول ہو لیکن حقیقت میں مسموم ومذموم ہوتا کہ سانپ بھی مر جائے اور

لاٹھی بھی بچ جائے۔ پھر آخری باب میں یزید کا تذکرہ کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کربلا میں ہونے والے حادثے کے اصل ذمہ دار یزید نہیں بلکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جو اس وقت دنیا میں موجود ہی نہیں تھے۔

اس بدنام زمانہ ریسرچ پیپر کے، جو حقیقت میں مرزا کی جہالت ورزالت کا سرٹیفکیٹ ہے، جزوی جوابات کئی اہل علم نے دیے ہیں جو اپنی جگہ لائق تحسین ہیں، لیکن ان کے باوجود ایک علمی، منطقی، ٹھوس اور وقیع جواب کی ضرورت تا حال باقی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دفاع صحابہ اور احقاقِ حق کی یہ سعادت فاضل دوست، نامور محقق و بے مثال عالم فضیلۃ الشیخ مفتی عتیق الرحمٰن علوی حفظہ اللہ کے حصے میں رکھی تھی، چنانچہ انھوں نے بڑی محنت، جانفشانی اور عرق ریزی سے اس ضرورت کی تکمیل فرمائی۔ انھوں نے شستہ زبان میں کمال خیر خواہی سے یہ جواب تحریر کیا ہے۔ جہاں دلیل و برہان سے علمی رد کیا ہے، وہاں ممکن حد تک ادب واحترام کا دامن بھی ملحوظ رکھا ہے۔ انھوں نے مرزا صاحب کی خباثتوں، خیانتوں، بددیانتیوں، جھوٹوں اور لایعنی بریکٹوں کے ذریعے سے تحریفوں کی پردہ دری کرنے کے ساتھ ان کے انداز اور طرزِ استدلال کی شناعت وقباحت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ یہ جواب واقعی پڑھنے کے لائق ہے۔ ہر سنجیدۂ فکر شخص کو نیوٹرل ہو کر اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ حقیقت حال اس پر منکشف ہو سکے اور نام نہاد محققین اور ریسرچر کی اصلیت کا پردہ چاک ہو سکے۔

دستار کے ہر تار کی تحقیق ہے لازم ہر صاحبِ دستار معزز نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے، انھیں پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے بھٹکے لوگوں کے لیے قبولِ حق کا ذریعہ بنا کر روزِ قیامت ان کی نجات کا سبب بنائے، آمین!

خیر اندیش

ابوعفان عارفی

6

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد اَحادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

01 — Research Paper 5 b — 10 محرم الحرام 1441ھ — 10 September 2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ و علی الہ و ازواجہ و اصحابہ اجمعین الی یوم الدین

فرقہ واریت کی لعنت اور مسلک پرستی کی نحوست سے بچ کر قرآنِ حکیم ، صحیح الاسناد اَحادیث اور اجماع اُمت کو حجت و دلیل بناتا ہوا تاریخ کی جھوٹی ، بے سند اور ضعیف الاسناد روایات سے محفوظ اور **72- شہداء کربلا** سے اظہارِ عقیدت پر مشتمل تحقیقی مقالہ

واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر 72- صحیح الاسناد اَحادیث کی روشنی میں

کُل 200 اَحادیث **اہلسنت** کی مستند کتابوں سے ہیں اور اُنکے نمبرز علمائے حرمین، بیروت اور دار السلام کی انٹرنیشنل نمبرنگ کے عین مطابق ہیں

میرے مسلمان بھائیو ! شیطانی وسوسوں کے باوجود اپنی موت سے پہلے پہلے صرف ایک مرتبہ اس تحریر کو اوّل تا آخر لازمی، لازمی، لازمی پڑھ لیں!

اللہ ﷻ کا فرمان إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ [سُورۃ البقرہ : 159 اور 160]

ترجمہ : ''بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی واضح آیات اور راہنمائی کی باتوں کو چھپاتے ہیں جبکہ ہم نے تو کتاب میں اُسے لوگوں کیلئے خوب بیان کر دیا، تو انھی لوگوں پر اللہ تعالی کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جنھوں نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح بھی کر لی اور اُس (چھپائے ہوئے علم) کو بیان بھی کر دیا، تو میں بھی اُن پر مہربان ہو جاؤں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''جس شخص سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی جو اُس شخص کو معلوم تھی پھر بھی اُس نے اُس (علم کی بات) کو چھپا لیا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن (اللہ تعالی کی طرف سے سزا کے طور پر) آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (نعوذ باللہ من ذالک)''

[جامع ترمذی : 2649 ، سُنن ابی داؤد : 3658 ، سُنن ابن ماجہ : 261 ، مشکوۃ المصابیح : 223 ، قال الشیخ زبیر علیزئی والشیخ الالبانی : اسنادہ صحیح]

سلف کا فہم امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ (المتوفی-261 ھجری) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''صحیح مُسلم'' کو تالیف فرمانے کی حکمت لکھتے ہیں: ''(اے شاگرد!) جب تم نے مجھ سے اِس عظیم کام کی فرمائش کی (یعنی صحیح مُسلم کی تالیف) تو میں نے سوچا کہ اگر میں اس کا ارادہ کر لوں اور یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے تو اس کا فائدہ سب سے پہلے بطورِ خاص مجھے ہی حاصل ہوگا، اسکے اَسباب بہت ہیں مگر اُنکے ذکر سے (یہ تمہیدی) گفتگو لمبی ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ اس پختہ طریقہ سے تھوڑی مقدار میں روایات کو تحقیق کے ساتھ مرتب کرنا زیادہ آسان اور مفید ہے بجائے بہت زیادہ روایات جمع کرنے کے، **بطورِ خاص عوام الناس کیلئے** کہ جنھیں اَحادیث (کے صحیح یا ضعیف ہونے) کی پہچان نہیں ہوتی جب تک کہ اُنکی راہنمائی کوئی دوسرا نہ کر دے۔ جب ایسی صورتحال ہو جو ہم نے بیان کی، تو تھوڑی تعداد میں صحیح اَحادیث کا جمع کر دینا، زیادہ مقدار میں غیر مستند روایات کو جمع کرنے سے زیادہ نفع بخش ہوگا۔'' [صحیح مُسلم : المقدمۃ]

A منہجِ نبوی ﷺ پر قائم خلافت راشدہ کی صحیح مدت کتنی تھی ؟ اور خلافت راشدہ کے اہل حقیقی خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کون تھے ؟

01 **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کی، پھر ہم نے سوچا کہ یہیں بیٹھیں رہیں تاکہ نمازِ عشاء بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی پڑھ لیں (تو بہتر ہوگا)۔ چنانچہ ہم وہیں بیٹھے رہے، اسی دوران رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم اُس وقت سے یہیں (بیٹھے) ہو ؟'' ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ (نماز) مغرب پڑھی، پھر سوچا کہ یہیں بیٹھے رہتے ہیں تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ نمازِ عشاء بھی پڑھ لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے بہت اچھا کام کیا۔'' پھر آپ ﷺ نے سرِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا اور اکثر آپ ﷺ اپنا سرِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا کرتے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ستارے آسمان کے لئے باعثِ اَمن ہیں، جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ وقت آ جائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فنا)، اور میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے باعثِ اَمن ہوں، جب میں رخصت ہو گیا تو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ چیز آئے گی جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی فتن و مصائب)، اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری اُمت کیلئے باعثِ اَمن ہیں، جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم رخصت ہو جائیں گے تو میری اُمت پر وہ چیز آ جائے گی جس (فتن و مصائب) کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' [صحیح مُسلم : 6466]

02 **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے رازدار سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اُمراء (حکمرانوں) کے بارے میں آپ ﷺ کا خطبہ یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں نبوت باقی رہے گی جب تک اللہ تعالی چاہے گا، پھر جب چاہے گا، اُسے اُٹھا لے گا۔ پھر نبوت کی طرز پر خلافت ہوگی جب تک اللہ تعالی چاہے گا، پھر جب چاہے گا، اُسے بھی اُٹھا لے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی، جب تک اللہ تعالی چاہے گا، پھر جب چاہے گا اُسے بھی اُٹھا لے گا۔ پھر جابرانہ بادشاہت ہوگی، جب تک اللہ تعالی چاہے گا، پھر جب اللہ تعالی چاہے گا اُسے بھی اٹھا لے گا، پھر نبوت کی طرز پر خلافت ہوگی (یعنی قربِ قیامت سے پہلے امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ) اسکے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔'' **مُسند احمد ہی کی ایک اور حدیث میں ہے:** سیدنا سعید بن جھمان تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اُسکے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہو جائے گی۔'' **سُنن نسائی الکبری کی حدیث میں ہے:** سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت میں خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اُسکے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہو جائے گی۔'' پھر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ''جب ہم نے شمار کیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پایا (یعنی ہم نے ان خلفائے راشدین کی کل مدت خلافت کو 30-سال ہی پایا) **سُنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے:** سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نبوت کی طرز پر خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اللہ تعالی جسے چاہے گا حکومت دے گا۔'' سعید تابعی کہتے ہیں کہ پھر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے 2-سال، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے 10-سال، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے 12-سال اور اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے 6-سال بھی شمار کر لو (یہ کل تیس 30-سال پورے ہوئے)۔'' سعید تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ یہ لوگ (یعنی بنو اُمیہ) تو سمجھتے ہیں کہ سیدنا علی علیہ السلام خلیفہ (برحق) نہیں تھے ! (**نوٹ:** سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ علیہ السلام خود امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے لکھا ہے) سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے (غصہ کی حالت میں) فرمایا: ''بنو زرقاء (نیلی آنکھوں والے) بنو مروان کی پیٹھ نے جھوٹ بولا ہے۔'' **جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:** سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت میں خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اُس کے بعد بادشاہت ہوگی۔'' پھر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور پھر فرمایا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی شمار کرو، ہم نے یہ تمام مدت کل 30-سال ہی پائی ہے۔'' سعید تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ بنو اُمیہ کے لوگ تو سمجھتے ہیں کہ خلافت تو اُن میں ہے، تو سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے (انتہائی غصہ میں) فرمایا: ''یہ بنو زرقاء (نیلی آنکھوں والے یعنی بنو اُمیہ اور بنو مروان) جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ (حق تو یہ ہے کہ) وہ تو شریر ترین حکومت کرنے والی ایک ملوکیت (بادشاہت) ہے۔'' **مُسند ابی داؤد الطیالسی کی حدیث میں ہے:** سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت میں خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اسکے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہو جائے گی۔'' پھر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے سعید تابعی رحمہ اللہ سے فرمایا: ''تم شمار کر لو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت 12-سال اور 6-ماہ تھی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت 12-سال تھی اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نے (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے 6-ماہ بھی شامل کرنے سے) 30-سال پورے کر دیئے۔'' سعید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کیا ہوئی؟ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : ''وہ (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہیں بلکہ مسلمانوں کے) بادشاہوں میں سے پہلے (بادشاہ) تھے۔'' **المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے:** سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بنو اُمیہ کے لوگ تو دعوی کرتے ہیں کہ خلافت اُن میں ہے۔ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ''بنو زرقاء (نیلی آنکھوں والوں) نے جھوٹ بولا ہے، بلکہ وہ تو تخت گیر بادشاہوں میں سے ہیں اور اُن کے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔''

[مُسند احمد : 18596 (جلد - 8 ، صفحہ - 116) اور 22264 (جلد - 10، صفحہ - 310) ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی والشیخ الارنؤوط : اسنادہ صحیح]
[مشکوۃ المصابیح : 5378 ، سُنن نسائی الکبری : 8155 ، سُنن ابی داؤد : 4646 ، جامع ترمذی : 2226 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]
[السلسلۃ الصحیحۃ : 459 ، مُسند ابی داؤد الطیالسی : 1203 (جلد - 2 - صفحہ - 102) ، قال الشیخ غلام مُصطفی ظہیر امن پوری فی السُنۃ - 16 : اسنادہ صحیح]
[المُصنف ابن ابی شیبۃ : 37157 ، اسنادہ صحیح علی شرط الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی والشیخ شعیب الارنؤوط رحمہم اللہ اجمعین]

03 **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا معدان بن ابی طلحہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کا خطبہ دیا اور اُس میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر فرمایا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا : ''بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے 3- ٹھونگیں ماری ہیں اور میں (اسکی تعبیر) یہ سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے۔ بعض لوگ مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دوں لیکن (میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ) اللہ تعالی اپنے دین کو برباد نہیں ہونے دے گا نہ ہی اپنی خلافت کو اور نہ ہی اُس (ہدایت) کو جسے اُس نے اپنے رسول ﷺ کو دے کر بھیجا ہے۔ اگر میری موت جلدی ہو جائے تو (میرا یہ حکم ہے کہ) خلافت کا فیصلہ اُن 6-افراد میں ہی طے پائے جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک راضی تھے۔ (**نوٹ:** اُن 6-افراد کے نام صحیح بخاری کی اگلی حدیث میں آ رہے ہیں) اور مجھے خوب معلوم ہے کہ بعض لوگ اس امرِ خلافت میں طعن کریں گے، اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو میں نے اسلام کی خاطر (اُن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے) اپنے ان ہاتھوں سے مارا بھی ہے۔ (**نوٹ:** فتح مکہ پر معافی مانگ کر اسلام میں داخل ہونیوالے انہی لوگوں سے متعلق حقائق اس تحقیقی مقالہ کی اگلی اَحادیث میں آ رہے ہیں) پس اگر وہ لوگ واقعی ایسا کریں (یعنی خلافت میں طعن کریں) تو جان لینا کہ وہ اللہ تعالی کے دشمن اور کافر و گمراہ ہیں۔۔۔۔'' **صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا عمرو بن میمون تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جس زخم میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پیش کیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے پیا مگر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے زخم سے بہہ نکلا تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس زخم سے زندہ نہیں بچ پائیں گے، تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے۔۔۔۔ چنانچہ لوگوں نے درخواست کی کہ امیر المومنین ! اپنے بعد اپنے جانشین کی وصیت فرما دیجئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اپنے بعد ان 6-افراد سے بڑھ کر اس معاملے (خلافت) کا کسی اور کو حقدار نہیں سمجھتا، جن سے نبی ﷺ اپنی وفات تک راضی تھے۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن

72 شہدائے کربلا:

مرزا صاحب نے یہ پمفلٹ (ان کے بقول) جھوٹی، بے سند اور ضعیف الاسناد اور تاریخی روایات کے فتنوں سے بچنے والوں کے لیے لکھا ہے، لیکن افسوس کہ خود ہی اس پمفلٹ کی تیسری لائن میں ''72 شہدائے کربلا'' لکھ کر لوگوں کو اس فتنے میں ڈال دیا ہے۔ ہم مرزا صاحب کو اُن کی موت تک مہلت دیتے ہیں کہ کسی ایک صحیح حدیث یا صحیح تاریخ سے ثابت کریں کہ کربلا میں 72 افراد شہید ہوئے اور اگر وہ ثابت نہ کر سکیں اور یقیناً نہیں کر سکیں گے تو ماننا پڑے گا کہ انہوں نے یہ پمفلٹ (جس کی بنیاد ہی 72 شہدائے کربلا پر رکھی گئی ہے) لکھ کر امت میں فتنہ ڈالنے کی مذموم و مسموم کوشش کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ [تاریخ طبری : 422/5] کی ایک روایت کے مطابق سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ 72 افراد شرکاءِ سفر تھے، جبکہ اس کی سند میں بھی ابومخنف لوط بن یحیٰی راوی کذاب، ضعیف ہے [تنزيه الشريعة المرفوعة لابن العراق الكناني: 98/1، اللآلي المصنوعة في الأحاديث المرفوعة لسيوطي: 355/1، الموضوعات لابن جوزي: 406/1، الجرح والتعديل لابن ابي حاتم: 182/7] لہٰذا یہ روایت من گھڑت ہے اور بقول مرزا صاحب، یہ امت میں فتنہ ڈالنے کی کوشش ہے۔ اب مرزا صاحب خود فیصلہ کریں کہ فتنہ ڈالنے کی کوشش کس نے کی ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے باوجود شہدائے کربلا کی تعداد 72 نہیں بنتی، کیونکہ ان 72 میں کچھ خواتین اور بچے ایسے بھی تھے جو اس میدان میں شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ زندہ واپس آئے تھے اور یہ جھوٹی روایت بتا رہی ہے کہ کل شرکاءِ سفر کی تعداد 72 تھی۔ لہٰذا مرزا صاحب کا شہدائے کربلا کی تعداد 72 بتانا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔

حدیث نمبر 1: صحیح مسلم کی حدیث: مرزا صاحب نے اس پمفلٹ میں صرف 72 کی گنتی پوری کرنے کے لیے بہت سی روایات ایسی نقل کی ہیں جن کا عنوان سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ان میں سے ایک مثال یہ پہلی حدیث ہی ہے۔ اس میں نہ تو خلافت راشدہ کی مدت بیان کی گئی ہے اور نہ خلفائے راشدین کا تذکرہ، یہ صرف 72 کی گنتی پوری کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، بہر حال مرزا صاحب کا اپنا طرزِ عمل اس حدیث کے یکسر مخالف ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امت کے لیے باعثِ امن بتایا ہے۔ تو مرزا صاحب! کیا آپ کے ہاں سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا مغیرہ بن شعبہ اور سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ نہیں؟ اگر ہیں اور یقیناً ہیں، تو پھر آپ کا ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ اپنانا اور برے انداز

میں ان کا تذکرہ کرنا اور روافض کا دفاع اور حمایت کرنا اس حدیث کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور مرزا صاحب! کہیں آپ بھی ان فتنوں میں سے ایک فتنہ تو نہیں جن کا اس امت سے وعدہ کیا گیا تھا؟

حدیث نمبر 2: مسند احمد کی حدیث: مرزا صاحب نے پمفلٹ کے شروع میں کتمان علم کی مذمت بیان کی اور خود ہی حدیث نمبر 2 میں کتمانِ علم کا ارتکاب کر کے اس آیت اور حدیث کی خوب مخالفت کی۔ تفصیل ملاحظہ ہو: مرزا صاحب اس جگہ یہ تاثر دے رہے ہیں کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ صرف تیس سال ہے، اس کے بعد بہت بری بادشاہت ہوگی۔ دراصل مرزا صاحب کا طریقہ واردات یہ ہے کہ چند روایات (اور وہ بھی اپنے خود ساختہ مفہوم کے ساتھ) نقل کرتے ہیں اور باقی روایات چھپا کر اپنے ہی پمفلٹ کی ابتدا میں نقل کردہ آیت اور حدیث کو اپنے اوپر فٹ کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

قارئین! اصل مسئلہ یہ ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ واقعتاً 30 سال ہی ہے، لیکن اس کے بعد والے 12 خلفاء تک کے دور کو نبی ﷺ نے کبھی ملوکیت، یعنی بادشاہت کہا ہے اور کبھی آپ ﷺ نے انہی بادشاہوں کو خلیفہ کہا ہے اور آپ نے اس ملوکیت اور خلافت کی تعریفیں بھی بیان کی ہیں جن کو مرزا صاحب نے بیان کرنے کی جسارت ہی نہیں کی یعنی 30 سال کے بعد بھی خلافت جاری رہے گی اگرچہ وہ علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ہوگی۔

قارئین! مرزا جہلمی صاحب نے یہاں مسند احمد کی صرف دو روایات نقل کی ہیں۔ کتنا ہی اچھا ہوتا کہ مرزا صاحب یہاں مسند احمد کی وہ دیگر روایات بھی بیان کرتے جو اس مسئلے کا حل پیش کرتی ہیں۔ لیکن افسوس! مرزا صاحب نے ان کو چھپا کر امت میں بہت زیادہ انتشار پھیلایا اور لوگوں کو اصل حقیقت سے کوسوں دور رکھا۔

مسند احمد کی مزید تین روایات جو اس مسئلہ کی حقیقت واضح کرتی ہیں:

پہلی روایت: روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دین بارہ (12) خلفاء تک قائم رہے گا۔ [مسند احمد: 12036]

دوسری روایت: نبی ﷺ نے فرمایا: یہ (دین یا خلافت والا) معاملہ 12 امیروں تک درست رہے گا (اس حساب سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پانچویں امیر المومنین تھے۔) [مسند احمد: 20922]

تیسری روایت: یہ دین 12 خلفاء تک عزت والا اور غالب رہے گا، یا یہ فرمایا: لوگ 12 خلفاء تک خیر (بھلائی) پر رہیں گے (راویوں کو شک ہے۔) [مسند احمد: 20924]

مرزا صاحب نے مسند احمد کی ایک مختصر روایت تو نقل کر دی لیکن ان مذکورہ بالا روایات کو چھپا کر اپنے ہی پمفلٹ میں نقل کردہ پہلی آیت اور حدیث کا خود کو مصداق ثابت کر دیا ہے۔

مسند احمد کے بعد اب آئیں صحیح مسلم کی روایات کو پڑھتے ہیں جن کو چھپا کر مرزا نے خود کو اپنے پمفلٹ میں بیان کردہ آیت وحدیث کا مصداق ثابت کیا ہے۔

پہلا طریق: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: اس امر کا خاتمہ اس وقت تک نہ ہوگا جب تک ان میں بارہ جانشین نہ ہو گزریں، پھر آپ ﷺ نے کوئی بات کی جو (شور کی وجہ سے) مجھ پر واضح نہ ہوئی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا ہے: وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ [صحیح مسلم:4705]

دوسرا طریق: سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لوگوں کی امارت جاری رہے گی، یہاں تک کہ بارہ اشخاص ان کے والی بنیں گے۔ پھر نبی ﷺ نے کوئی بات کہی جو مجھ پر واضح نہ ہوئی، میں نے اپنے والد سے پوچھا: رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ [صحیح مسلم:4706]

تیسرا طریق: سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہی حدیث بیان کی، لیکن انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ لوگوں کی امارت کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ [صحیح مسلم :4707]

چوتھا طریق: حماد بن سلمہ نے سماک سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا، میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بارہ خلفاء تک اسلام غالب رہے گا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک کلمہ فرمایا جسے میں نہیں سمجھ سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ [صحیح مسلم:4708]

پانچواں طریق: سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بارہ خلفاء تک اسلام کا غلبہ جاری رہے گا، پھر آپ ﷺ نے کوئی بات کہی جسے میں نہ سمجھ سکا، میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ [صحیح مسلم:4709]

چھٹا طریق: سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں رسول ﷺ کی خدمت میں گیا، میرے ساتھ میرے والد تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **بارہ خلفاء تک مسلسل یہ دین غالب اور محفوظ رہے گا۔** پھر آپ ﷺ نے کوئی کلمہ فرمایا جسے لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا (یعنی شور تھا)۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ ﷺ نے کیا

فرمایا؟ انہوں نے کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ [صحیح مسلم :4710]

ان تمام روایات میں ہے کہ وہ 12 خلفاء قریش سے ہوں گے۔ یاد رہے کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی قریشی تھے۔

قریش تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب:

سیرت ابنِ ہشام میں نبی ﷺ کا جو شجرۂ نسب ہے، ان میں سے ایک نام کنانہ ہے اور معروف قول کے مطابق کنانہ کو قریش کہتے ہیں، کنانہ کی اولاد میں سے ایک شخصیت ہے قُصَی کی، جس کے چار بیٹے تھے، ان میں سے ایک کا نام عبدمناف تھا اور پھر عبدمناف کے چار بیٹے تھے: ہاشم، مطلب، عبدشمس، نوفل۔ نبی ﷺ ہاشم کے خاندان سے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبدشمس کے خاندان سے تھے نبی ﷺ اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب عبدمناف پر مل جاتا ہے۔

نبی ﷺ کا شجرۂ نسب: محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب: معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔

لہٰذا بنوامیہ اور بنوعبدالمطلب کا شجرہ ایک ہی ہے۔ اس اعتبار سے بنوامیہ بھی قریشی ہیں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کتنے واضح اور ٹھوس انداز میں ارشاد فرمایا کہ دین مسلسل 12 خلفاء تک غالب، محفوظ اور قائم رہے گا۔ لیکن مرزا صاحب ان روایات کو چھپا گئے اور ایک مختصر روایت مسند احمد سے پیش کردی، جس میں نبوت کی طرز پر خلافت کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت کا تذکرہ ہے، حالانکہ یہ روایت مختصر ہے۔ تفصیلی روایت نیچے ملاحظہ کریں۔

رحمت والی بادشاہت:

نبی ﷺ کی ایک تفصیلی روایت میں نبوت والی خلافت کے بعد رحمت والی بادشاہت کا تذکرہ ہے۔ مرزا جہلمی صاحب نے خود [سلسلة احاديث صحيحة، عربي: 459] کا حوالہ نقل کیا ہے، اسی کے تحت علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ عنقریب نبوت و رحمت والی خلافت ہوگی، **پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی** (یعنی رحمت والی بادشاہت ہوگی)، پھر جبر اور بادشاہت ہوگی (جبری بادشاہت ہوگی)، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی۔ [اسلام: 360 (ایپ)۔سلسلة صحيحة:1747]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت بھی ذکر کی ہے جس میں خلافت و رحمت کے بعد ملوکیت و رحمت کا تذکرہ ہے۔

[السلسلة الصحيحة،عربی :3270]

دو قابلِ غور باتیں:

نمبر 1: مرزا صاحب نے خود [سلسلہ صحیحہ:459] کا حوالہ دینے کے باوجود اس حدیث کو نقل نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ صحابہ کے خلاف ان کا سارا مقدمہ ہی خراب ہو جاتا تھا۔ کیا ان کے اس طرزِ عمل سے مرزا صاحب پر پمفلٹ کی پہلی آیت اور پہلی حدیث صادق نہیں آ رہی؟ آ رہی ہے اور یقیناً آ رہی ہے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر ان احادیث کو چھپا کر لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

نمبر 2: جب نبوت و رحمت والی خلافت کے بعد قائم ہونے والی حکمرانی کو نبی کریم ﷺ نے خود رحمت والی بادشاہت قرار دیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا درحقیقت نبی ﷺ پر اعتراض کرنا اور آپ ﷺ کی حدیث کا انکار ہے جو کسی مسلمان کے لائق نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس کو رحمت والی بادشاہت قرار دیا اور آج مرزا جی اور ان کے پیروکار بنوامیہ اور امیر معایہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو بُرا کہتے ہیں۔ اب ہر مسلمان پر لازم ہے کہ مرزا جی کی بات کو ٹھکرا کر نبی ﷺ پر ایمان لائے۔

☆ **کیا ملوکیت غیر شرعی ہے؟** نہیں نہیں قطعاً نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

قرآن سے دلائل: ارشادِ الٰہی ہے:

(1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا﴾ [البقرة،2: 247] ''بے شک اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بادشاہت (ملوکیت) کو انعام کے طور پر بیان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ملوکیت عطا کی۔ مرزا صاحب اگر بادشاہت بری چیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بطور اعزاز تذکرہ کیوں کیا ہے؟

(2) ﴿وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ [البقرة،2: 251] ''اور اللہ نے اسے بادشاہی عطا کی۔'' اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی داوٗد علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت (ملوکیت) عطا فرمائی۔ مرزا صاحب! اگر ملوکیت بری چیز تھی تو کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایک بری چیز کا مالک بنایا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

(3) ﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا﴾ [المائدة5، :20] ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا'' اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں نبی مبعوث کیے اور تمہیں بادشاہت (ملوکیت بھی) عطا کی۔ غور کریں موسیٰ علیہ السلام نبوت والی نعمت کے ساتھ ملوکیت والی نعمت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(4) ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ﴾ [یوسف،12: 101] ''اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے حکومت سے حصہ دیا۔'' اس آیت کریمہ میں یوسف علیہ السلام بادشاہت (ملوکیت) کو اللہ تعالیٰ کی نعمت قرار دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اے میرے رب تو نے مجھے بادشاہت عطا کی۔

(5) ﴿وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾ [ص، 38: 20] ''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی۔'' اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی داوٗد علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کی بادشاہت (ملوکیت) کو مضبوط کر دیا۔

مرزا صاحب! اگر بادشاہت ناپسندیدہ اور قبیح چیز ہے تو کیا (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے ایک بری چیز کو مضبوط کیا تھا؟ ہرگز نہیں۔

(6) ﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ﴾ [ص 38: 26] ''اے داوٗد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کی بادشاہت کو خلافت بھی کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہت شرعی بنیادوں پر استوار ہو تو اسے خلافت بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ خلفاء کی مدت کو ملوکیت سے تعبیر کیا تھا۔

(7) ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ﴾ [ص 38: 35] ''اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو'' اس آیت میں سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے بادشاہت کا سوال کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب! اگر بادشاہت ناپسندیدہ ہوتی تو نبی سلیمان علیہ السلام کبھی بھی اللہ سے اس کا سوال نہ کرتے۔

قارئین کرام! ان (7) قرآنی دلائل سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ ملوکیت بذات خود کوئی بری چیز نہیں بلکہ شرعی تقاضوں کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور رحمت ہے جس کی دعا انبیاء علیہم السلام مانگا کرتے تھے اور اس کے مل جانے کو عظیم نعمت سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

مسند احمد کی دوسری حدیث: اس میں ہے کہ خلافت (30) سال ہو گی یعنی ''خلافت علی منہاج النبوۃ'' کی اصل مدت (30) سال ہے۔

سنن نسائی کی حدیث: واقعتاً یہ 4 خلفاء ہی خلفاء راشدین تھے اور انکی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی۔

سنن ابوداوٗد کی حدیث: خلافت علی منہاج النبوۃ (30) سال تھی اور جو بد بخت سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت کا منکر ہے وہ جھوٹا ہے لیکن یاد رہے کہ سیدنا امیر معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرۃ بن شعبہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم نے کبھی بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار نہیں کیا، انکا اختلاف صرف قصاص عثمان میں اختلاف رائے کی وجہ سے تھا جیسا کہ مرزا صاحب بھی یہ بات اپنے ریسرچ پیپر 5A میں لکھ چکے ہیں۔

☆ جامع ترمذی کی حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ: علامہ البانی رحمہ اللہ نے [سلسلة صحيحة: 459] میں (مرزا صاحب کے دیے ہوئے حوالے کے تحت) اس روایت کے بعد سعید تابعی کے سوال اور سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کے جواب کہ ''وہ تو شریر ترین حکومت کرنے والی ایک ملوکیت ہے'' کو حشرج بن نباتہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ مرزا صاحب کی اس قبیح حرکت کو اب ہم کیا کہیں کہ ایک حوالہ خود دیا اور اسی حوالے کے تحت علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس قول کو ضعیف کہا، لیکن افسوس (چونکہ اپنے گندے ذہن پر زد پڑتی تھی اس لیے) اس کا ضعیف کہنا چھپا گئے اور پمفلٹ کے شروع میں اپنی ہی بیان کردہ آیت اور حدیث کے مصداق بن گئے اور خود ضعیف (جھوٹی) باتیں بیان کر کے اُمت میں فتنہ ڈالنے کی کوشش کی۔

خلاصۂ کلام: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خلافت علیٰ منہاج النبوۃ 30 سال ہو گی اور اس کے بعد رحمت والی بادشاہت ہو گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت کو خلافت بھی کہا ہے اور پھر یہ خلافت 12 خلفاء تک چلے گی اس لیے چار خلفاء کے بعد والی خلافت کو بادشاہت اور خلافت دونوں کہہ سکتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث: اس حدیث کے ترجمہ میں مرزا صاحب کی علمی لیاقت کا بھانڈا پھوڑا ہے میں پھوٹ گیا، ایک مترجم نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا تو مرزا صاحب مکھی پر مکھی

مارتے ہوئے اسی طرح غلط ترجمہ نقل کر دیا۔ کاش! مرزا صاحب عربی جانتے ہوتے اور ان کو عربی کتب احادیث پڑھنی آتی ہوتیں تو آج ان کو یہ ذلت نہ اٹھانا پڑتی، لیکن افسوس کہ مرزا جی کا مبلغ علم چند اردو تراجم پر محصور ہے، ان کو عربی کتب کی سمجھ بوجھ تو در کنار عربی کتاب کا ایک صفحہ بھی غلطی کے بغیر با اعراب نہیں پڑھ سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی اصل کتاب میں الفاظ تھے "بَلْ هُمْ مُلُوكٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوكِ" لفظ "شر" شین اور راء کے ساتھ تھا جس کا معنی ہے "بدترین"، لیکن مترجم کتاب میں غلطی سے "شر" کی جگہ "اشد" (دال کے ساتھ) لکھا گیا اور اس کا ترجمہ سخت گیر کیا گیا تو مرزا صاحب نے بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے بابی بن کر حدیث کا ترجمہ بھی بدلہ اور خوب ذلت کمائی۔

☆ اس حدیث کے تحت مرزا صاحب نے دوسرا جرم یہ کیا کہ اس کے حوالے میں لکھا "اسناده صحيح على شرط الشيخ الالباني" یہ جملہ بھی مرزا صاحب کا صریح جھوٹ اور دھوکہ ہے، کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے [سلسلة صحيحة: 459] میں اس حدیث کے تحت "حشرج بن نباتہ" کی زیادتی یعنی بنوامیہ کے متعلق سوال و جواب والے جملوں کو حشرج کے تفرد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

مرزا صاحب! ذرا ہوش میں آئیں علامہ البانی رحمہ اللہ تو اپنی عظیم کتاب میں دوٹوک الفاظ میں اس سند کو حشرج بن نباتہ کی وجہ سے ضعیف قرار دے چکے ہیں اور تم لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہو کہ یہ البانی رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔ کچھ تو اپنی قبر کا خیال کرو، کچھ تو اللہ کے سامنے پیش ہونے کا خیال کرو، کیوں تم جان بوجھ کر اپنی اور اپنے مقلدین کی قبر کو آگ سے بھر رہے ہو۔

پمفلٹ کے اوپر تو یہ لکھا تھا کہ جھوٹی، بے سند اور ضعیف الاسناد تاریخی روایات کے فتنوں سے بچنے کے لیے لیکن نیچے ضعیف روایات پر صحیح کا لیبل لگا کر اپنی دوکانداری چمکا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس سے معافی مانگو اور امت کو بتاؤ کہ میں نے یہ جھوٹ لکھا ہے، یہ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہی ہے۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف "قرآن اور صحیح الاسناد احادیث" کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور "ضعیف الاسناد تاریخی روایات" کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

02 ہوگی، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اُسے بھی اٹھالے گا، پھر نبوت کی طرز پر خلافت ہوگی (یعنی قرب قیامت سے پہلے امام مہدی ؓ کی خلافت راشدہ) اسکے بعد آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔" مسند احمد ہی کی ایک اور حدیث میں ہے: سیدنا سعید بن جمهان تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے سیدنا سفینہ ؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اُسکے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہو جائے گی۔" سنن نسائی الکبری کی حدیث میں ہے: سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا سفینہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری اُمت میں خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اُسکے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہو جائے گی۔" پھر سیدنا سفینہ ؓ نے مجھ سے فرمایا: "جب ہم نے شمار کیا تو سیدنا ابوبکر ؓ، سیدنا عمر ؓ، سیدنا عثمان ؓ اور سیدنا علی ؓ کو پایا (یعنی ہم نے ان خلفائے راشدین کی کل مدت خلافت کو 30-سال ہی پایا) سنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے: سیدنا سفینہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نبوت کی طرز پر خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا حکومت دے گا۔" سعید تابعی کہتے ہیں کہ پھر سیدنا سفینہ ؓ نے مجھ سے فرمایا: "سیدنا ابوبکر ؓ کے 2-سال، سیدنا عمر ؓ کے 10-سال، سیدنا عثمان ؓ کے 12-سال اور اسی طرح سیدنا علی ؓ کے 6-سال بھی شمار کرلو (یہ کل تیس 30-سال پورے ہوئے)۔" سعید تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ ؓ سے عرض کی کہ یہ لوگ (یعنی بنوامیہ) تو سمجھتے ہیں کہ سیدنا علی علیہ السلام خلیفہ (برحق) نہیں تھے! (نوٹ: سیدنا علی ؓ کے ساتھ علیہ السلام خود امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے لکھا ہے) سیدنا سفینہ ؓ نے (غصہ کی حالت میں) فرمایا: "بنوزرقاء (نیلی آنکھوں والے) بنو مروان کی پیٹھ نے جھوٹ بولا ہے۔" جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا سفینہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری اُمت میں خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔" پھر سیدنا سفینہ ؓ نے فرمایا: "سیدنا ابوبکر ؓ کی خلافت اور سیدنا عمر ؓ کی خلافت اور سیدنا عثمان ؓ کی خلافت اور پھر فرمایا سیدنا علی ؓ کی خلافت بھی شمار کرو، ہم نے یہ تمام مدت کل 30-سال ہی پائی ہے۔" سعید تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ ؓ سے عرض کی کہ بنوامیہ کے لوگ تو سمجھتے ہیں کہ خلافت تو اُن میں ہے، تو سیدنا سفینہ ؓ نے (انتہائی غصہ میں) فرمایا: "یہ بنوزرقاء (نیلی آنکھوں والے یعنی بنوامیہ اور بنو مروان) جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ (حق تو یہ ہے کہ) وہ تو شریر ترین حکومت کرنے والی ایک ملوکیت (بادشاہت) ہے۔" مسند ابی داؤد الطیالسی کی حدیث میں ہے: سیدنا سفینہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میری اُمت میں خلافت 30-سال تک رہے گی، پھر اُسکے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہو جائے گی۔" پھر سیدنا سفینہ ؓ نے سعید تابعی رحمہ اللہ سے فرمایا: "تم شمار کرلو سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ کی خلافت 12-سال اور 6-ماہ تھی اور سیدنا عثمان ؓ کی خلافت 12-سال تھی اور پھر سیدنا علی ؓ کی خلافت نے (سیدنا حسن ؓ کے 6-ماہ بھی شامل کرنے سے) 30-سال پورے کر دیئے۔" سعید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے سیدنا سفینہ ؓ سے عرض کیا: پھر حضرت معاویہ ؓ کی حکومت کیا ہوئی؟ سیدنا سفینہ ؓ نے فرمایا: "وہ (یعنی حضرت معاویہ ؓ خلیفہ راشد نہیں بلکہ مسلمانوں کے) بادشاہوں میں سے پہلے (بادشاہ) تھے۔" المصنف ابن ابی شیبة کی حدیث میں ہے: سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ ؓ سے عرض کیا کہ بنوامیہ کے لوگ تو دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت اُن میں ہے۔ سیدنا سفینہ ؓ نے مجھ سے فرمایا: "بنوزرقاء (نیلی آنکھوں والوں) نے جھوٹ بولا ہے، بلکہ وہ تو تخت گیر بادشاہوں میں سے ہیں اور اُن کے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ ؓ ہیں۔"

[مسند احمد : 18596 (جلد - 8 ، صفحه - 116) اور 22264 (جلد - 10، صفحه - 310) ، قال الشيخ الالباني والشيخ زبير عليزئي والشيخ الارنؤوط : اسناده صحيح]

[مشكوة المصابيح : 5378 ، سُنن نسائي الكبرى : 8155 ، سُنن ابي داؤد : 4646 ، جامع ترمذى : 2226 ، قال الشيخ الالباني و الشيخ زبير عليزئي : اسناده صحيح]

[السلسلة الصحيحة : 459 ، مُسند ابي داؤد الطيالسي : 1203 (جلد - 2 ، صفحه - 102) ، قال الشيخ غلام مُصطفى ظهير امن پوري في السنة - 16 : اسناده صحيح]

[المُصنف ابن ابی شیبة : 37157 ، اسناده صحيح على شرط الشيخ الالباني والشيخ زبير عليزئي والشيخ شعيب الارنؤوط رحمهم الله اجمعين]

03 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا معدان بن ابی طلحہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے جمعہ کا خطبہ دیا اور اُس میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ کا ذکر خیر فرمایا۔ پھر سیدنا عمر ؓ نے ارشاد فرمایا: "بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے 3-ٹھونگیں ماری ہیں اور میں (اسکی تعبیر) یہ سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ بعض لوگ مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کردوں لیکن (میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنے دین کو برباد نہیں ہونے دے گا نہ ہی اپنی خلافت کو اور نہ ہی اُس (ہدایت) کو جسے اُس نے اپنے رسول ﷺ کو دے کر بھیجا ہے۔ اگر میری موت جلدی ہو جائے تو (میرا یہ حکم ہے کہ) خلافت کا فیصلہ ان 6-افراد میں ہی طے پائے جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک راضی تھے۔ (نوٹ: اُن 6-افراد کے نام صحیح بخاری کی اگلی حدیث میں آرہے ہیں) اور مجھے خوب معلوم ہے کہ بعض لوگ اس امر خلافت میں طعن کریں گے، اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو میں نے اسلام کی خاطر (اُن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے) اپنے ان ہاتھوں سے مارا بھی ہے۔ (نوٹ: فتح مکہ پر معافی مانگ کر اسلام میں داخل ہونے والے انہی لوگوں سے متعلق حقائق اس تحقیقی مقالہ کی اگلی احادیث میں آرہے ہیں) پس اگر وہ لوگ واقعی ایسا کریں (یعنی خلافت میں طعن کریں) تو جان لینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور کافر و گمراہ ہیں۔۔۔۔" صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عمرو بن میمون تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جس زخم میں سیدنا عمر بن خطاب ؓ کی شہادت ہوئی، آپ ؓ کو دودھ پیش کیا گیا، آپ ؓ نے پیا مگر وہ آپ ؓ کے زخم سے بہہ نکلا تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ ؓ اس زخم سے زندہ نہیں بچ پائیں گے، تو لوگ آپ ؓ کے گرد جمع ہو گئے۔۔۔۔ چنانچہ لوگوں نے درخواست کی کہ امیر المومنین! اپنے بعد اپنے جانشین کی وصیت فرما دیجئے، آپ ؓ نے فرمایا "میں اپنے بعد ان 6-افراد سے بڑھ کر اس معاملے (خلافت) کا کسی اور کو حقدار نہیں سمجھتا، جن سے نبی ﷺ اپنی وفات تک راضی تھے۔" پھر آپ ؓ نے سیدنا علی ؓ، سیدنا عثمان ؓ، سیدنا زبیر ؓ، سیدنا طلحہ ؓ، سیدنا سعد ؓ اور سیدنا عبدالرحمن

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف "قرآن اور صحیح الاسناد احادیث" کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور "ضعیف الاسناد تاریخی روایات" کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

03 بن عوف ؓ کا نام لیا اور پھر (اپنے بیٹے کی دل جوئی کیلئے) فرمایا کہ ان 6-افراد کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بھی (مشاورت میں) موجود ہوگا، لیکن خلافت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔۔۔" پھر مزید فرمایا: "میں اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اول کا خیال رکھے، اُن کے حقوق اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھے اور میں اُسے انصار کے بارے میں بھی ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اُن سے حسن سلوک کرے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بہت پہلے اہل ایمان کو پناہ دی تھی۔ اُن کی اچھائیوں کی پذیرائی کی جائے اور کوتاہیوں سے صرف نظر کی جائے اور میں تمام خلافت اسلامیہ کے متعلق بھی حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔۔۔۔" [صحيح مُسلم : 1258 ، صحيح بُخاري : 3700]

نوٹ: اُن 6-افراد میں سے 4-افراد: سیدنا زبیر ؓ، سیدنا طلحہ ؓ، سیدنا سعد ؓ اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف ؓ خود ہی دستبردار ہو گئے اور پھر اُنھوں ہی نے باقی بچ جانے والے سیدنا علی ؓ اور سیدنا عثمان ؓ میں سے سیدنا عثمان ؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا اور سب سے پہلے سیدنا علی ؓ نے ہی سیدنا عثمان ؓ کی بیعت کی۔ لہٰذا سیدنا عثمان ؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علی ؓ سے بڑھ کر کوئی بھی شخص خلافت کا حقدار نہیں تھا اسی لئے صحابہ ؓ نے سیدنا علی ؓ کو سیدنا عثمان ؓ کے بعد خلیفہ چن لیا تھا: [صحيح بُخاري : 3700 اور 7207]

04 صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے ہمراہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ کی میت کے پاس کھڑا تھا کہ پیچھے سے ایک آدمی نے میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ (سیدنا عمر ؓ) پر رحمت فرمائے، مجھے شروع ہی سے یہ اُمید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ؓ کو اپنے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ) کے ساتھ اکٹھا فرما دے گا، کیونکہ میں اکثر رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کرتا تھا کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "میں اور ابوبکر اور عمر تھے، میں اور ابوبکر اور عمر نے یہ کیا، میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔" تو میں توقع رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ ؓ کو اُن دونوں ساتھیوں کے ساتھ (موت کے بعد بھی) اکٹھا فرما دے گا، سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا بیان ہے: "جب میں نے اُس شخص کی طرف مڑ کر دیکھا تو وہ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ تھے۔" [صحيح بُخاري : 3677 ، صحيح مُسلم : 6187]

05 صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا حذیفہ بن یمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سیدنا عمر بن خطاب ؓ کی صحبت میں بیٹھے تھے کہ آپ ؓ نے دریافت فرمایا: فتنے سے متعلق کوئی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ سیدنا حذیفہ ؓ نے عرض کی (جی ہاں) آدمی کو بعض دفعہ اپنے اہل و عیال، مال، اولاد اور پڑوسی سے فتنہ (آزمائش) لاحق ہوتا ہے اور نماز، خیرات اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ایسے فتنے کا سد باب اور ازالہ ہو جاتا ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا (نہیں) میں اس قسم کے فتنوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہا ہوں، بلکہ میرا سوال تو اُس فتنے سے متعلق ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح شدید ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہوگا۔ سیدنا حذیفہ ؓ نے عرض کی: اے امیر المومنین! آپ ؓ کو تو اُس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا، آپ ؓ اور اُس (عظیم) فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ (حائل) ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے پوچھا: وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ سیدنا حذیفہ ؓ نے عرض کی: بلکہ اُسے توڑ دیا جائے گا۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: پھر تو وہ کبھی بھی بند نہ ہونے پائے گا۔ سیدنا حذیفہ ؓ نے عرض کی: جی ہاں بالکل! تابعین کہتے ہیں کہ ہم نے پھر سیدنا حذیفہ ؓ سے پوچھا: کیا سیدنا عمر ؓ کو معلوم تھا کہ دروازہ سے مراد کیا چیز ہے؟ سیدنا حذیفہ ؓ نے فرمایا: ہاں! بالکل اُنکو ایسے ہی معلوم تھا جیسے آج کے بعد آنے والے کل کا علم یقینی ہوتا ہے، کیونکہ میں نے کوئی غلط حدیث تو انہیں بیان نہیں کی تھی! تابعین کہتے ہیں کہ ہمیں جرأت نہ ہوئی کہ ہم سیدنا حذیفہ ؓ سے پوچھ سکیں کہ اُس دروازے سے مراد کیا چیز تھی؟ چنانچہ ہم نے مسروق تابعی سے کہا کہ تم پوچھو، تو اُنکے پوچھنے پر سیدنا حذیفہ ؓ نے فرمایا: "اُس دروازے سے مراد خود "سیدنا عمر ؓ" ہی تو تھے۔" [صحيح بُخاري : 7096 ، صحيح مُسلم : 7268]

06 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں (اپنی ہمشیرہ) اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس حال میں کہ اُن کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے اُن سے عرض کی: لوگوں کا معاملہ جو صورت اختیار کر گیا ہے، آپ بخوبی اُس سے واقف ہیں، میرا تو کوئی دخل اس اَمر (خلافت اور اقتدار) میں نہیں رہ گیا۔ اُم المومنین نے فرمایا تم اُبھی جاؤ کیونکہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے سے انتشار و افتراق پیدا ہوگا۔ اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے با اصرار انہیں بھیج کر ہی چھوڑا۔ چنانچہ سب لوگ متفرق ٹکڑیوں میں بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ نے (مسئلہ تحکیم کے بعد پہلی دفعہ) وہاں (مدینہ شریف میں) خطبہ دیا اور کہا: جو کوئی اس اَمر (خلافت و اقتدار) میں بولنا چاہتا ہے، تو وہ ذرا سر اُٹھا کے تو دکھائے، یقیناً ہم اُسکے اور اُسکے باپ سے بھی زیادہ اس (خلافت و اقتدار) کے مستحق ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) راوی حدیث حبیب بن مسلمہ تابعی نے بعد میں سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے پوچھا: اے سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ پھر آپ نے اُن (حضرت معاویہ ؓ) کو کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا تھا کہ اُسی وقت اپنی گوٹھ کھولوں اور حضرت معاویہ ؓ کو جواب دوں کہ اس اَمر (خلافت) کا تم سے بڑھ کر حقدار تو وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی (یعنی سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ یا پھر خود سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ) مگر پھر میں ڈر گیا کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ کہہ بیٹھوں کہ جس سے انتشار پھیلے اور خون ریزی ہو اور میری بات کا غلط مطلب ہی سمجھ لیا جائے، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ جنتی نعمتوں کو اپنے تصور میں یاد کیا (اور صبر کر کے خاموش ہو رہا)۔ راوی حدیث حبیب بن مسلمہ تابعی نے اس پر کہا: "سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے (یوں خاموشی اختیار فرما کر) اپنی جان بھی بچالی اور اپنی عزت کو بھی (فتنہ و فساد سے) بچالیا۔" [صحيح بُخاري : 4108]

07 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا محمد بن حنفیہ تابعی رحمہ اللہ (جو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کی دوسری بیوی سیدہ حنفیہ رحمہا اللہ کے بیٹے تھے) بیان فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی ؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد (اس اُمت کے لوگوں میں) سب سے افضل شخصیت کون سی ہیں؟ تو سیدنا علی ؓ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر ؓ، میں نے کہا پھر اُن کے بعد کون ہیں؟ فرمایا: سیدنا عمر ؓ، پھر مجھے خدشہ ہوا کہ اگر اب کی بار پوچھا تو آپ ؓ سیدنا عثمان ؓ کا نام لیں گے، چنانچہ میں نے کہا کہ سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ کے بعد تو آپ ؓ ہی (افضل) ہیں؟ تو آپ ؓ نے (انکساری کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔" [صحيح بُخاري : 3671]

حدیث نمبر 3: صحیح مسلم کی حدیث: اس حدیث کے تحت مرزا جی نے ایک جھوٹ بولا ہے اور ایک نوٹ لگا کر سیّدنا معاویہ اور سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی توہین کرنے کی کوشش کی ہے۔ "خلافت کا معاملہ ان چھ افراد ہی میں طے پائے جن سے رسول ﷺ اپنی وفات تک راضی تھے"۔

مرزا صاحب یہ لکھ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ راضی نہ تھے اور نہ ہی ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے ورنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کا نام بھی ذکر کر دیتے، حالانکہ اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ بقیہ صحابہ سے آپ ﷺ ناراض تھے کیونکہ ہزاروں صحابہ اور خصوصاً اہل بیت اور عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ ان چھ کے علاوہ اس وقت زندہ تھے تو کیا نبی ﷺ ان سب سے ناراض تھے؟ اور کیا وہ خلافت کے اہل نہ تھے؟ نہیں بالکل نہیں۔ بس صرف سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی ہے اور باقی کی رضا مندی اور فضیلت کی نفی نہیں کی۔

نوٹ: فتح مکہ پر معافی مانگ کر اسلام میں داخل ہونے والے۔

مرزا صاحب نے یہ نوٹ لگا کر سیّدنا ابوسفیان اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو ہدف تنقید بناتے ہوئے ان کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ مرزا صاحب نے یہ نوٹ تو لگا دیا لیکن انہیں جرأت کرتے ہوئے یہ بھی تعین کرنا چاہیے تھا کہ فتح مکہ پر معافیاں مانگ کر مسلمان ہونے والے کون ہیں جو خلافت پر طعن کرتے ہیں۔

پہلی بات: سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو فتح مکہ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ [امیر معاویۃ کا اسلام، البدایۃ و النھایۃ: 396/11]

دوسری بات: معافی مانگنا کوئی بُری بات نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو معافی مانگنے کی نوبت ہی نہ آئی کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عباس اپنے ساتھ لے کر نبی ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے نا صرف ان کے اسلام کو قبول کیا بلکہ ان کو یہ اعزاز بھی عطا کیا کہ پورے مکے میں سے جو شخص بھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہو جائے گا اس کے لیے امن ہی امن ہے اور اس کی جان سلامت رہے گی۔ [صحیح مسلم: 4622]

تیسری بات: سیدنا ابوسفیان، سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور مروان وغیرہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر کیسے طعن کر سکتے تھے بلکہ یہ تو خوش تھے، یہ تو ان کے اپنے خاندان بنوامیہ کے افراد تھے (نیز سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ ہی نے تو ان کو پناہ دی تھی)، لہٰذا مرزا صاحب نے نوٹ لگا کر جہاں صحابہ کی توہین کی ہے وہاں اس حدیث کا مفہوم بدل کر تحریف بھی کی ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں ''انھی لوگوں کے متعلق حقائق اگلی احادیث میں آ رہے ہیں''

تجزیہ: جھوٹ لکھا ہے بلکہ فتح مکہ کے موقع پر معافی مانگنے اور پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافتِ عثمانی پر طعن کرنے والے کسی شخص کا تذکرہ پورے پمفلٹ میں نہیں ہے۔

''اگر وہ لوگ واقعی ایسا کریں (یعنی خلافت میں طعن کریں) تو جان لینا کہ وہ اللہ کے دشمن اور کافر و گمراہ ہیں''

مرزا صاحب! سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ تینوں فتوے (اگر وہ لوگ واقعی ایسا کریں (یعنی خلافت میں طعن کریں) تو جان لینا وہ اللہ کے دشمن، کافر اور گمراہ ہیں، مودودی صاحب، اسحاق جھالوی اور خود آپ پر مِن وَ عَن فِٹ ہو رہے ہیں، کیونکہ مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں اور جھالوی صاحب نے اپنی تقاریر میں، اور آپ نے اپنے پمفلٹ کے صفحہ نمبر 6 اور 7 میں نوٹ لگا لگا کر ان کی خلافت پر طعن کیا، ان کی خلافت کو ''خلافتِ راشدہ مفتونہ'' بھی لکھا ہے، اور ان کی پالیسیوں پر خوب دل کھول کر طعن کرنا اپنا حق سمجھا ہے۔ لہٰذا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ آپ کے لیے ہے نہ کہ سیّدنا امیر معاویہ اور سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے۔ اس روایت کے بعد مرزا جی نے ایک نوٹ لگایا جس میں مرزا صاحب نے تین جھوٹ بولے ہیں۔

جھوٹ نمبر 1: مرزا جی لکھتے ہیں: ''اور سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔''

جبکہ [بخاري: 3700] میں ہے کہ سب سے پہلے سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اس کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے لیکن مرزا صاحب نے ترجمہ بدل دیا اور تحریف کر کے یہ لکھا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کی۔ یہ تحریف صرف مرزا صاحب ہی کر سکتے ہیں اور کسی میں اتنی جرأت کہاں؟

جھوٹ نمبر 2: مرزا جی لکھتے ہیں: ''لہٰذا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی بھی خلافت کا حق دار نہیں تھا۔''

ہم مانتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ برحق تھے، لیکن مرزا صاحب نے ظلم یہ کیا کہ اس عبارت کو لکھنے کے بعد حوالہ [بخاري: 3700، 7207] کا دیا۔ حالانکہ یہ الفاظ بخاری کے مذکورہ حوالہ میں نہیں ہیں بلکہ مرزا صاحب نے اپنے اجتہاد اور کج فہم کو بخاری کی حدیث قرار دے کر دھوکا اور فراڈ کیا اور بخاری میں اضافہ کر کے یہود کی روش اپنائی ہے۔

جھوٹ نمبر 3: مرزا جی لکھتے ہیں: ''صحابہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ چن لیا تھا۔''

مرزا صاحب! ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق مانتے ہیں، لیکن آپ کو چیلنج ہے کہ بخاری کی ان دونوں روایات سے (جن کا آپ نے جھوٹا حوالہ دیا ہے) یہ بات ثابت کر دیں کہ (تمام صحابہ تو دور کی بات ہے) صرف چند صحابہ ہی نے آپ کو خلیفہ چُنا ہو۔ مرزا صاحب! ماننے اور چننے میں فرق ہے۔ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں: 1۔ صحابہ کا چننا 2۔ صحابہ کا ماننا۔ آپ نے چننے کا لفظ لکھ کر حوالہ بخاری کا دیا ہے۔ بخاری کی ان حدیثوں سے دکھانا آپ پر قیامت تک فرض ہے۔ آپ کبھی بھی اس کو بخاری کی مذکورہ روایت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ مرزا صاحب جس

طرح ہم بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رابع مانتے ہیں لیکن ہم نے چنا نہیں اسی طرح صحابہ بھی مانتے تھے لیکن انہوں نے چنا نہیں۔

حدیث نمبر 4: اس روایت کے بعد مرزا صاحب نے دو حوالے نقل کیے ہیں، ایک [بخاري: 3677] اور دوسرا [مسلم: 6187] کا، لیکن یہاں بھی مرزا صاحب نے صحابہ سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جب صحیح مسلم کا حوالہ دیا تو اس میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مزید شان جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس طرح بیان ہوئی تھی ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) نے کوئی ایسا آدمی پیچھے نہیں چھوڑا جو آپ سے بڑھ کر اس بات میں محبوب ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کے جیسے اعمال کے ساتھ ملوں۔'' چونکہ اس عبارت میں روافض کے تمام جھوٹے الزامات کے جوابات موجود تھے (جو انھوں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکا دینے، ان کا حمل گرانے، دروازہ جلانے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنے سے روکنے کے متعلق گھڑ رکھے ہیں)، اس لیے مرزا صاحب نے **اس روایت کو چھپانے ہی میں روافض کی ہمدردی اور اپنی خیر سمجھی**۔ مرزا صاحب! جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خود سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے اعمال پسند کرتے ہیں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے باغ فدک چھینا ہو؟ کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکا دے کر ان کا حمل گرایا ہو؟ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کے دروازے کو آگ لگائی ہو؟ اور کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علی لکھوانی ہو اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روکا ہو اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان جیسے اعمال کو لے کر اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتے ہوں؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ ہی ان تمام الزامات کے جواب کے لیے کافی تھا، لیکن مرزا صاحب روافض کے دفاع میں اس کو چھپا گئے۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مرزا صاحب! اگر آپ حق گوئی کا دعویٰ کرتے ہیں اور علماء پر حق کو چھپانے کا الزام دیتے ہیں تو آپ پر لازم تھا کہ [صحيح بخاري: 3685] ہی سے روایت کا ترجمہ لکھتے یا صحیح مسلم ہی کی اس روایت کا ترجمہ لکھ دیتے جس میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شان موجود ہے۔ لیکن رافضیت نوازی نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی۔

حدیث نمبر 5: یہ روایت موضوع کے مطابق نہیں، بس گنتی پوری کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت یقیناً موجود ہے لیکن خلافت راشدہ کی مدت اور اس کا حقیقی اہل ہونے سے متعلق کوئی بات اس میں موجود نہیں ہے۔

حدیث نمبر 6: اس روایت میں مرزا صاحب نے جہاں **جگہ جگہ بریکٹ لگا کر حدیث کا مفہوم بگاڑنے کی کوشش** کی ہے، وہاں روایت کا ترجمہ بھی غلط کیا اور **حبیب بن مسلمہ** رضی اللہ عنہ صحابی کو تابعی بنا کر اپنی علمی قابلیت کا سٹیٹس بھی بتا دیا۔ اگر مذکورہ روایت کے چند جملوں کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے اور مرزا صاحب کی فضول بریکٹوں کی حقیقت جان لی جائے تو ان شاء اللہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

نمبر (1) کیا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت نہ ملنے پر شکوہ کیا تھا؟

مرزا جی لکھتے ہیں: **سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''میرا تو کوئی دخل اس امر (خلافت واقتدار) میں نہیں رہ گیا۔''**

مرزا جی! سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ جملہ بول کر شکوہ نہیں کر رہے، بلکہ مذکورہ اجتماع میں شرکت نہ کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں کے اس (مسئلہ تحکیم) سے متعلق کوئی ذمہ داری میرے پاس نہیں ہے، اس لیے میں نہیں جانا چاہتا۔

معزز قارئین! مرزا صاحب نے اس جگہ بھی جان بوجھ کر یا غلطی سے عربی عبارت کا بالکل **غلط ترجمہ** کیا ہے کہ ''میرا تو کوئی دخل اس امر (خلافت واقتدار) میں نہیں رہ گیا۔'' یعنی اس سے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اس سے پہلے آپ کا خلافت میں کوئی دخل تھا اور اب نہیں رہ گیا، حالانکہ وہ تو پہلے بھی خلافت سے الگ تھلگ تھے اور اقتدار لینے کو پسند بھی نہیں کرتے تھے۔ نیز [الطبقات الکبریٰ: 4/4-151] میں تو یہاں تک ہے کہ آپ کو لوگوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنانا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا، پھر انہوں نے پیسے کا لالچ دیا، آپ نے پھر بھی انکار کر دیا، حتیٰ کہ انہوں نے قتل کرنے کی دھمکیاں دیں، لیکن تب بھی آپ نے خلافت لینے سے انکار کر دیا۔ تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اعتراض کر رہے ہوں کہ میرا خلافت میں کوئی دخل نہیں رہ گیا، بلکہ وہ تو اپنے والد محترم کی منشا پر ہمیشہ قائم رہے۔

مرزا صاحب کو اس حدیث کا ترجمہ بدلنے والی تحریف کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور علی الاعلان اس سے رجوع کرنا چاہیے۔

اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: **''نہیں رکھا گیا میرے لیے اس (مسئلہ تحکیم) میں کچھ حصہ۔''** یعنی میں نے کون سا وہاں جا کر کوئی فیصلہ کرنا ہے کہ میرا جانا ضروری ہو۔

نمبر (2) یہ اجتماع کب ہوا؟ اس میں تین اقوال ہیں:

ا: علامہ ہیثمی کہتے ہیں: یہ معاملہ صلح حسن رضی اللہ عنہ کے وقت کا ہے۔ [مجمع الزوائد 4/ 242]

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، لہٰذا یہ درست نہیں۔ [فتح الباري 403/7]

۲: ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یزید کی بیعت لیتے وقت کا واقعہ ہے۔ [كشف المشكل من حديث الصحيحين 576/2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی بھی سختی سے تردید کی ہے کیونکہ اس کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ [فتح الباري 403/7]

۳: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری کا موقف ہے کہ یہ واقعہ سیدنا امیر معاویہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کی تحکیم کے موقع کا ہے۔ اور اس کی تائید [مصنف عبدالرزاق 483/5، رقم: 9779] کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب دونوں (سیدنا امیر معاویہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان) فیصلہ کرنے والے جدا ہوئے تو سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت خطبہ دیا۔ لہٰذا مرزا جی کا اس خطبہ کو مدینہ طیبہ میں قرار دینا علمی خطاء اور جہالت ہے۔

نمبر (3): کیا سیّدنا امیر معاویہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کی توہین کی؟

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''ہم اس کے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ اس (خلافت واقتدار) کے مستحق ہیں''

اس جملے سے متعلق تین چیزیں سمجھنے والی ہیں:

(۱) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس کو مراد لیا تھا؟

(۲) جسے مراد لیا تھا، اس کے باپ کا تذکرہ کس معنی میں ہے؟

(۳) جس معاملے سے متعلق بات کی گئی وہ معاملہ کون سا ہے؟

نمبر (۱): سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد:

بعض لوگ اس سے مراد سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے والد علی رضی اللہ عنہ کو لیتے ہیں اور بعض لوگ سیّدنا عبداللہ بن عمر اور ان کے والد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما مراد لیتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں بے دلیل اور بے بنیاد ہیں۔ روایت میں کسی کا بھی تعین نہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اشارہ ان کی طرف نہیں تھا تو سیّدنا حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواب نہ دینے کی وجہ کیوں پوچھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ واقعہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کر رہے ہیں اور وہ اس جگہ موجود بھی تھے تو سیّدنا حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے انھی سے پوچھنا تھا نہ کہ کسی اور سے اور چونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود اس جگہ موجود تھے اور بزرگ بھی تھے، اس لیے انھوں (حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ) نے آپ سے پوچھ لیا۔ لہٰذا جب روایت میں کسی کو متعین نہیں کیا گیا تو ہم اپنی مرضی سے کسی کو متعین نہیں کر سکتے۔

نمبر (۲) باپ کا تذکرہ کس معنی میں ہے؟

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عام شخص کی بات کرتے ہوئے محاورتاً مبالغے کے طور پر اس کے باپ کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اہل عرب بسا اوقات بات میں تاکید پیدا کرنے کی غرض سے باپ کا بھی تذکرہ کر دیتے تھے، مثلاً ''فُلَانٌ اَفْضَلُ مِنكَ وَمِنْ أَبِيكَ'' اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ فلاں تجھ سے اور تیرے باپ سے افضل ہے۔ لیکن اس میں باپ سے فضیلت مراد نہیں بلکہ محاورتاً ایسے کہا جاتا ہے۔ دوسری مثال: [أنساب الأشراف للبلاذري :54/4] میں بسند صحیح ہے کہ ایک بار سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہا: ''وَاللّٰهِ لَأَنَا أَفقَهُ مِنكَ وَ مِنْ أَبِيكَ'' اللہ کی قسم! میں تم سے اور تمھارے باپ سے بھی زیادہ فقیہ ہوں۔ یہاں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حقیقت مراد نہیں لی بلکہ صرف بطورِ مبالغہ اور محاورہ ان کے والد کا نام لیا ہے، ورنہ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے آپ کو جلیل القدر صحابی، عشرہ مبشرہ بالجنۃ میں سے ایک حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد سے بڑا فقیہ بتلائیں۔ لہٰذ جس طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے آپ کو عربی محاورے کے مطابق زبیر رضی اللہ عنہ سے افضل کہا اسی طرح سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بات بطور مبالغہ محاورتاً کہی ہے، کسی کو نشانہ نہیں بنایا اور اگر مرزا صاحب اب بھی بضد ہیں کہ نہیں، ہم نے محاورہ کی توجیہ کو نہیں ماننا، بلکہ اس کے لغوی معنی ہی مراد لینے ہیں اور اس کو حقیقت پر ہی محمول کرنا ہے، تو مرزا صاحب! آپ ہمت کریں اور ان درج ذیل روایات کا ترجمہ بھی محاورے سے ہٹ کر حقیقی معنوں میں کر کے دکھائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بولے گئے عربی محاورے:

(1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے پلٹنے لگے تو بتایا گیا کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا ہے اور ابھی انھوں نے طوافِ افاضہ نہیں کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کے عالم میں یہ جملے بولے ''عَقْرَىٰ حَلْقَى'' [صحيح بخاري: 1762، 1561] ''کونچیں کاٹی، سرمونڈی یعنی (تیری) کونچیں (کاٹ دی جائیں اور تیرا) سر مونڈ دیا جائے۔'' اب کوئی مسلمان بھی ان کے حقیقی معانی مراد نہیں لے گا بلکہ

محاورے پر ہی محمول کرے گا کہ آپ ﷺ نے پریشانی کے موقع پر یہ جملے محاورتاً بولے ہیں۔

(2) سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے گئے جہاں انہیں جنابت لاحق ہوگئی، تو انہوں نے ابھی تک غسل نہیں کیا تھا۔ نبی ﷺ کو پتا چلا تو آپ نے سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو محاورتاً یہ الفاظ بولے: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَباذَرٍّ لِأُمِّكَ الوَيلُ [ابو داؤد:332] (یہ محاورہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو کہا جائے: ''تو مرجائے اور تیری ماں کی تباہی اور بربادی ہو'')

(3) رَغِمَ أَنْفُهُ' یہ لفظ ذلت ورسوائی کے معنی میں بھی آتا ہے، مثلاً: سجدہ سہو کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: ''رَغِمَ اَنفُ الشَّيطٰن'' اس سے شیطان کی تذلیل وتحقیر ہوگی۔ [ابن ماجة:1210]

اور اسی طرح یہ لفظ محاورتاً بھی بولا جاتا ہے جہاں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا، جیسا کہ نبی ﷺ نے سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ جملہ بولا تھا: ''رَغْمِ أَنْفِ أَبِيْ ذَرٍّ'' کہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ [صحيح مسلم :273]

تو جب مذکورہ بالا احادیث میں تمام جملے اپنے حقیقی لغوی معنی میں نہیں بولے گئے بلکہ محاورے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں تو پھر سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا جملہ بھی محاورے کے طور پر تھا، حقیقی معنی مراد نہیں تھا۔

نمبر (۳) جس معاملے کے متعلق بات کی گئی وہ معاملہ کون سا تھا؟

مرزا جی نے بار بار بریکٹ لگا کر'' خلافت واقتدار'' لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل بے دلیل ہے۔ لفظ ''الامر'' سے بعض جگہوں پر خلافت واقتدار مراد ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اس سے کوئی بھی معاملہ مراد ہوتا ہے اور یہاں یہی بات ہے کہ یہ لفظ خلافت واقتدار کے معنی میں نہیں بلکہ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کے معنی میں ہے اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے، لہٰذا یہاں اسی کے متعلق آپ نے یہ بات کہی تھی کہ میں ہر بولنے والے سے اور اس کے باپ سے اس (قصاص کے مطالبے والے) معاملے میں زیادہ حق دار ہوں۔

چنانچہ یہی بات علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ولی تھے اور ان کے خون کے طالب تھے اور اس مسئلے میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار وہی تھے۔ [عمدة القاري 185/17]

نمبر (۴) کیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ یا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتے تھے؟

یحییٰ بن سلیمان الجعفی (المتوفی:۲۳۸ھ) نے نقل کیا کہ ابو مسلم خولانی اور کئی تابعین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تنازع کرتے ہیں، کیا آپ ان جیسے ہیں؟ تو انہوں نے (جواب میں) کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) مجھ سے افضل ہیں اور اس خلافت کے معاملے میں (خلافت) کے مجھ سے زیادہ حق دار بھی ہیں، لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ شہید کیے گئے اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اور ان کے خون کے قصاص کا طلب گار ہوں۔ تم لوگ ان (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کر دیں، میں خود ان (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کا تابع ہو جاؤں گا (یعنی خلافت تسلیم کرلوں گا)، چنانچہ وہ لوگ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ سے بات کی، لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے (حالات ومعاملات کو سمجھتے ہوئے) قاتلین کو ان کے حوالے نہ کیا۔ [كتاب صفين للجعفي بحواله سير اعلام النبلاء 140/3، وسنده صحيح] اس صحیح روایت میں واضح طور پر ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل اور خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے۔ اس صریح بیان کے بعد کیسے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے سیّدنا امیر معاویہ اپنے آپ کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ حق دار سمجھتے تھے کیونکہ جب وہ خلیفہ رابع کو بھی افضل سمجھتے ہیں تو وہ خلیفہ ثانی کے بارے میں ایسا جملہ کیسے بول سکتے ہیں۔ اسی لیے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا اشارہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے والد کی طرف تھا، لیکن یہ (حقیقت سے) بہت دور کی بات ہے) (یعنی اس میں کوئی سچائی نہیں) کیونکہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ [فتح الباري شرح صحيح البخاري 404/7]

مرزا جہلمی صاحب کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نفرت اور بغض ہے، جس کی وجہ سے فتح الباری سے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اسحاق بن راہویہ کا ایک ضعیف قول تو نقل کر دیتے ہیں، (جس کی حقیقت آگے حدیث نمبر 27 کے بعد آ رہی ہے) لیکن ان کے دفاع اور حدیث کے صحیح مفہوم کو بیان کرنے والی فتح الباری کی عبارت کو شیرِ مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان پر پھر ایک مرتبہ ان کے اپنے پیپر کی پہلی آیت اور حدیث فٹ ہو جاتی ہے۔ نیز سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو خود فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شان وشوکت والا حکمران نہیں دیکھا۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کے والد سیّدنا عمر بھی نہیں؟ تو انہوں نے کہا: میرے باپ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے، لیکن سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ شان وشوکت والے حکمران تھے۔ [السنة للخلال :رقم 678،شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالكائي :رقم 2781، تاريخ دمشق لابن عساكر وسنده صحيح]

اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی توہین کی ہوتی تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی توہین کی ہوتی تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کبھی بھی انکی تعریف نہ کرتے لہذا ثابت ہوا کہ انہوں نے سیدنا عمرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی توہین نہیں کی بس مرزا صاحب کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

نمبر (۵) سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خاموش رہنے کی وجہ؟

وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ''کہیں میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جائے۔'' [بخاری: 4108] لیکن افسوس کہ نیم بلکہ پیور رافضی لوگوں نے ان کی بات کا غلط مفہوم لے کر ہی چھوڑا اور اس روایت میں تحریف کر کے صحابہ کے درمیان ایک دوسرے کی توہین ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی صحابہ سے دشمنی پر مہر ثبت کر دی۔

خلاصہ کلام: اس روایت میں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ تمام افراد کی طرف تھا اور معاملہ صرف قصاص عثمان کا تھا اور جملہ صرف محاورتاً بولا گیا تھا، خلافت واقتدار کی بالکل بھی بات نہ تھی اور نہ ہی کسی صحابی کی توہین کی گئی۔

مرزا جہلمی صاحب کی 10 لائن کی اس حدیث میں 11 غلطیاں یا دھوکے:

(1) دوسری لائن میں لکھا ہے ''میرا تو کوئی عمل دخل اس امر (خلافت واقتدار) میں نہیں رہ گیا۔'' یہ بھی حدیث کا غلط ترجمہ ہے، جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہے ''میرے لیے اس (مسئلہ تحکیم) میں کچھ نہیں رکھا گیا، یعنی مجھے کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔

دونوں ترجموں میں فرق یہ ہے کہ پہلے ترجمے سے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ میرا پہلے دخل تھا اب نہیں رہ گیا، جبکہ دوسرے ترجمے میں ہے کہ مجھے کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔

(2) چار نمبر لائن میں لکھا ہے: ''چنانچہ سب لوگ متفرق ٹکڑیوں میں بیٹھ گئے۔'' (بیٹھ گئے) والے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں۔ مرزا جہلمی صاحب نے جھوٹ بول کر اس حدیث میں اضافہ کیا ہے۔

(3) پانچویں لائن میں لکھا ہے: ''جو کوئی اس امر (خلافت واقتدار) میں بولنا چاہتا ہے۔'' اس میں بریکٹوں کے درمیان مرزا جہلمی صاحب کا خلافت واقتدار لکھنا یہ علمی غلطی یا خیانت ہے، کیونکہ یہاں زیر بحث مسئلہ قصاص کا ہے (جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے) نہ کہ خلافت واقتدار کا۔

(4) پانچویں لائن ہی میں لکھا ہے: ''ذرا سر اٹھا کے تو دکھائے۔'' یہ ترجمہ بھی مرزا صاحب کی صحابہ دشمنی کا شاخسانہ ہے، کیونکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ وہ سر اٹھائے، یعنی بلا جھجک بات کرے، آج کھل کر بات کرے، اس کو کوئی ڈر اور خوف نہیں ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے چند الفاظ بڑھا کر اس جملے کو ایک دھمکی آمیز جملہ بنا دیا۔ مرزا صاحب کو اس تحریف پر بھی اللہ تعالیٰ سے سچی معافی مانگنی چاہیے۔

(5) پانچویں لائن میں حدیث کا مفہوم خود ہی تبدیل کرنے کے بعد ''نعوذ باللہ من ذلک'' کے الفاظ لکھ دیے ہیں اگر مرزا جہلمی صاحب نے یہ جملہ اپنی کی ہوئی تحریف اور حدیث کا مفہوم بدلنے کی انتہائی سنگین حرکت پر لکھا ہے، تو بالکل ٹھیک ہے، اور آئندہ انہیں اس غلطی کو دوہرانا نہیں چاہیے۔ ورنہ ایک تو حدیث کا مفہوم بدل کر تحریف کی اور یہ جملہ لکھ کر صحابہ کی بھی توہین کی ہے۔

(6) چھٹی لائن میں ''راویِ حدیث حبیب بن مسلمہ تابعی'' لکھا ہے اس عبارت میں مرزا صاحب کے دو جھوٹ یا علمی غلطیاں ہیں:

(ا) جبکہ مرزا صاحب نے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو راوی حدیث لکھا ہے۔ سیّدنا حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی نہیں ہیں بلکہ پوری بخاری میں ان کی ایک روایت بھی نہیں ہے۔

(۲) مرزا صاحب نے حبیب بن مسلمہ کو تابعی لکھا ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ سیّدنا حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تابعی نہیں بلکہ صحابی ہیں۔ یہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام میں اقامت پذیر تھے، سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے لشکر دے کر مدینہ روانہ کیا تھا، لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی باغی گروہ نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا، سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو رومیوں سے جہاد کرنے کے لیے بھی لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ افسوس ہے مرزا جہلمی صاحب پر! جب ان کو صحابی اور تابعی کا فرق ہی معلوم نہیں تو کیوں صحابہ پر طعن کر کے اپنے اور لوگوں کے ایمان کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔

(7) ساتویں لائن میں لکھا ہے: ''اس امر (خلافت) کا تم سے بڑھ کر حق دار'' یہاں مرزا جہلمی صاحب نے لفظ ''خلافت'' بریکٹ میں لکھ کر ایک علمی خطا کی ہے۔

(8) آٹھویں لائن میں لکھا ہے: ''یا پھر خود سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔'' یہ مرزا جہلمی صاحب کا جھوٹ ہے، کیونکہ سیّدنا عمرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی (اسلام سے قبل یا اسلام کے بعد) سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہیں کی۔ لہذا اس حدیث کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی توہین کے طور پر پیش کرنا بہت بڑی جہالت اور علمی خطاء ہے۔

(9) دسویں لائن میں لکھا ہے: ''راویِ حدیث حبیب بن مسلمہ تابعی ۔'' اس جگہ پھر وہی دو غلطیاں جو نمبر 6 میں ہیں یہاں بھی دوہرائی ہیں۔

(10) دسویں لائن میں لکھا ہے: ''اپنی جان بھی بچالی اور اپنی عزت کو بھی'' یہ الفاظ بھی مرزا صاحب ہی کا کمال اور جھوٹ ہیں۔ حدیث کے متن میں جان اور عزت کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور محدث ابن ہبیرہ رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاء سے بچالیا ہے اور فتنے کو بھڑکانے والے جملے سے محفوظ رکھا ہے۔ [الافصاح عن معاني الصحاح لابن هبيرة جلد 4 صفحه 206 تحت رقم 1412] اصل مسئلہ غلطی اور خطا سے بچنے کا تھا، لیکن مرزا صاحب نے جان اور عزت بچانے کا بنالیا ہے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ نعوذ باللہ من ذلك

(11) دسویں لائن میں لکھا ہے: ''اپنی جان بھی بچالی اور اپنی عزت کو بھی (فتنہ و فساد سے) بچالیا۔'' اہلِ علم جانتے ہیں (مرزا جہلمی صاحب کو کیا پتا) کہ حدیث میں صیغے مجہول کے ہیں اور مرزا جہلمی صاحب نے ترجمہ معلوم کے صیغوں کا کیا ہے۔ اس سے جہاں مرزا صاحب کی جہالت عیاں ہوتی ہے وہاں ان کی عربی دانی کا بھانڈا بھی پھوٹ جاتا ہے۔ اس کا اصل ترجمہ یہ ہے آپ کو غلطی سے بچالیا گیا اور خطاء سے بھی آپ کی حفاظت کی گئی، یا پھر آپ غلطی اور خطا سے بچالیے گئے۔

حدیث نمبر 7: اس حدیث میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی عاجزی و فروتنی بھی ثابت ہو رہی ہے، اور یہ بات بھی یاد رہے کہ صحابہ اور تابعین کے ہاں ان دونوں کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا جاتا تھا، تبھی تو انھوں نے آگے خود ہی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا تا کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

B خلیفہ راشد سے بغاوت بدعت ہے! جنگ جمل، صفین اور نہروان میں سیدنا علی ؓ کی حقانیت! اور شہادتِ سیدنا عثمان ؓ (04)

(08) سُنن ابی داؤد ، جامع ترمذی اور سُنن ابن ماجه کی حدیث میں ہے: سیدنا عرباض بن ساریہ ؓ کا بیان ہے کہ ایک روز (وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف رخِ انور کر کے بہت ہی اثر انگیز خطبہ ارشاد فرمایا جس کو سن کر صحابہ ؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں اور دل دہل گئے۔ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں یوں لگتا ہے گویا کہ یہ آپ ﷺ کا آخری وعظ و نصیحت ہے! لہٰذا آپ ﷺ ہمیں کوئی وصیت فرمائیے! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور (اپنے بعد کے حکمرانوں کی) بات سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں جو بھی میرے بعد زندہ رہا تو وہ بہت ہی اختلاف دیکھے گا، دیکھنا اُس (اختلاف کے وقت) تم میری سنت اور راست باز اور ہدایت یافتہ خلفاء ؓ کی سنت پر کاربند رہنا، اور اُن کو خوب مضبوطی سے تھام لینا کہ چھوٹنے نہ پائیں اور (دین میں) کسی نئے کام کو جاری کرنے سے باز رہنا کیونکہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' سُنن نسائی کی حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: '' اور ہر گمراہی (اس بدعتی کو) دوزخ میں لے کر جانے والی ہے۔''
[سُنن ابی داؤد : 4607 ، جامع ترمذی : 2676 ، سُنن ابن ماجه : 42 ، سُنن نسائی : 1579 ، قال الشيخ الالبانی و الشيخ زبير علیزئی : اسناده صحیح]

(09) مُسند أحمد، المُستدرک للحاکم اور سُنن نسائی الکبری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ اپنی کسی اہلیہ محترمہ کے گھر سے تشریف لے آئے، پھر ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ ہو لیے۔ اسی دوران آپ ﷺ کا جوتا مبارک ٹوٹ گیا، تو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ اُس مبارک جوتے کو مرمت کرنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ سیدنا علی ؓ کے انتظار میں رک گئے اور ہم بھی ٹھہر گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' تم میں ایک ایسا (خوش نصیب) شخص بھی ہے کہ جو قرآن حکیم کی تفسیر کی خاطر (مسلمانوں سے) قتال کرے گا جیسا کہ مجھے قرآن حکیم کی تنزیل (حقانیت) کی خاطر (کفار سے) قتال کرنا پڑا۔'' یہ سن کر ہم سب شوق سے آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے (اس اُمید سے کہ شاید میں ہی وہ خوش نصیب شخص ہوں) اور اُس وقت ہمارے درمیان سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ بھی موجود تھے۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے عرض کی کیا میں ہوں وہ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' نہیں۔'' سیدنا عمر ؓ نے عرض کی کیا میں ہوں وہ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' نہیں (تم میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں) بلکہ وہ (خوش نصیب) تو میرے جوتے کو گانٹھنے والا شخص ہے (یعنی سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ)۔ چنانچہ ہم سب سیدنا علی ؓ کے پاس آئے تا کہ اُنھیں یہ بشارت دیں۔ سیدنا ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں: ''(وہ بشارت سننے کے بعد) سیدنا علی ؓ کا ردِ عمل ایسا تھا گویا کہ وہ پہلے ہی سے اُس بشارت کو جانتے تھے۔''
[مُسند احمد : 11309 (جلد -5 ،صفحه -103) اور 11795 (جلد - 5 ، صفحه -247) ، قال الشيخ شعيب الارنؤوط : اسناده صحیح]
[المُستدرک للحاکم : 4621 ، قال الامام حاکم و الامام الذهبی : اسناده صحیح ، سُنن نسائی الکبری : 8457 ، قال الشيخ غلام مصطفى فی خصائص علی : اسناده صحیح]

(10) صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا علقمہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے وہ ملک شام گئے تو وہاں مسجد میں داخل ہو کر دعا کی کہ اے اللہ مجھے یہاں کوئی نیک ہم نشین عطا فرما۔ چنانچہ (دعا کی قبولیت ہوئی اور) اُن کو سیدنا ابوالدرداء ؓ کی صحبت نصیب ہوئی۔ سیدنا ابوالدرداء ؓ نے علقمہ تابعی سے پوچھا کہ تم کس علاقے سے ہو؟ میں نے عرض کی کہ شہر کوفہ سے آیا ہوں۔ اُنھوں نے فرمایا: کیا تم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ موجود نہیں ہیں، جو سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں اور مبارک سامان اُٹھایا کرتے تھے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر فرمایا: کیا تم میں سیدنا حذیفہ ؓ موجود نہیں ہیں کہ جنھیں رسول اللہ ﷺ کے خاص راز معلوم ہیں جنھیں اُن کے سوا کوئی اور نہیں جانتا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر فرمایا: کیا تم (اہل کوفہ) میں سیدنا عمار بن یاسر ؓ جیسی شخصیت موجود نہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان کے ذریعے شیطان سے پناہ عطا فرمائی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! (یعنی سیدنا ابوالدرداء ؓ نے علقمہ تابعی کو نصیحت فرمائی کہ کوفہ میں اتنے کبار اصحابِ رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے شام کا سفر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں) [صحیح بُخاری : 3743]

(11) صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابومریم اسدی تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا طلحہ ؓ، سیدنا زبیر ؓ اور اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف (جنگ جمل کیلئے) روانہ ہوئے تو سیدنا علی ؓ نے سیدنا عمار بن یاسر ؓ اور اپنے بیٹے سیدنا حسن ؓ کو ہمارے پاس کوفہ روانہ فرمایا (تا کہ وہاں سے فوجی مدد حاصل کر سکیں)۔ تو وہ دونوں منبر پر چڑھے، سیدنا حسن ؓ منبر کے اوپر والے حصہ پر تشریف فرما ہوئے اور سیدنا عمار ؓ نیچے والے حصہ پر کھڑے ہوئے۔ ہم سب اُن کی بات سننے کیلئے اکٹھے ہوئے۔ سیدنا عمار بن یاسر ؓ نے فرمایا: اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (لشکر لے کر مکہ مکرمہ سے) بصرہ روانہ ہو چکی ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ دنیا و آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں مگر (اس وقت) اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان فرمانا چاہتا ہے کہ تم (خلیفہ راشد کی اطاعت کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہو یا پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کرتے ہو؟ صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوبکرہ ؓ کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ مبارک سے بہت فائدہ پہنچایا جبکہ میں (سیدنا علی ؓ کے خلاف) جمل والوں کے ساتھ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں) شریک ہونے ہی والا تھا کہ اُن کی حمایت میں قتال کروں (مگر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ مجھے یاد آ گیا کہ) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: '' وہ قوم کبھی بھی فلاح (کامیابی) حاصل نہیں کر سکتی جو اپنا سربراہ کسی عورت کو بنالے۔'' [صحیح بُخاری : 7100 اور 4425]

(12) مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا قیس تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے لشکر کے ہمراہ بنو عامر کے گھاٹ پر پہنچیں تو وہاں کتے بھونکنے لگے، تو آپ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا: یہ کونسا چشمہ ہے؟ جواب ملا کہ یہ چشمہ حوأب ہے! یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر تو میں ضرور واپس ہی جاؤں

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

(05) گی۔ اس فیصلہ پر سیدنا زبیر ؓ نے مشورہ دیا کہ نہیں بلکہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے تا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی راہ نکل سکے (اور وہ فتنہ و انتشار ختم ہو جائے جو شہادتِ سیدنا عثمان ؓ کے بعد سے جنم لے چکا تھا!)۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دن مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے (یہ غیبی خبر دیتے ہوئے بڑے افسوس کی حالت میں) ارشاد فرمایا تھا: '' تم (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) میں سے کسی ایک (زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا) کی حالت اُس وقت کیسی ہوگی، جب کہ اُس پر مقام حوأب کے کتے بھونکیں گے؟'' مُسند احمد اور مجمعُ الزوائد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابورافع ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ سے فرمایا: '' یاد رکھنا اے علی! عنقریب تمہارے اور عائشہ کے درمیان ایک (رنجش والا) معاملہ ہوگا۔'' سیدنا علی ؓ نے پوچھا: کیا میرے ساتھ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' سیدنا علی ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ پھر تو میں بڑا بدبخت ہوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' نہیں! بلکہ جب ایسا ہو گا تو تم اُس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو اُسکی پناہ گاہ تک پہنچا دینا۔'' مجمعُ الزوائد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ارشاد فرمایا: ''کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے میری کون سی بیوی ایک ایسے اونٹ پر سوار ہو گی کہ جس (اونٹ) کے چہرے پر بہت زیادہ بال ہوں گے۔ حوأب کے کتے نکلیں گے اور اُس کے دائیں بائیں بہت زیادہ قتل و غارت ہوگی۔ اور پھر وہ بال بال بچ جائے گی! '' محدثِ اعظم سعودی عرب شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (المتوفی-1420 هجری) اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: '' اس معاملہ میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حوأب مقام کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا تو اُنھیں تو واپس چلے جانا چاہیے تھا، لیکن احادیث میں آیا ہے کہ وہ واپس نہیں گئیں، یہ بات تو اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی شان کو زیبا نہیں تھی۔ اس (علمی سوال پر) ہمارا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کمال والی ہر صفت ہی پائی جاتی ہو، یاد رکھیں! لغزش اور غلطی سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کسی سنی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی قابلِ احترام ہستیوں کے بارے میں اتنا غلو کرے کہ اُنھیں شیعہ کی طرح معصوم اماموں کی صف میں لاکھڑا کرے (یعنی عصمتِ صحابہ کا عقیدہ بھی ویسا ہی باطل عقیدہ ہے جیسا کہ شیعہ کا عصمتِ آئمہ کا عقیدہ باطل ہے)۔ ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا کا یہ خروج اصل میں خطا پر مبنی تھا، اسی لئے جب اُن کو مقام حوأب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے پورے ہونے کا معلوم ہوا تو اُنھوں نے واپسی کا ارادہ بھی کر لیا تھا، لیکن سیدنا زبیر ؓ نے اُنھیں یہ کہہ کر واپسی کا ارادہ ترک کرنے پر قائل کر لیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں صلح کی کوئی صورت نکال دے گا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ سیدنا زبیر ؓ بھی اپنے اس اجتہاد میں خطا پر تھے۔ عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کو ضرور خطا پر قرار دیا جائے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے مابین سینکڑوں ہزاروں لوگوں کا خون ہوا۔ اور بیشک اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد اس (جنگ جمل والے) معاملہ میں خطا پر مبنی تھا۔ اسکے بہت سے اسباب اور واضح دلائل موجود ہیں۔ (اور اسکی) ایک دلیل تو ان کا اپنے اس خروج پر نادم ہونا ہی ہے اور یہی ندامت اُنکے فضل و کمال کو زیبا بھی ہے۔ اُنکی یہ خطا اجتہادی خطاؤں میں سے ایک خطا تھی جو کہ نہ صرف معاف کر دی جاتی ہے بلکہ اُس پر ایک اجر بھی ملتا ہے۔'' صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنے بھانجے) سیدنا عبداللہ بن زبیر ؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے ان ہستیوں (رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ) کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ مجھے میری سوکنوں (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) کے ساتھ بقیع غرقد میں دفنانا۔ میں ان (تینوں عظیم ہستیوں) کے ذریعے اپنی شان نہیں بڑھانا چاہتی! المُصنف ابن ابی شیبة کی حدیث میں ہے: سیدنا قیس تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخری وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک نیا کام سرزد ہو گیا۔'' محدثِ اعظم سعودی عرب شیخ البانی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: '' اس نئے کام سے آپ رضی اللہ عنہا کی مراد جنگ جمل میں شرکت کرنا تھا کیونکہ بعد میں آپ رضی اللہ عنہا اس سفر پر بہت شرمندہ تھیں اور اپنے عمل پر توبہ بھی کی۔ لیکن اُنھوں نے یہ کام بھی نیک نیتی سے ہی کیا تھا، بالکل اسی طرح سیدنا طلحہ ؓ، سیدنا زبیر ؓ اور دیگر کبار صحابہ ؓ نے بھی نیک نیتی کے ساتھ بھلائی کی اُمید پر اصلاح کی غرض سے اس سفر میں شرکت کی تھی۔''
[مُسند احمد : 24758 (جلد -11 ، صفحه -67) اور 25161 (جلد -11 ، صفحه -184) ، السلسلة الصحيحة : 474 ، قال الشيخ الالبانی و الشيخ الارنؤوط : اسناده صحیح]
[مُسند احمد : 27440 (جلد- 12 ، صفحه - 269) ، مجمعُ الزوائد : 12024 (جلد - 7 ، صفحه - 163) ، قال الامام الهيثمی : رواه مُسند احمد و البزار و الطبرانی و رجاله ثقات]
[مجمعُ الزوائد : 12026 (جلد - 7 ، صفحه - 163) ، قال الامام الهيثمی : رواه مُسند البزار و رجاله ثقات ، قال الشيخ غلام مصطفى ظهير فی السنة -70 : اسناده صحیح]
[صحیح بُخاری : 1391 ، المُصنف ابن ابی شیبة : 38927 ، قال الشيخ الالبانی : اسناده صحیح ، السلسلة الصحيحة : 474 ، قال الشيخ الالبانی : اسناده صحیح]

(13) المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا قیس بن حازم تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے: '' میں نے مروان بن حکم (جو جنگ جمل میں بنو اُمیہ کی طرف سے لوگوں کو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کے خلاف بھڑکانے والوں کا سرغنہ تھا) کو (جنگ جمل کے) اُس دن سیدنا طلحہ ؓ پر ہی تیر چلاتے ہوئے دیکھا تھا، جو ان کے گھٹنے میں لگا اور وہ اسی زخمی حالت میں مسلسل تسبیح کہتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔'' المُصنف ابن ابی شیبة اور فضائل الصحابة کی حدیث میں ہے: سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ فرمایا کرتے: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ میں، سیدنا عثمان بن عفان ؓ، سیدنا طلحہ ؓ اور سیدنا زبیر ؓ اُن لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے: '' اور ہم ان (ایمان والوں) کے سینوں میں سے ہر قسم کا کینہ کھینچ نکالیں گے (اور وہ) بھائیوں کی طرح (جنت کے) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔'' [سُورة الحِجر : آیت نمبر 47]
[المُستدرک للحاکم : 5591 ، قال الامام حاکم و الامام الذهبی : اسناده صحیح]
[المُصنف ابن ابی شیبة : 38976 ، فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل : 1057 ، قال الشيخ زبير علیزئی فی فضائل الصحابة : اسناده صحیح]

B۔ خلیفہ راشد سے بغاوت بدعت ہے، جنگ جمل و صفین اور نہروان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

مرزا صاحب نے اس عنوان کا پہلا جملہ سیّدہ عائشہ، سیّدنا طلحہ، سیّدنا زبیر اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہم اور متعدد صحابہ پر فٹ کر کے (جو در حقیقت قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے نکلے تھے) ان کو باغی اور ان کے مطالبے کو بغاوت کا نام دے کر جنتی صحابہ اور جنتی اماں جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین اور ان پر الزام تراشی کی ہے۔

حدیث نمبر 8: مرزا صاحب کو چاہیے تھا کہ اس بات کی دلیل لکھتے کہ مظلوم مقتول کے قصاص کے لیے نکلنا بدعت ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اس کے بدعت ہونے کی دلیل دینے

کے بجائے بدعت کی سزا والی حدیث بیان کر کے اس کو جنتی صحابہ پر چسپاں کر کے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے، حالانکہ اس روایت کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

مرزا جہلمی صاحب نے عنوان میں ''خلیفہ سے بغاوت'' کو ''بدعت'' کہہ کر صحابہ کرام اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر چسپاں کیا اور ان کی گستاخی کی پھر یہ روایت نقل کر کے بدعتی کی سزا جہنم بتائی اور اپنے اسی پمفلٹ کے صفحہ نمبر 24، حدیث نمبر 49 کے آخر میں یہ جملہ (سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت جس نے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی) لکھ کر سیّدہ عائشہ، سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا زبیر اور سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہم سمیت متعدد صحابہ کو جہنمی کہہ کر اپنے اور اپنے ماننے والوں کے ایمان کا بیڑا غرق کر لیا۔ مرزا جہلمی صاحب کو اس اتنی بڑی توہین پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے خلیفہ راشد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت نہیں کی تھی بلکہ صرف قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کیا تھا۔

[كتاب صفين للجعفي بحواله سير اعلام النبلاء :140/3] اور یہی بات مرزا صاحب خود ''رافضیت و ناصبیت'' والے اپنے پمفلٹ صفحہ 2 میں لکھ چکے ہیں کہ جب ان جنگوں کا اصل سبب قصاص عثمان کا مطالبہ تھا تو وہ بغاوت کا مصداق کیسے بن گئیں۔ مرزا جی کو اپنی اس دوغلی پالیسی اور توہین صحابہ کا جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں دینا پڑے گا۔

سکین ...... رافضیت، ناصبیت اور یزیدیت کا تحقیقی جائزہ

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ "جمل" اور "صفین" میں حق پر تھے قصاصِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں اختلافِ رائے کا پیدا ہو جانا اِن جنگوں کا اصل سبب بنا :

جنگِ جمل : ﴿امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان﴾ ، **جنگِ صفین :** ﴿امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان﴾

1 **ترجمہ صحیح حدیث :** سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا : " (میرے بعد) میری اُمت دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی : (یعنی I امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُنکے حامی، II امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین اور اُنکے ساتھی) پھر اِن دونوں (مسلمان) گروہوں کے اندر سے ایک (تیسرا) فرقہ الگ ہو جائے گا (یعنی خوارج)، اور اِس الگ ہو جانے والے فرقے سے (مسلمانوں کا) وہ گروہ قتال کرے گا جو اُس وقت حق کے زیادہ قریب ترین ہوگا" [صحیح مُسلم : حدیث نمبر 2459]

نوٹ : امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہی خوارج اور باغیوں کو **جنگِ نہروان** میں قتل کیا تھا : [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 6933 ، صحیح مُسلم : حدیث نمبر 2456]

2 **ترجمہ صحیح حدیث :** سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے : " اللہ جل جلالہ نے اپنے نبی ﷺ کی مبارک زبان سے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شیطان کے راستے سے محفوظ رہنے کی پناہ عطا فرمائی ہے۔" (یعنی اُنکی رائے حق پر ہوگی) [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 3742] ، **نوٹ :** سیدنا عمار رضی اللہ عنہ تمام جنگوں میں امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہی حامی تھے :

3 **ترجمہ صحیح حدیث :** عبداللہ بن زیاد الاسدی تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے :" جب (جنگ جمل کے موقعہ پر) سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی جانب

حدیث نمبر 9: اس حدیث میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے جنگ نہروان میں حق پر ہونے کی بشارت ہے کیونکہ جنگ نہروان خارجیوں سے لڑی گئی تھی اور ان کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف یہ تھا کہ کیا اپنا فیصلہ انسانوں سے کروایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ وہ بھی مرزا جی کی طرح قرآنی آیات پڑھ کر غلط تاویل کرتے تھے۔

حدیث نمبر 10: (ا) اس حدیث کا عنوان سے بالکل بھی کوئی تعلق نہیں۔ یہ روایت مرزا جہلمی صاحب نے صرف اور صرف 72 کی گنتی پوری کرنے کے لیے لکھی ہے۔ کیونکہ اس میں نہ تو جنگِ جمل و صفین اور نہروان کی بات ہے اور نہ شہادت عثمان ہی کی۔ (۲) مرزا جی لکھتے ہیں: ''سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ تابعی کو نصیحت فرمائی کہ اتنے کبار اصحاب کے ہوتے ہوئے شام کا سفر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔''

مرزا جی کا یہ جملہ سفید جھوٹ اور سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے کیونکہ سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کسی بھی جگہ ان کو یہ نصیحت نہیں فرمائی کہ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ یہ صرف اور صرف مرزا جی کی ذہنی گندگی کا نتیجہ ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرح جب محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے جواب میں کہا تھا کہ میں تو عام مسلمان ہوں) بطورِ عجز فرمایا تھا کہ جب کوفہ میں اتنے عظیم صحابہ ہیں، تو ان کے مقابلے میں ہمارا کیا مقام ہے۔

ان کا مقصود و مفہوم یہ قطعاً نہیں تھا کہ ''شام کا سفر اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' جیسا کہ مرزا صاحب نے جھوٹ بول کر ان کے ذمے بہتان لگایا، کیونکہ اگر ان کا یہ ہی مقصود ہوتا تو وہ خود مدینہ چھوڑ کر شام میں رہائش کیوں اختیار کرتے؟ نیز اگر کوفہ میں کبار صحابہ تھے تو شام میں بھی تو دیگر کبار صحابہ سیّدنا ابو درداء، سیّدنا ابی بن کعب (بدری)، سیّدنا بلال بن رباح (بدری)، سیّدنا حرملہ بن ولید بن مغیرہ (سیّدنا خالد بن ولید کے بھائی)، سیّدنا دحیہ بن خلیفہ کلبی (جن کی صورت میں جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آتے تھے)، سیّدنا زید بن ثابت (کاتبِ وحی)، سیّدنا فضالہ بن عبید الانصاری، سیّدنا سہل بن حنظلہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جن کے اسماء کو مرزا جہلمی صاحب نے چھپا کر اپنی صحابہ دشمنی کو مزید پروان چڑھایا۔

شام کی فضیلت قرآن وحدیث سے:

(۱) ﴿ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ﴾ ''اور ہم نے وارث بنایا ایسی قوم کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا، وہ زمین کہ جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔'' [سورة الاعراف: 137] حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں حسن بصری تابعی اور قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس برکت والی زمین سے مراد شام ہے۔ [تفسير ابن كثير]

(۲) ﴿ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے نجات دی اس کو اور لوط علیہ السلام کو اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔'' [الانبیاء: 71]

حافظ ابن کثیر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اس سے مراد ارض شام ہے۔ [تفسير ابن كثير، آيت نمبر: 71]

(۳) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شام کے لیے مبارک ہو، ہم نے سوال کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ رحمان کے فرشتے اس (ارض مقدس) پر اپنے پروں کو پھلائے ہوئے ہیں۔ [جامع ترمذي: 3954]

اور یہ فضیلت تو کوفہ کو قطعاً بھی حاصل نہیں۔

مرزا جہلمی صاحب نے اگر اس حدیث کو بیان کرنا اپنا فریضہ سمجھا تو اُن کو سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زبانی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بھی بیان کرنی چاہیے تھی (لیکن وہ کیسے بیان کر سکتے تھے، کیونکہ ان کے سینے میں موجود بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ اُس کی اجازت نہیں دیتا)۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ [الفوائد المنتقاة للسمرقندي: 67 وسنده صحيح، مجمع الزوائد 595/9]

نوٹ: سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ خود خلافتِ عمر میں دمشق کے قاضی تھے اور یہ خلافت عثمانی میں 31 یا 32 ھجری کو فوت ہو گئے تھے، [الكامل لابن اثير: 24/3] یعنی ان کی وفات ہی جنگِ جمل و صفین ونہروان وشہادتِ عثمان سے پہلے ہو چکی تھی، تو لامحالہ ان کا یہ واقعہ بھی ان جنگوں سے قبل کا ہے۔ مرزا صاحب کا پھر بھی اس کو اس عنوان کے تحت نقل کرنا شام واہلِ شام اور بنوامیہ کی دشمنی کے سوا کچھ نہیں۔

مرزا جی نے اس حدیث میں لکھا ہے کہ کیا تم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہیں جو سفر وحضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں اور مبارک سامان اٹھایا کرتے تھے۔ قارئین کرام! یہ بھی مرزا صاحب کی تحریف ہے اور حدیث میں تبدیلی اور اضافہ ہے کیوں کہ مرزا صاحب کے بتائے ہوئے اس حوالے 3743 میں سفر وحضر اور جوتیاں وغیرہ کے الفاظ بالکل موجود نہیں ہیں۔ اور ترتیب بھی اس طرح نہیں ہے جس طرح مرزا صاحب نے لکھی ہے۔

حدیث نمبر 11: مرزا جی نے اس کے تحت صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں ایک جھوٹ بولا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کا مطالبۂ قصاص اگرچہ بالکل صحیح اور قرآنی فیصلے کے عین مطابق تھا، لیکن اُن کا طریقۂ کار اُن کی اجتہادی خطا تھی اور اس مسئلے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ زیادہ حق پر تھے۔ لیکن سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کو باغی کہنا ایک بہت بڑا جرم ہے اور حق سے روگردانی ہے۔ مرزا صاحب نے صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں بریکٹ میں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف) یہ جملہ لکھ کر جھوٹ بولا ہے کیونکہ سیدہ عائشہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں نکلے تھے بلکہ مطالبۂ قصاص لے کر قاتلین عثمان کے خلاف نکلے تھے، اور مرزا جہلمی صاحب نے خود یہی بات (جنگِ جمل وصفین کا اصل سبب قصاصِ عثمان تھا) اپنے ریسرچ پیپر A، صفحہ 5 میں لکھی ہے۔ مرزا جہلمی صاحب کی یہ قبیح عادت ہے کہ ہر حدیث میں اپنی طرف سے بریکٹ لگا کر اُس کے مفہوم کو بدلنے اور صحابہ کی توہین وتذلیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ دراصل جیسے جیسے مرزا صاحب میں رافضیت پنپ رہی ہے ویسے ویسے ان کی صحابہ دشمنی میں اضافہ ہو رہا ہے اور اپنی ہی پرانی تحریروں کے خلاف لکھ کر رافضیوں کو خوش کرنے کے ساتھ اپنی رسوائی کا سامان تیار کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر 12: مسند احمد کی پہلی حدیث یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اگرچہ قیس بن ابی حازم جو یہ واقعہ وحدیث بیان کر رہا ہے ثقہ ہے لیکن وہ خود اس واقعہ میں شریک نہ تھا کسی سے سنا ہوگا لیکن اس نے اس کا نام نہیں بتایا جس کی وجہ سے یہ منقطع اور ضعیف ہے۔

☆ مسند احمد کی پہلی حدیث اور صفحہ نمبر 5 کی پہلی سطر سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سیدہ عائشہ، سیّدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم کا مقصد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج وبغاوت قطعاً نہ تھا، بلکہ ان کا مقصود مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا تھا۔ اور مرزا جہلمی صاحب حدیث نمبر 11 میں بریکٹ لگا کر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج تھا۔ لیکن یہ روایت تو مرزا صاحب کے موقف کو غلط ثابت کر رہی ہے۔ اور اس کا صحیح جواب علامہ البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو صلح کے لیے آ گئی تھیں اور اس پر وہ ایک اجر کی حقدار تھیں۔ [سلسله الصحيحة: 474]

☆ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث یقیناً بیان کی ہے، لیکن اس حدیث میں کہیں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ''بڑے افسوس کی حالت میں'' یہ جملے مرزا صاحب کے اپنے صحابہ دشمن ذہن کی اختراع ہیں اور حدیث کا مفہوم بگاڑنے کی مذموم کوشش ہے اور نہ نبی ﷺ نے اُس وقت اپنی ازواج کو اُس سے روکا اور نہ آپ ﷺ نے اُس بیوی کے متعلق کوئی فتویٰ لگایا، اور نہ آپ نے اُس کی کوئی تفصیل ہی بیان کی، بلکہ صرف آنے والے وقت میں ہونے والے ایک واقعے کی خبر دی ہے اور بس۔ صرف کتوں کا بھونکنا یہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے کسی کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس کا مشاہدہ آپ روزانہ کر سکتے ہیں کہ کتے تو بلاتفریق اچھے اور برے ہر ایک پر بھونکتے ہیں اگر یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ ہوتا تو نبی ﷺ ضرور بالضرور اس کے متعلق کوئی وضاحت فرماتے۔ آپ کبھی اُس کو مبہم نہ چھوڑتے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک عمل جرم اور گناہ ہو اور نبی ﷺ کو معلوم بھی ہو، پھر بھی آپ ﷺ اس سے نہ روکیں۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے: لَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى النَّارِ إِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ. ''جو چیز جہنم کی طرف لے جاتی ہے، میں نے یقیناً تمہیں اس سے منع کیا ہے۔ [سلسلة صحيحة: 1012] مرزا صاحب! اگر یہ بات بھی جہنم کی طرف لے جانے والی ہوتی تو آپ ﷺ ضرور اس سے منع کر دیتے۔

مسند احمد اور مجمع الزوائد کی دوسری حدیث میں فضیل بن حسین النمیری ضعیف ہے اس کی متابعت کے بغیر والی روایات نا قابل اعتبار ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کی تشریح اور مرزا صاحب کا ردّ۔

''عصمتِ صحابہ کا عقیدہ رکھنا ویسے ہی باطل عقیدہ ہے، جیسا کہ شیعہ کا عصمتِ ائمہ کا عقیدہ باطل ہے۔''

مرزا جہلمی صاحب کی یہ بریکٹ بالکل درست ہے کہ صحابہ معصوم عن الخطاء یعنی غلطی سے محفوظ نہیں بلکہ مغفور، (یعنی بخشی ہوئی ہستیاں ہیں)۔

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح عقیدۂ عصمتِ صحابہ باطل ہے، اسی طرح عقیدہ توہین صحابہ (جو مرزا صاحب کرتے رہتے ہیں اور تا حال کر رہے ہیں) بھی بالا ولی باطل اور گمراہی کا باعث ہے۔

☆ مرزا صاحب نے صفحہ نمبر 4 پر جو عنوان قائم کیا اس میں جنگِ جمل وصفین کو بغاوت و بدعت قرار دیا، حدیث نمبر 8 میں بدعتی کی سزا بیان کی اور بغاوت کو بدعت بھی کہا، اور حدیث نمبر 49 کے تحت بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کو باغی لکھا۔ گویا کہ مرزا صاحب سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کو بدعتی اور جہنمی کہہ رہے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک جبکہ محدثِ اعظم شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تشریح میں سیدہ عائشہ وسیدنا زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی غلطی کو اجتہادی خطا قرار دیا اور آخر میں یہاں تک لکھا ''جو نہ صرف معاف کر دی جاتی ہے بلکہ اس پر ایک اجر بھی ملتا ہے۔'' [سلسلة الصحيحة: 474]

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس پورے پمفلٹ کا جواب صرف ایک جملے میں دے دیا کہ یہ باغی گروہ نہیں تھا بلکہ ان کی اجتہادی خطاء تھی، جو نہ صرف معاف کر دی گئی بلکہ ان کو اس خطاء پر ایک اجر ملا بھی تھا۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کے اس ایک جملے نے مرزا صاحب کی تمام بریکٹوں اور غلط تشریحات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کو باغی لکھنا یا سمجھنا گمراہی ہے، (جیسا کہ مرزا صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ثابت کرنے کی ناکام و نامراد کوشش کی ہے) اور اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا جہلمی صاحب بدحواسی کے عالم میں ہیں اور خود تذبذب کا شکار ہیں۔ کبھی ان کو صحابہ کرام، کبھی باغی لکھ رہے ہیں اور کبھی ان کی معافی اور اجر کے قول لکھ کر اپنی ہی تردید کیے جا رہے ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث: اس روایت کا اس باب سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہے ماسوائے ذہنی خلفشار کے، کیونکہ نہ اس میں کسی جنگ کا تذکرہ ہے اور نہ کسی غلطی کا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث: یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے کیونکہ اس میں اسماعیل بن ابی خالد راوی مدلس ہے اور اس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اس راوی کو مدلس کہا ہے [مقالات: 547/2]

20

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

05 گی۔ اس فیصلہ پر سیدنا زبیر ؓ نے مشورہ دیا کہ نہیں بلکہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے تا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی راہ نکل سکے (اور وہ فتنہ و انتشار ختم ہو جائے جو شہادت سیدنا عثمان ؓ کے بعد سے جنم لے چکا تھا!)۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دن مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے (یہ غیبی خبر دیتے ہوئے بڑے افسوس کی حالت میں) ارشاد فرمایا تھا: ''تم (ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن) میں سے کسی ایک (زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا) کی حالت اُس وقت کیسی ہوگی، جب کہ اُس پر مقام حوأب کے کتے بھونکیں گے؟'' مُسند احمد اور مجمعُ الزوائد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابورافع ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ سے فرمایا: ''یاد رکھنا اے علی! عنقریب تمہارے اور عائشہ کے درمیان ایک (رنجش والا) معاملہ ہوگا۔'' سیدنا علی ؓ نے پوچھا: کیا میرے ساتھ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' سیدنا علی ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ پھر تو میں بڑا بد بخت ہوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! بلکہ جب ایسا ہو گا تو تم اُس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو اُسکی پناہ گاہ تک پہنچا دینا۔'' مجمعُ الزوائد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن سے ارشاد فرمایا: ''کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے میری کون سی بیوی ایک ایسے اونٹ پر سوار ہوگی کہ جس (اونٹ) کے چہرے پر بہت زیادہ بال ہونگے۔ حوأب کے کتے نکلیں گے اور اس کے دائیں بائیں، بہت زیادہ قتل و غارت ہوگی۔ اور پھر وہ بال بال بچ جائے گی!'' محدث اعظم سعودی عرب شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (المتوفی-1420 ھجری) اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''اس معاملہ میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حوأب مقام کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا تو انہیں تو واپس چلے جانا چاہیے تھا، لیکن احادیث میں آیا ہے کہ وہ واپس نہیں گئیں، یہ بات تو اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کی شان کو زیبا نہیں تھی۔ اس (علمی سوال پر) ہمارا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں کمال والی ہر صفت ہی پائی جاتی ہو، یاد رکھیں! لغزش اور غلطی سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کسی سنی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی قابل احترام ہستیوں کے بارے میں اتنا غلو کرے کہ انہیں شیعہ کی طرح معصوم اماموں کی صف میں لا کھڑا کرے (یعنی عصمت صحابہ کا عقیدہ بھی ویسا ہی باطل عقیدہ ہے جیسا کہ شیعہ کا عصمت آئمہ کا عقیدہ باطل ہے)۔ ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ خروج اصل میں خطا پر ہی مبنی تھا، اسی لئے جب اُن کو مقام حوأب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے پورے ہونے کا معلوم ہوا تو انہوں نے واپسی کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن سیدنا زبیر ؓ نے انہیں یہ کہہ کر واپسی کا ارادہ ترک کرنے پر قائل کر لیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں صلح کی کوئی صورت نکال دے گا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ سیدنا زبیر ؓ بھی اپنے اس اجتہاد میں خطا پر تھے۔ عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کو ضرور خطا پر قرار دیا جائے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے مابین سینکڑوں ہزاروں لوگوں کا خون ہوا۔ اور بیشک اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد ہی اس (جنگ جمل والے) معاملہ میں خطا پر مبنی تھا۔ اسکے بہت سے اسباب اور واضح دلائل موجود ہیں۔ (اور انکی) ایک دلیل تو اُن کا اپنے اس خروج پر نادم ہونا ہی ہے اور یہی ندامت اُنکے فضل و کمال کو زیبا بھی ہے۔ اُنکی یہ خطا اجتہادی خطاؤں میں سے ایک خطا تھی جو کہ نہ صرف معاف کر دی جاتی ہے بلکہ اُس پر ایک اجر بھی ملتا ہے۔'' صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنے بھانجے) سیدنا عبداللہ بن زبیر ؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے ان ہستیوں (رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ) کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ مجھے میری سوکنوں (ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن) کے ساتھ بقیع غرقد میں دفنانا، میں ان (تینوں عظیم ہستیوں) کے ذریعے اپنی شان نہیں بڑھانا چاہتی! المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا قیس تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخری وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک نیا کام سرزد ہو گیا۔'' محدث اعظم سعودی عرب شیخ البانی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''اس نئے کام سے آپ رضی اللہ عنہا کی مراد جنگ جمل میں شرکت کرنا تھا کیونکہ بعد میں آپ رضی اللہ عنہا اس سفر پر بہت شرمندہ تھیں اور اپنے عمل پر توبہ بھی کی۔ لیکن اُنہوں نے یہ کام بھی نیک نیتی سے ہی کیا تھا، بالکل اسی طرح سیدنا طلحہ ؓ، سیدنا زبیر ؓ اور دیگر کبار صحابہ ؓ نے بھی نیک نیتی کے ساتھ بھلائی کی اُمید پر اصلاح کی غرض سے اس سفر میں شرکت کی تھی۔''

[مُسند احمد: 24758 (جلد-11، صفحہ-67) اور 25161 (جلد-11، صفحہ-184)، السلسلۃ الصحیحۃ: 474، قال الشیخ الالبانی والشیخ الارنؤوط: اسنادہ صحیح]
[مُسند احمد: 27440 (جلد-12، صفحہ-269)، مجمعُ الزوائد: 12024 (جلد-7، صفحہ-163)، قال الامام الھیثمی: رواہ مُسند احمد و البزار و الطبرانی ورجالہ ثقات]
[مجمعُ الزوائد: 12026 (جلد-7، صفحہ-163)، قال الامام الھیثمی: رواہ مُسند البزار و رجالہ ثقات، قال الشیخ غلام مصطفی ظھیر فی السُنۃ-70: اسنادہ صحیح]
[صحیح بُخاری: 1391، المُصنف ابن ابی شیبۃ: 38927، قال الشیخ الالبانی: اسنادہ صحیح، السلسلۃ الصحیحۃ: 474، قال الشیخ الالبانی: اسنادہ صحیح]

13 المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا قیس بن حازم تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے: ''میں نے مروان بن حکم (جو جنگ جمل میں بنو اُمیہ کی طرف سے لوگوں کو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کے خلاف بھڑکانے والوں کا سرغنہ تھا) کو (جنگ جمل کے) اُس دن سیدنا طلحہ ؓ پر ہی تیر چلاتے ہوئے دیکھا تھا، جو اُن کے گھٹنے میں لگا اور وہ اُسی زخمی حالت میں مسلسل تسبیح کہتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔'' المُصنف ابن ابی شیبۃ اور فضائل الصحابۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ فرمایا کرتے: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ میں، سیدنا عثمان بن عفان ؓ، سیدنا طلحہ ؓ اور سیدنا زبیر ؓ اُن لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے: ''اور ہم اُن (ایمان والوں) کے سینوں میں سے ہر قسم کا کینہ کھینچ نکالیں گے (اور وہ) بھائیوں کی طرح (جنت کے) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔'' [سُورۃُ الحِجر: آیت نمبر 47]

[المُستدرک للحاکم: 5591، قال الامام حاکم والامام الذھبی: اسنادہ صحیح]
[المُصنف ابن ابی شیبۃ: 38976، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: 1057، قال الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ: اسنادہ صحیح]

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

06 نوٹ: چوتھے خلیفہ راشد اُمیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے مندرجہ بالا حدیث نمبر-13 میں تیسرے خلیفہ راشد اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ کا ذکر کیوں کیا؟ اس اہم بات کی حقیقت و حکمت اور اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ کی مظلومانہ شہادت کی حقیقی وجوہات کو جاننے کیلئے صحیح احادیث (نمبر-14 تا نمبر-16) ملاحظہ فرمائیں:

14 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا محمد بن حنفیہ تابعی رحمہ اللہ (جو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کی دوسری بیوی سیدہ حنفیہ رحمہا اللہ کے بیٹے تھے) بیان فرماتے ہیں: اگر سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے سیدنا عثمان بن عفان ؓ کا ذکر برائی سے کرنا ہوتا تو اُس دن کرتے جب کچھ لوگوں نے آ کر اُن (سیدنا علی ؓ) سے سیدنا عثمان ؓ کے گورنروں (کی ناانصافیوں و مظالم) کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے حکم دیا: ''رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی ہوئی یہ تحریر (جو بیت المال سے متعلق شرعی احکام پر مشتمل تھی) ساتھ لے کر سیدنا عثمان ؓ کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ اپنے گورنروں کو بیت المال میں رسول اللہ ﷺ کے سنت طریقہ پر تصرف کرنے کا حکم دیں۔'' چنانچہ میں سیدنا عثمان ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور سیدنا علی ؓ کا پیغام پہنچا دیا) تو انہوں (سیدنا عثمان ؓ) نے مجھ سے فرمایا: ''ہمیں اس (رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی تحریر) کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' چنانچہ میں اُس کو لے کر سیدنا علی ؓ کے پاس واپس آیا اور سارا واقعہ بیان کر دیا تو سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''اس (رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی ہوئی تحریر) کو اُسی جگہ پر رکھ دو جہاں سے اُٹھایا تھا۔'' صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا علی بن حسین تابعی رحمہ اللہ (المعروف امام سجاد زین العابدین) مروان بن حکم کا بیان نقل کرتے ہیں: ''میں (مروان) سیدنا عثمان بن عفان ؓ اور سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کے پاس اُس وقت موجود تھا جبکہ سیدنا عثمان ؓ حج تمتع (ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں ادا کرنے) سے منع کر رہے تھے۔ جب سیدنا علی ؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو کہا: ''لبیک بعمرة و حجة'' (یعنی عمرہ اور حج اکٹھا ادا کرنے کا اعلان کیا) اور فرمایا: ''میں کسی شخص کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ کی سنت ترک نہیں کروں گا۔'' صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: سیدنا عثمان بن عفان ؓ اور سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ دونوں مقام عُسفان پر اکٹھے ہوئے اور سیدنا عثمان ؓ حج تمتع سے روک رہے تھے تو سیدنا علی ؓ نے (سیدنا عثمان ؓ سے) فرمایا: ''آپ ؓ ایک ایسے عمل سے کیوں منع کر رہے ہیں جسے خود رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمایا ہے؟'' جواب میں سیدنا عثمان ؓ نے (سیدنا علی ؓ سے) فرمایا: ''آپ ؓ ہمارے معاملے میں دخل نہ دیں۔'' سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''میں اسے (دخل دیئے بغیر) چھوڑ نہیں سکتا۔'' پھر جب سیدنا علی ؓ نے یہ صورت حال دیکھی (کہ خلیفہ ثالث اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ اسی فیصلے پر ہی قائم ہیں) تو دونوں (حج و عمرہ) کو اکٹھا ادا کرنے کا اعلان کیا۔ صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: ابوساسان تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: میں سیدنا عثمان ؓ کے پاس موجود تھا کہ ولید بن عقبہ کو لایا گیا۔ (نوٹ: سیدنا عثمان ؓ کے اس گورنر کا تفصیلی تعارف آگے آ رہا ہے) اُس (ولید بن عقبہ) نے نماز فجر کی دو رکعت پڑھائیں اور پھر (نمازیوں سے) پوچھا: ''اور پڑھا دوں؟'' چنانچہ دو اشخاص نے گواہی دی جن میں سے ایک حمران تھا، کہ اُس (ولید) نے شراب پی ہوئی ہے۔ ایک اور آدمی نے گواہی دی کہ میں نے اُس (ولید) کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا: ''اس نے شراب پی ہے اسی لئے تو قے کی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے علی ؓ! اُٹھیں اور اسے (شراب نوشی کی حد) کوڑے لگائیں۔'' سیدنا علی ؓ نے (اپنے بیٹے سے) فرمایا: ''اے حسن ؓ! اُٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔'' اس پر سیدنا حسن ابن علی ؓ نے عرض کیا: ''جنھوں نے اس شخص (کے اقتدار) کا مزا لیا ہے وہی (یعنی سیدنا عثمان ؓ) اس کی تلخی بھی برداشت کریں۔'' (نوٹ: دراصل سیدنا حسن ابن علی ؓ کو ولید بن عقبہ جیسے بدکردار شخص کو گورنری کے عہدے پر فائز کرنے پہ شدید غصہ بھی تھا اور وہ بنو اُمیہ اور بنو ہاشم کے درمیان ہونے والے ممکنہ قبائلی تعصب سے بھی اجتناب کرنا چاہتے تھے۔) پھر سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''اے عبداللہ ابن جعفر! تم اُٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔'' چنانچہ انہوں نے کوڑے لگانے شروع کئے اور جب چالیس پر پہنچے تو (سیدنا علی ؓ) نے فرمایا: ''بس کرو! کیونکہ رسول اللہ ﷺ چالیس کوڑے لگوایا کرتے تھے، سیدنا ابوبکر ؓ بھی چالیس لگواتے تھے، اور (جبکہ) سیدنا عمر ؓ نے اسی کوڑے بھی لگوائے تھے۔ اور یہ سب عمل سنت ہی ہیں مگر یہ (چالیس والا عدد) مجھے (رسول اللہ ﷺ کی سنت ہونے کے باعث) زیادہ پسند ہے۔'' [صحیح بُخاری: 3111، 3112 اور 1563، صحیح مُسلم: 2964 اور 4457]

نوٹ: ولید بن عقبہ، سیدنا عثمان ؓ کا سوتیلا بھائی اور اُن کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اسکی غیر اخلاقی حرکتوں اور اسی طرح سیدنا عثمان ؓ کی جانب سے (تالیف قلب کیلئے) لگائے گئے بنو اُمیہ ہی کے چند رشتہ دار گورنروں کے افعال کی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنھم خلیفہ ثالث اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ سے ناراض تھے اور بالآخر یہی معاملات سیدنا عثمان ؓ کی مظلومانہ شہادت کا سبب بھی بنے۔ شہادت عثمان ؓ کو عبداللہ ابن سبا یہودی ملعون کے ایک بالکل اُلگ تھلگ فتنے سے جوڑ دینا دراصل صحیح الاسناد احادیث اور مستند تاریخ سے ناواقفیت اور فرقہ وارانہ کتمان حق کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں محدث اعظم پاک و ہند شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی-1435 ھجری) نے سُنی اور شیعہ دونوں کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی ملعون دونوں ہی مکاتب فکر کے ہاں نہ صرف ایک منافق شخصیت کے طور پر جانا جاتا ہے بلکہ یہاں تک مذکور ہے کہ اسے چوتھے خلیفہ راشد اُمیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے اپنے دور خلافت میں اسکے خلاف توحید گمراہ کن عقائد اور سیدنا مولیٰ علی ابن ابی طالب ؓ کی شان میں غلو پر مبنی نظریات پھیلانے کے سنگین جرم کی پاداش میں قتل کروا کے آگ میں ڈال کر جلوا بھی دیا تھا: [فتاوی علمیہ المعروف توضیح الاحکام للحافظ شیخ زبیر علیزئی: جلد-1 اور صفحہ-153 تا 159]

15 سُنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو امان دے دی (یعنی جان بخشی کا اعلان فرما دیا) مگر چار مردوں اور دو عورتوں کے متعلق حکم فرمایا: ''انہیں قتل کر دو خواہ یہ کعبہ کے پردوں سے کیوں نہ چمٹے ہوں (یعنی جان بچانے کے لئے کعبہ کی حرمت کا سہارا لیں تب بھی قتل کر دو کیونکہ اُن چاروں کے جرائم ناقابل معافی تھے) ان چاروں میں عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح شامل تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹی ہوئی حالت میں پکڑا گیا تو اُس کی طرف سیدنا سعید بن حریث ؓ اور سیدنا عمار بن یاسر ؓ دونوں لپکے مگر سیدنا عمار ؓ جوان آدمی تھے اس لئے پہلے جا پہنچے اور اُسے مار

حدیث نمبر 13: مستدرک حاکم کی حدیث

نمبر 1: اس واقعہ کو بیان کرنے والا راوی قیس بن ابی حازم ہے اس کے متعلق امام علی بن مدینی ؒ جو امام بخاری ؒ کے سب سے عظیم استاد ہیں وہ فرماتے ہیں: قیس بن حازم جنگِ جمل میں شریک ہی نہیں ہوا۔ [العلل: ص 50]

جب یہ راوی اس جنگ میں شریک ہی نہ تھا تو اس کا یہ واقعہ بیان کرنا قطعاً درست نہیں بلکہ منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

نمبر 2: اس سند میں وکیع کا شاگرد یحییٰ بن سلیمان جعفی ہے جس کے متعلق امام عقیلی ؒ فرماتے ہیں: یہ اگر چہ ثقہ ہے لیکن منکر روایات بھی بیان کرتا ہے۔

[تھذیب التھذیب: 222/4] اور یہ پہلے حوالے سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے

نمبر 3: اگر اس روایت کو صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو اشکال یہ ہے کہ اگر واقعتاً مروان بن حکم نے قیس بن ابی حازم کے سامنے عشرہ مبشرہ اور جنتی صحابی طلحہ بن عبداللہ ؓ کو شہید کیا تھا تو اس نے انکا دفاع کیوں نہیں کیا اور مروان سے بدلہ کیوں نہیں لیا اور وہاں کھڑا خاموش تماشہ کیوں بنا رہا۔ اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ اولاً یہ روایت ہی صحیح نہیں اور ثانیاً اس کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا گیا جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہے، میں نے مروان کو اس دن دیکھا جب طلحہ بن عبیداللہ ؓ کو تیر مارا گیا (مارنے والے کا علم نہیں) جو کہ ان کے گھٹنے میں لگا اور طلحہ بن عبیداللہ ؓ مسلسل تسبیح کہتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گے۔

اب سوال یہ ہے کہ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ ؓ کا قاتل اگر مروان نہیں تو پھر کون ہے؟ تو اس کا جواب پھر یہ ہے کہ وہ سیدنا علی ؓ کے ساتھ موجود (باغی قاتلین عثمان ؓ) میں سے ہی کوئی تھا لیکن اس کا نام وغیرہ معلوم نہیں۔ اور اس بات کے کئی شواہد و قرائن اور دلائل موجود ہیں۔

دلیل نمبر 1: مستدرک حاکم میں بھی موجود ہے طلحہ بن مصرف ؓ فرماتے ہیں: سیدنا علی ؓ نے سیدنا طلحہ ؓ کو ان کی شہادت کے بعد (اپنی گود میں) بٹھایا اور ان کے سر سے مٹی صاف کی، پھر اپنے بیٹے حسن بن علی ؓ کی طرف دیکھا اور فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں (کاش) میں آج سے تیس سال پہلے ہی فوت ہو چکا ہوتا (تا کہ میرے گروہ کا کوئی شخص ان کو شہید نہ کرتا)

قارئین! غور کریں۔

(۱) اگر واقعتاً مروان نے ہی قتل کیا ہوتا تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ مروان کے قریب ہی ہوتے اور انھی کی صفوں میں کھڑے ہوتے ،لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھانا ،انکی گرد و مٹی صاف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف جا چکے تھے اور ادھر سے ہی کسی نے اس کو شہید کیا تھا۔

(۲) اگر مروان نے ہی ان کو شہید کیا ہوتا تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی وفات کی بات نہ کرتے بلکہ مروان اور اس کے ساتھیوں کی بات ہی کرتے ۔

(۳) اگر مروان نے ہی قتل کیا ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کو کہتے کہ ایک طرف تم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا بدلہ لینے آئے ہو اور خود ایک عشرہ مبشرہ جنتی صحابی کے قاتل ہو چکے ہو۔لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسا بالکل بھی نہیں کہا۔

(۴) اگر مروان نے ہی قتل کیا ہوتا تو سیدنا علی نے ان کے قصاص کا مطالبہ کیوں نہیں کیا۔

دلیل نمبر۲۔سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے کیوں کہ ان کے نکاح میں ابوسفیان کی بیٹی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن فارعۃ بنت سفیان تھی۔غور کریں یہ تو خود بنوامیہ کے داماد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔تو مروان ان کو کیسے قتل کر سکتا تھا اور اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس سے قصاص نہ لیتے اور کیا تمام صحابہ اس جرم پر خاموش رہتے نہیں نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس کا قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ ہونا کسی صحیح صریح دلیل سے ثابت نہیں۔

دلیل نمبر۳۔ مروان بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے بدلہ لینے کے لیے جنگ جمل میں شریک تھا اور سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی یہ تو دونوں افراد ایک گروہ میں تھے اور ان کے نزدیک قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی پناہ لے رکھی تھی اور مروان یہ سمجھتا ہوتا کہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ ہی قاتل ہیں تو انکا بدلہ ادھر ہی ان سے لے لیتا اور جنگ کی نوبت ہی نہ آتی لیکن ایسا نہیں ہوا یہ دلیل ہے کہ نہ تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ قاتل عثمان رضی اللہ عنہ تھے اور نہ ہی مروان قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ تھا۔

دلیل نمبر۴۔ اگر مروان قاتل طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما ہوتا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام سجاد زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ مروان کے شاگرد کیوں بنے؟ کیا نعوذ باللہ انکو علم نہیں تھا کیا آپ کا ایمان اور ضمیر یہ برداشت کرتا ہے کہ ایک شخص قاتل طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما ہو اور سیدنا زین العابدین رحمہ اللہ نے ان کی شاگردی اختیار کر لی؟ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ زین العابدین کا مروان سے احادیث سننا اور آگے نقل کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل مروان نہیں بلکہ کوئی اور تھا۔

دلیل نمبر۵۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ورثاء (ان کے بیٹے ،ان کے بھائی ،امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی وغیرہ) میں سے کسی ایک نے بھی کبھی بھی مروان کو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل شمار نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے کبھی بھی اس سے قصاص کا مطالبہ کیا تو عین شاہدین اور ورثاء کا مروان کو قاتل ڈکلیئر نہ کرنا اس بات بھی روشن دلیل ہے کہ مروان قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ نہ تھا۔

دلیل نمبر۶۔ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کا اصل وارث یعنی ان کا بیٹا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کو ہی اپنے باپ کا قاتل سمجھتا تھا۔طبقات ابن سعد میں بسند صحیح یہ بات موجود ہے کہ ربعی بن حراش ثقہ تابعی فرماتے ہیں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو وہاں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کا بیٹا تشریف لایا اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سلام کہا تو (جواباً) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مرحبا کہا تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا کہنے لگا (ایک طرف) آپ مجھے مرحبا کہہ رہے ہیں جبکہ (دوسری طرف) آپ نے (یعنی آپ کے گروہ نے کیونکہ وہ ان کے ماتحت ہی تو تھے) میرے والد کو قتل بھی کیا اور میرا مال بھی پکڑ لیا تو اس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (قتل کی نفی نہیں کی اور نہ ہی مروان کو قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ کہا بلکہ) فرمایا: آپ کا مال بیت المال میں پہلے ہی الگ پڑا ہوا ہے اس کو جا کر لے لو اور جو تو نے یہ کہا کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا تو مجھے امید ہے کہ میں اور تیرے والد محترم طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا اور ہم ان (ایمان والوں) کے سینوں میں سے ہر قسم کا کینہ کھینچ نکالیں گے (اور وہ) بھائیوں کی طرح (جنت کے) تختوں کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

[سورۃ الحجر :آیت نمبر ٤٧]

(یہ معقول سوال سن کر) ھمدان کا ایک بھائی کہنے لگا: اللہ تعالی اس سے زیادہ عدل کرنے والا ہے (اس کی یہ بات سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک زوردار چیخ ماری کی در و دیوار میں سنائی دی اگر ہم ہی اس آیت کا مصداق نہیں تو پھر کون ہوگا؟

یہ وہ واضح دلیل اور روز روشن کی طرح چمکتی ہوئی وضاحت کہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار مروان نہیں تھا بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کا کوئی (نامعلوم) شخص تھا اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کی شہادت کی ذمہ داری مروان پر نہیں ڈالی بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ تعالی ہمیں جنت میں اکٹھا کر دے گا۔

مصنف ابن ابی شیبہ: جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خود سیّدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما (جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریبی ساتھی تھے جو نہ صرف ان جنگوں میں شریک ہوئے بلکہ پیش پیش تھے) کو جنتی مانتے ہیں تو

مرزا صاحب کا سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کو باغی کہنا غلط ہے اور اپنی تحریروں کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اجتہادی خطاء اور بغاوت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مرزا صاحب نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف بھی چھوڑ دیا۔ اسے حُبّ علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔ مرزا صاحب سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی دشمنی میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جیسی شخصیات بھی اگر انہیں جنتی سمجھیں تو مرزا صاحب پھر بھی ان کی مخالفت کرنا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ان کو جہنمی کہتے ہیں۔

حدیث نمبر 14: مرزا جی نے اس کے تحت روایات میں من مانی تاویلات کر کے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی کی ہے نیز صحیح مسلم کی ایک روایت میں کچھ الفاظ حذف کر کے حق چھپاتے ہوئے تحریف کی ہے، مزید یہ کہ سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے خیانتوں سے بھی کام لیا ہے۔

صحیح بخاری کی پہلی روایت: مرزا جہلمی صاحب نے اس حدیث سے یہ تأثر دینا چاہا کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر ناانصافیاں کرتے تھے اور وہ خود بھی احکاماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہیں کرتے تھے، حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ اسی حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، امام حمیدی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر اس وجہ سے واپس کی تھی کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی یہ تحریر موجود تھی، یا ان کو اس کا علم پہلے ہی سے تھا۔ [فتح الباري، تحت رقم: 3111] رہی بات گورنروں کی ناانصافیوں کی، تو یہ لوگوں کی بے جا اور بے دلیل شکایات تھیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ زیادہ بہتر جانتے تھے، اسی وجہ سے انہوں نے اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا۔

مرزا جہلمی صاحب نے اس روایت کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی حقیقی وجوہات کے تحت لکھ کر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے، کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے (جیسا کہ مرزا جہلمی صاحب کہہ رہے ہیں) کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین واحکامات کے مخالف تھے اور انہیں ناپسند کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کو دیکھنا اور اپنے پاس رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے تو پھر وہ خلیفۂ راشد کیسے ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر کیے جانے والے تمام اعتراضات جھوٹ پر مبنی ہیں اور ان کا غلط ہونا، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا سچا ہونا اور حق پر ہونا وحیِ الٰہی کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت ہے۔

ابو قلابہ تابعی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو ایلیاء میں کچھ خطباء کھڑے ہوئے اور انہوں نے کچھ بیان کیا۔ سب سے آخر میں صحابی رسول سیّدنا مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو میں یہاں کھڑا نہ ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک فتنے کا ذکر کیا تھا اور اس کو قریب کر کے بیان کیا تھا (یعنی وہ فتنہ بہت جلد ہوگا)۔ اتنے میں ایک آدمی کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن یہ اور اس کے ساتھی (گورنر) حق پر ہوں گے۔ میں آگے کو چلا اور اس آدمی کو کندھے سے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑا اور کہا: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مراد یہ آدمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! چنانچہ وہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ [مسند احمد : 12246]

لہٰذا مرزا جہلمی صاحب کا اس حدیث کی غلط تشریح (محدثین وسلفِ صالحین کے خلاف) اپنی بریکٹیں لگا کر کرنا، یا پھر اس کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اصل وجہ قرار دینا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین اور ان کے ساتھ بدترین دشمنی کی ایک مثال ہے۔

صحیح بخاری کی دوسری حدیث: پچھلی روایت کی طرح اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد بھی ماسوائے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض و دشمنی کے اور کچھ نہیں۔ کیا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین خلیفہ راشد، حاکمِ وقت کا اجتہادی طور پر (جس کا ان کو ایک ثواب بھی ملا) حجِ تمتع سے منع کرنا ان کی شہادت کی حقیقی وجہ ہے؟ نہیں نہیں اور بالکل نہیں، تو مرزا جہلمی صاحب کا اس روایت کو یہاں نقل کرنا دامادِ رسول سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اگر یہ ان کی شہادت کی اصل وجہ ہے، تو پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تو اپنے دورِ خلافت میں اسی عمل سے اجتہادی طور پر روکا تھا، تو کیا اُن کی شہادت بھی اسی وجہ سے ہوئی تھی؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو پھر ان کے فرق کی دلیل کیا ہے؟ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ روکیں تو اجتہادی خطاء اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ روکیں تو شہید کر دیے جائیں۔ **یا للعجب!**

نوٹ: امام زین العابدین جو واقعہ کربلا کے عینی شاہد ہیں وہ واقعہ کربلا کے بعد مروان بن حکم کے شاگرد تھے انکے پاس بیٹھتے تھے۔ ان کی باتیں سنتے تھے اور ان کو آگے بیان بھی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر 14 بخاری کی دوسری حدیث میں واضح ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ بنوامیہ میرے والد کے قاتل نہیں ہیں بلکہ اصل قاتل کوفی ہیں، اگر وہ بنوامیہ کو قاتل سمجھتے تو کبھی بھی مروان کی روایات کو سن کر آگے نقل نہ کرتے اور نہ ہی مروان کی شاگردی اختیار کرتے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بنوامیہ اور اہل بیت کے درمیان کوئی دشمنی اور تعصب نہیں تھا۔

صحیح مسلم کی پہلی حدیث: اس روایت کو بھی مرزا جہلمی صاحب نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دشمنی، بغض اور نفرت کی وجہ سے یہاں نقل کیا ہے کیونکہ یہ ان کے شہید ہونے کی اصل وجہ بالکل نہیں، تو پھر اس کو نقل کرنا توہین نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک کام سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کریں، اور وہی کام سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کریں، لیکن دونوں پر حکم الگ الگ، یہ ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب حجِ تمتع سے منع کیا تھا تو اس وقت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ''ری ایکشن'' کیا تھا؟ کیا اس وقت انہوں نے اس کے خلاف بھی کلمہ حق بلند کیا تھا یا خاموشی اختیار کی تھی؟

صحیح مسلم کی دوسری حدیث: سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لیکن مرزا جہلمی صاحب نے پورے پمفلٹ میں ان کے نام کے ساتھ نہ تو رضی اللہ عنہ لکھا اور نہ کوئی صیغۂ ادب ہی، بلکہ ان کی توہین ہی مرزا صاحب کے حصے میں آئی۔ سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق [تاریخ طبری 276/4 تا274 ۔ البداية والنهاية 155/7] میں ہے انھوں نے کوفہ (جو ہمیشہ سے فتنوں کی آماج گاہ رہا ہے) کے کچھ لوگوں کو بطورِ قصاص قتل کیا تو ان مقتولین کے ورثا سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے لگے اور ان کی کردار کشی کرنے لگے۔ اور طبری میں ہے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب خود سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے باز پرس کی تو انھوں نے حلف اُٹھا کر شراب پینے کی نفی کی اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی اصل دشمنی سے آگاہ کر دیا۔ اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی بتایا کہ گواہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں، چنانچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''ہم حد جاری کریں گے، جھوٹے گواہ خود جہنم کی سزا بھگتیں گے۔ میرے عزیز بھائی! دنیا کی اس معمولی تکلیف پر صبر کر! اور سیّدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم حد جاری کرو، ہم تک جو چیز پہنچی ہے ہم اس کے مطابق عمل کریں گے۔ لیکن جس نے کسی پر دست درازی کی اللہ تعالیٰ خود اس کے بدلے دست درازی کرنے والے سے نمٹ لے گا اور مظلوم کو اس کی جزا دے گا۔'' یہ ہے سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق واقعے کی اصل حقیقت کہ لوگوں نے ان کے متعلق سازش کی اور بعض لوگ اس سازش کا شکار ہو گئے، اسی لیے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (جو اصل حقیقت کو جان چکے تھے) انھیں حد لگانے میں تأمل کیا، پھر انہوں نے بعض لوگوں کے اصرار پر حد لگائی۔ [بخاری: 3696، 3872]

☆ اور بفرضِ محال اگر ایسا ہو تب بھی یہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے گورنروں کے پاک صاف اور نیک ہونے کی گواہی ہے کہ 12 سالہ دورِ خلافت میں صرف ایک واقعہ ہی (اور وہ بھی جھوٹا الزام ہے) پیش آیا اور اس پر بھی حد جاری کی گئی۔ یہ تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کمال عدل اور خوب انصاف کی دلیل ہے کہ اپنے سوتیلے بھائی کو بھی حد لگوائی۔ مزید یہ کہ سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت پر کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ [فتح الباري، تحت رقم : 3696]

اگر انھیں گورنر مقرر کرنا غلطی ہے تو کیا نعوذ باللہ، اس غلطی کی وصیت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی؟ پھر تو اصل مجرم مرزا جہلمی صاحب کے نزدیک سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ہوئے۔ (العیاذ باللّٰہ)

مرزا جہلمی صاحب کی اس واقعے کو نقل کرنے میں خیانتیں اور تحریفیں:

خیانت نمبر (۱) ''جنہوں نے اس شخص کے اقتدار کا مزا لیا ہے''۔ مرزا جہلمی صاحب نے یہ ترجمہ کر کے جہاں حدیث میں معنوی تحریف کی ہے اور اصل عبارت کا مفہوم بدلا ہے، وہاں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی توہین کی ہے، کیونکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اس حکومت کی ٹھنڈک کا نگران بنا ہے، وہی اس حکومت کی گرمی کا بھی نگران بنے۔ گویا اس روایت میں بات حکومت کی ہوئی ہے لیکن مرزا جہلمی صاحب نے ترجمہ اس انداز سے کیا: ''جنہوں نے اس شخص کے اقتدار کا مزا لیا ہے۔'' گویا مرزا جہلمی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے اقتدار کا مزا لیتے رہے۔ (نعوذ باللہ من ذالك) اس روایت میں نہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بات ہے اور نہ اس کے اقتدار کی یہ ترجمہ اور مفہوم مرزا جی نے صرف اور صرف بغض عثمان رضی اللہ عنہ محبتِ روافض میں کیا ہے۔

خیانت نمبر (۲) ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حد لگانے کا حکم دیا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا''۔ اس کے بعد چونکہ مرزا صاحب نے ایک نوٹ لگا کر (جو ابھی آ رہا ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم پر الزام تراشی کرنی تھی، اس لیے حدیث کا ترجمہ ہی چھپا گئے اور خود کو اپنے پمفلٹ کی پہلی آیت اور پہلی حدیث کا مصداق ثابت کر کے خوب لعنتوں کے مستحق بنے۔ صحیح مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حکم دیا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے پر ناراض ہوئے۔'' لیکن مرزا جہلمی صاحب نے اس ناراضی والے جملے کو چھپا کر حدیث میں کتمانِ علم کی لعنت اٹھائی اور آگے نوٹ لکھ کر حدیث میں تحریف بھی کر ڈالی۔

خیانت نمبر (۳) مرزا جہلمی صاحب نے یہ نوٹ لگا کر 3 جھوٹ بولے اور صحابی کی توہین کر کے اپنی رافضیت نوازی کا ثبوت دیا۔

جھوٹ (۱) ''سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ صحابی کو بدکردار لکھا'' یہ لفظ کسی حدیث میں نہیں ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ لفظ بدکردار (زانی) پر بولا جاتا ہے۔ کیا یہ صحابی ایسے تھے؟ (نعوذ باللہ) اور اگر اس بدکرداری سے آپ کی مراد بدعملی یعنی شراب نوشی ہے تو شرعی لحاظ سے جس کو جرم (وہ بھی مشکوک) کی سزا دنیا میں مل جائے، اس کی ایسے الفاظ میں کردار کشی کرنا کس آیت یا حدیث میں مرزا جی نے پڑھا ہے؟ حالانکہ وہ حد تو اس شخص کے لیے اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے [صحیح بخاری: 18]، اور مرزا جی ایک صحابی پر بدزبانی کر

رہے ہیں۔ یہ کیسی تبلیغ ہے؟ کہیں یہ سازش تو نہیں؟ یہ غیروں کے ایجنڈے پر عمل تو نہیں کیا جا رہا؟ مرزا صاحب نے ان کو بدکردار لکھ کر توہین بھی کی ہے اور ان کی بدکرداری کی کوئی دلیل بھی نہیں دی۔ یاد رہے کہ کسی بھی عام مسلمان کو بدکردار کہنا کتنا بڑا جرم ہے بلکہ تہمت ہے اور یہ تو ایک صحابی ہیں۔ اگر انکا بدکردار ہونا ثابت نہ ہو سکے اور یقیناً نہیں ہو سکے گا تو تہمت لگانے والے پر (80) کوڑوں کی حد جاری ہوتی ہے۔ (جو مرزا جہلمی صاحب پر دنیا میں نہ سہی دربارِ الٰہی میں ضرور جاری ہوگی۔) ان شاء اللہ

جھوٹ (۲) ''سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو گورنری کے عہدے پر فائز کرنے پر شدید غصہ بھی تھا'' مرزا جہلمی صاحب کا یہ جھوٹ اور سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے۔ کیا مرزا صاحب کو شیطان نے وحی کی ہے؟ یا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خود کسی جگہ اس کی وضاحت کی ہے؟ یا کسی محدث نے بیان کیا ہے؟ کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر غصہ تھا اگر بیان کیا ہے تو حوالہ دیں، ورنہ اپنا شیطانی الہام اپنے پاس ہی رکھیں۔ اگر واقعتاً سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اس پر شدید غصہ تھا تو کیا ان کو سیّدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر بھی غصہ تھا؟ کیونکہ سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو تو سیّدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے دورِ خلافت میں اہم عہدوں پر متعین کر رکھا تھا۔ سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں الجزیرہ کے عامل تھے۔

[طبری: 271/4]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے جنہیں عامل بنایا، میں نے بھی انھی کے قبائل اور انھی جنس کے لوگوں کو عامل بنایا۔ [منهاج السنة 145/2۔175]

جھوٹ (3) ''بنوامیہ اور بنوہاشم کے درمیان ہونے والے ممکنہ قبائلی تعصب'' یہ عبارت بھی مرزا جہلمی صاحب نے صرف اپنے خبثِ باطن کے اظہار اور صحابہ کی دشمنی کی بنا پر لکھی ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے درمیان قبائلی وجاہلی تعصب تھا۔ **نعوذ باللہ من ذلک۔**

نمبر (۱) اگر واقعتاً ایسی بات ہوتی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہلِ خانہ موجود نہ ہوتے۔ لیکن ان کی وہاں موجودگی مرزا صاحب کی اس نازیبا بریکٹ کی نفی کر رہی ہے۔

نمبر (۲) اور اگر ان کا آپس میں کوئی تعصب ہوتا تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کبھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو حد جاری کرنے کا حکم نہ دیتے، بلکہ انہوں نے تو یہ حکم ہی ان کی عظمت کے پیش نظر دیا تھا۔

نمبر (۳) اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے انکار پر کبھی ناراض نہ ہوتے (افسوس! کہ مرزا جی یہ آخری جملہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر ناراض ہونا اس حدیث کے ترجمے سے چھپا کر ہزاروں لعنتوں کے مستحق بنے)۔ سیّدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم وغیرہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک ہونا اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اُن سے حد جاری کروانے کا مطالبہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اُن کا آپس میں کوئی قبائلی تعصب نہیں تھا۔ یہ صرف مرزا صاحب کی خباثت ہے۔

نوٹ: مرزا صاحب نے حسبِ عادت اس روایت میں بھی کتمانِ علم کر کے خوب لعنتیں کمائیں۔

قارئین کرام! اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حد لگانے سے انکار کیا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان کی اس بات کی وجہ سے (جو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہی تھی جس پر حاشیہ آرائی کر کے مرزا صاحب لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں) سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے۔ لیکن چونکہ یہ جملہ مرزا صاحب کے زعمِ باطل کے خلاف دلیل تھا اس لیے اس جملے کا ترجمہ ہی چھپا لیا اور الٹا اس حدیث پر بریکٹ لگا کر اس کا مزید مفہوم بگاڑنے کی کوشش کی۔ **لعنة اللہ علی الکاذبین**

مرزا صاحب کے نوٹ کا جواب: مرزا صاحب نے اس نوٹ میں (4) جھوٹ بولے ہیں۔

جھوٹ نمبر (1) مرزا صاحب نے نوٹ کی پہلی لائن میں ایک صحابی سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ جملہ لکھا ہے ''اس کی غیر اخلاقی حرکتوں'' ہم مرزا صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ اُن کی کوئی ایک غیر اخلاقی حرکت ثابت کریں۔ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو اس الزام، بدتمیزی اور توہین صحابی کی سزا، ان شاءاللہ تمہیں قبر، جہنم اور حشر میں بھگتنا پڑے گی۔ یا پھر زندگی میں اپنے کیے پر سچی توبہ کرلو۔ رہا مسئلہ اُن کا شراب پینا، اوّل تو وہ اس کا انکار کرتے تھے، جیسا کہ طبری کے حوالے سے گزر چکا ہے [تاریخ طبری 276/4 تا 2، البداية والنهاية 155/7] بالفرض اگر ثابت ہو بھی جائے تو ان کو اس کی سزا مل گئی تھی، اس کے بعد ان پر طنز وطعن کرنا، خود کو ہلاکت کے گڑھے میں گرانے کے مترادف ہے۔

جھوٹ نمبر (2) دوسری لائن میں ''چند رشتہ دار گورنروں کے افعال کی وجہ سے'' اس عبارت میں چند گورنر، جو مرزا صاحب کے دماغ میں ہیں، اُن کا تذکرہ کرنا بھی ضروری تھا جو مرزا صاحب نہ کر سکے، کیونکہ یہ اُن کا سراسر جھوٹ ہے۔ ورنہ بیان کر دیتے۔ اگر بیان کر دیتے تو اُن کے برے افعال بھی ثابت کرنے پڑتے تھے۔ لہٰذا مرزا صاحب نے صرف اتنا ہی جھوٹ

بولنے پر اکتفا کیا۔ ہمارا مرزا صاحب سے مطالبہ ہے کہ وہ چند رشتہ دار گورنر اور اُن کے بُرے افعال (جن کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے) پہلے بتائیں، پھر اُن افعال کو ثابت بھی کریں۔ لیکن یہ قیامت تک نہیں ہوسکتا۔ ﴿ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ [سبا: 52] ''اور ان کے لیے دور جگہ سے (ایمان کو) حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔''

بدبختی کی انتہا ہے کہ اپنے بعض مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ہستیوں پر بھی الزام تراشی کو مرزا صاحب اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں۔

یاد رہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت اہم عہدوں پر فائز اور گورنروں کی تعداد (26) تھی، ان میں سے صرف 3 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے (1) بصرہ میں سیّدنا عبداللہ بن عامر بن کریز اموی رضی اللہ عنہ۔ (2) شام میں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ (3) مصر میں سیدنا عبداللہ بن سعد اموی رضی اللہ عنہ۔ [طبری 421.2/4] اور اُن میں سے بھی آخری دو صحابی (سیّدنا معاویہ اور سیّدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہما) ہیں، اور یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی اہم مناصب پر مامور تھے۔ باقی رہ گیا صرف ایک اور اسکا بھی کوئی بُرا فعل ثابت نہیں جسکی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناراض ہوں، تو اُس کی وجہ سے اتنا شور کرنا کہ قرابت داروں کو گورنر بنا دیا۔ یہ مرزا صاحب کے دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے، کوئی عقل و دانش رکھنے والا ایسا اعتراض نہیں کرسکتا۔

جھوٹ نمبر (3) ''بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے''۔ وہ کون سے صحابہ تھے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے؟ اُن کے نام مرزا صاحب پر ان کی وفات تک قرض ہے کہ اُن کے نام بسند صحیح ثابت کریں کہ فلاں فلاں صحابی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے فلاں فلاں گورنر کے فلاں فلاں برے افعال کی وجہ سے ناراض تھے۔ اگر نہ بتا سکیں اور یقیناً نہیں بتا سکتے، تو اس الزام کا جواب مرزا صاحب کو روز قیامت بارگاہِ الٰہی میں جواب دینا پڑے گا۔

جھوٹ نمبر (4) دوسری لائن کے آخر میں ''بالآخر یہی معاملات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا سبب بھی بنے۔''

مرزا جہلمی صاحب نے گزشتہ دو لائنوں میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں پر چند الزام لگائے (جن کی حقیقت ہم نے بیان کردی)، اب اپنی عقل سے اُن جھوٹے الزامات کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنا دیا۔ مرزا جی! وہ الزامات تو آپ نے بغیر حوالے کے لگائے ہیں، وہ کیسے اُن کی شہادت کا سبب بن سکتے ہیں؟ اگر واقعتاً آپ فہم کے مطابق وہ اسباب ہی ان کی شہادت کا سبب تھے، تو تب بھی انصاف کا تقاضا تھا کہ وہ لوگ اُن گورنروں کے خلاف آواز اٹھاتے انھیں معزول کرواتے۔ اور اگر اُن کے اعمال اس قدر برے تھے کہ وہ واجب القتل تھے، تو ان گورنروں کو قتل کیا جاتا، نہ کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جاتا بہر صورت نہ تو یہ باتیں ان کی مظلومانہ شہادت کا سبب تھیں اور نہ اُن کے گورنر ہی ایسے تھے۔ یہ صرف مرزا جی نے اپنی قبر کی آگ کو ہی مزید تیز کیا ہے۔

نوٹ: اسی روایت کے تحت مرزا صاحب نوٹ لگا کر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے سنی اور شیعہ دونوں کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی دونوں ہی مکاتبِ فکر کے ہاں منافق شخصیت کے طور پر جانا جاتا ہے؟ **لعنت اللہ علی الکاذبین**

قارئین! شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مختلف ائمہ اہلِ سنت کے اقوال پیش کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا اور اس کے پیروکاروں کو منافق نہیں بلکہ رافضی (شیعہ) ثابت کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہ تو سبائی، (عبداللہ بن سباء والا یعنی شیعہ) ہوں اور نہ حروری (خارجی) ہوں۔ مزید لکھتے ہیں: لفظ سبائی کی تشریح میں امام ابوجعفر العقیلی فرماتے ہیں: یہ رافضیوں کی ایک قسم ہے یہ عبداللہ بن سباء کے پیروکار تھے [فتاویٰ علمیہ، جلد:2، صفحہ:154]

مزید لکھتے ہیں، سبائیوں سے مراد رافضیوں (شیعوں) کی ایک قسم ہے، وغیرہ وغیرہ۔ شیخ زبیر علی زئیؒ نے اس پورے مقالے میں کسی ایک جگہ بھی اہل سنت اور شیعہ کی کتب سے اس کو منافق ثابت نہیں کیا بلکہ اس کو شیعہ ہی ثابت کیا ہے۔ لہٰذا مرزا جی کا یہ کہنا کہ انھوں نے سنی اور شیعہ دونوں مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء یہودی دونوں مکاتب فکر کے ہاں منافق شخصیت کے طور پر جانا جاتا تھا بہت بڑا جھوٹ اور شیخ رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔ جس کا جواب مرزا جی کو قیامت کے دن دینا ہوگا۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

نوٹ چوتھے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ نے مندرجہ بالا حدیث نمبر-13 میں تیسرے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ﷛ کا ذکر کیوں کیا؟ 06
اس اہم بات کی حقیقت و حکمت اور امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ﷛ کی مظلومانہ شہادت کی حقیقی وجوہات کو جاننے کیلئے صحیح احادیث (نمبر-14 تا نمبر-16) ملاحظہ فرمائیں:

14 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا محمد بن حنفیہ تابعی رحمہ اللہ (جو سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ کی دوسری بیوی سیدہ حنفیہ رحمہا اللہ کے بیٹے تھے) بیان فرماتے ہیں: اگر سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ نے سیدنا عثمان بن عفان ﷛ کا ذکر برائی سے کرنا ہوتا تو اُس دن کرتے جب کچھ لوگوں نے آ کر اُن (سیدنا علی ﷛) سے سیدنا عثمان ﷛ کے گورنروں (کی ناانصافیوں و مظالم) کی شکایت کی تو اُنھوں نے مجھے حکم دیا: ''رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی ہوئی یہ تحریر (جو بیت المال سے متعلق شرعی اَحکام پر مشتمل تھی) ساتھ لے کر سیدنا عثمان ﷛ کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ اپنے گورنروں کو بیت المال میں رسول اللہ ﷺ کے سنت طریقہ پر تصرف کرنے کا حکم دیں۔'' چنانچہ میں سیدنا عثمان ﷛ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور سیدنا علی ﷛ کا پیغام پہنچا دیا) تو اُنہوں (سیدنا عثمان ﷛) نے مجھ سے فرمایا: ''ہمیں اس (رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی تحریر) کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' چنانچہ میں اُس کو لے کر سیدنا علی ﷛ کے پاس واپس آیا اور سارا واقعہ بیان کر دیا تو سیدنا علی ﷛ نے فرمایا: ''اس (رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی ہوئی تحریر) کو اسی جگہ پر رکھ دو جہاں سے اُٹھایا تھا۔'' **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا علی بن حسین تابعی رحمہ اللہ (المعروف امام سجاد زین العابدین) مروان بن حکم کا بیان نقل کرتے ہیں: ''میں (مروان) سیدنا عثمان بن عفان ﷛ اور سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ کے پاس اُس وقت موجود تھا جبکہ سیدنا عثمان ﷛ حج تمتع (ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں اَدا کرنے) سے منع کر رہے تھے۔ جب سیدنا علی ﷛ نے یہ صورت حال دیکھی تو کہا: ''لبیک بعمرة و حجة'' (یعنی عمرہ اور حج اکٹھا ادا کرنے کا اعلان کیا) اور فرمایا: ''میں کسی شخص کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ کی سنت ترک نہیں کروں گا۔'' **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: سیدنا عثمان بن عفان ﷛ اور سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ دونوں مقام عسفان پر اکٹھے ہوئے اور سیدنا عثمان ﷛ حج تمتع سے روک رہے تھے تو سیدنا علی ﷛ نے (سیدنا عثمان ﷛ سے) فرمایا: ''آپ ﷛ ایک اَیسے عمل سے کیوں منع کر رہے ہیں جسے خود رسول اللہ ﷺ نے اَدا فرمایا ہے؟'' جواب میں سیدنا عثمان ﷛ نے (سیدنا علی ﷛ سے) فرمایا: ''آپ ﷛ ہمارے معاملے میں دخل نہ دیں۔'' سیدنا علی ﷛ نے فرمایا: ''میں اسے (دخل دیئے بغیر) چھوڑ نہیں سکتا۔'' پھر جب سیدنا علی ﷛ نے یہ صورت حال دیکھی (کہ خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ﷛ اسی فیصلے پر ہی قائم ہیں) تو دونوں (حج و عمرہ) کو اکٹھا ادا کرنے کا اعلان کیا۔ **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** ابوساسان تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: میں سیدنا عثمان ﷛ کے پاس موجود تھا کہ ولید بن عقبہ کو لایا گیا۔ (**نوٹ:** سیدنا عثمان ﷛ کے اس گورنر کا تفصیلی تعارف آگے آ رہا ہے) اُس (ولید بن عقبہ) نے نماز فجر کی دو رکعت پڑھائیں اور پھر (نمازیوں سے) پوچھا: ''اور پڑھا دوں؟'' چنانچہ دو اشخاص نے گواہی دی جن میں سے ایک حمران تھا، کہ اُس (ولید) نے شراب پی ہوئی ہے۔ ایک اور آدمی نے گواہی دی کہ میں نے اُس (ولید) کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو سیدنا عثمان ﷛ نے فرمایا: ''اس نے شراب پی ہے اسی لئے تو قے کی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اَے علی ﷛! اُٹھیں اور اِسے (شراب نوشی کی حد) کوڑے لگائیں۔'' سیدنا علی ﷛ نے (اَپنے بیٹے سے) فرمایا: ''اَے حسن ﷛! اُٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔'' اس پر سیدنا حسن ابن علی ﷛ نے عرض کیا: ''جنھوں نے اس شخص (کے اقتدار) کا مزا لیا ہے وہی (یعنی سیدنا عثمان ﷛) اس کی تلخی بھی برداشت کریں۔'' (**نوٹ:** دراصل سیدنا حسن ابن علی ﷛ کو ولید بن عقبہ جیسے بدکردار شخص کو گورنری کے عہدے پر فائز کرنے پہ شدید غصہ بھی تھا اور وہ بنوامیہ اور بنو ہاشم کے درمیان ہونے والے ممکنہ قبائلی تعصب سے بھی اجتناب کرنا چاہتے تھے۔) پھر سیدنا علی ﷛ نے فرمایا: ''اَے عبداللہ ابن جعفر! تم اُٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔'' چنانچہ اُنھوں نے کوڑے لگانے شروع کئے اور جب چالیس پر پہنچے تو (سیدنا علی ﷛) نے فرمایا: ''بس کرو! کیونکہ رسول اللہ ﷺ چالیس کوڑے لگوایا کرتے تھے، سیدنا ابوبکر ﷛ بھی چالیس لگواتے تھے، اور (جبکہ) سیدنا عمر ﷛ نے اسی کوڑے بھی لگوائے تھے۔ اور یہ سب عمل سنت ہی ہیں مگر یہ (چالیس والا عدد) مجھے (رسول اللہ ﷺ کی سنت ہونے کے باعث) زیادہ پسند ہے۔'' [صحیح بخاری: 3111، 3112 اور 1563 ، صحیح مُسلم : 2964 اور 4457]

نوٹ ولید بن عقبہ، سیدنا عثمان ﷛ کا سوتیلا بھائی اور اُن کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اسکی غیر اَخلاقی حرکتوں اور اسی طرح سیدنا عثمان ﷛ کی جانب سے (تالیف قلب کیلئے) لگائے گئے بنوامیہ ہی کے چند رشتہ دار گورنروں کے اَفعال کی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلیفہ ثالث اَمیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ﷛ سے ناراض تھے اور بالآخر یہی معاملات سیدنا عثمان ﷛ کی مظلومانہ شہادت کا سبب بھی بنے۔ شہادتِ عثمان ﷛ کو عبداللہ ابن سبا یہودی ملعون کے ایک بالکل الگ تھلگ فتنے سے جوڑ دینا دراصل صحیح الاسناد احادیث اور مستند تاریخ سے ناواقفیت اور فرقہ وارانہ کتمان حق کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں محدث اعظم پاک و ہند شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی-1435 ہجری) نے سُنّی اور شیعہ دونوں کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی ملعون دونوں ہی مکاتب فکر کے ہاں نہ صرف ایک منافق شخصیت کے طور پر جانا جاتا ہے بلکہ یہاں تک مذکور ہے کہ اسے چوتھے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ نے اَپنے دورِ خلافت میں اسکے خلافِ توحید گمراہ کن عقائد اور سیدنا مولیٰ علی ابن ابی طالب ﷛ کی شان میں غلو پرمبنی نظریات پھیلانے کے سنگین جرم کی پاداش میں قتل کروا کے آگ میں ڈال کر جلوا بھی دیا تھا: [فتاوی علمیہ المعروف توضیح الاحکام للحافظ شیخ زبیر علیزئی - جلد - 1 اور صفحہ - 153 تا 159]

15 **سُنن نسائی کی حدیث میں ہے:** سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷛ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو اَمان دے دی (یعنی جان بخشی کا اعلان فرما دیا) مگر چار مردوں اور دو عورتوں کے متعلق حکم فرمایا: ''انہیں قتل کر دو خواہ یہ کعبہ کے پردوں سے کیوں نہ چمٹے ہوں (یعنی جان بچانے کے لئے کعبہ کی حرمت کا سہارا لیں تب بھی قتل کر دو کیونکہ اُن چاروں کے جرائم ناقابل معافی تھے) ان چاروں میں عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح شامل تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹی ہوئی حالت میں پکڑا گیا تو اُس کی طرف سیدنا سعید بن حریث ﷛ اور سیدنا عمار بن یاسر ﷛ دونوں لپکے مگر سیدنا عمار ﷛ جوان آدمی تھے اس لئے پہلے جا پہنچے اور اُسے مار ڈالا۔ اسی طرح مقیس بن صبابہ بازار میں لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا اور وہیں مارا گیا، البتہ عکرمہ بن ابوجہل فرار ہو کر بحری جہاز پر سوار ہو گیا۔ سمندری سفر کے دوران طوفان نے آ لیا تو سب کہنے لگے، اَب تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، یہاں تمہارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہ آئیں گے۔ چنانچہ عکرمہ نے (دل میں) دُعا کرتے ہوئے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر صرف اللہ تعالیٰ ہی مجھے سمندری آفت سے نجات دلا سکتا ہے تو خشکی میں بھی وہی نجات دہندہ ہے۔ اَے اللہ تعالیٰ! میرا تجھ سے پکا عہد ہے کہ اگر تو نے مجھے اس (طوفان) سے بچا لیا تو سیدھا جا کر (تیرے نبی) محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اُن کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دوں گا (یعنی اسلام قبول کر لوں گا) یقیناً وہ بہت معاف کرنے والے اور وسیع الظرف شخصیت کے مالک ہیں۔ چنانچہ پھر (جب اُسے نجات ملی تو) وہ آیا اور (آپ ﷺ کے ہاتھ پر) اسلام قبول کر لیا۔ اَب (چوتھا ناقابل معافی شخص) عبداللہ بن ابی سرح (کچھ عرصہ کیلئے) سیدنا عثمان بن عفان ﷛ کے پاس روپوش رہا (**نوٹ:** سیدنا عثمان ﷛ نے قریبی رشتہ داری کی بنا پر اُسے پناہ دے دی تھی)، پھر جب آپ ﷺ نے سب لوگوں کو بیعت اسلام کے لئے بلایا تو وہ (سیدنا عثمان ﷛) اُس (عبداللہ بن ابی سرح) کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس کی بیعت بھی قبول فرما لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر مبارک اُٹھا کر اس کو تین بار دیکھا مگر سر مبارک کا اشارہ فرما کر (تینوں بار بیعت لینے سے) انکار فرمایا۔ پھر آخر کار بیعت لے لی۔ مگر پھر (اُن دونوں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: ''تم میں کوئی ایک سمجھدار آدمی بھی اَیسا نہ تھا جو (صورت حال کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے) اُس (عبداللہ بن ابی سرح) کو قتل کر دیتا جبکہ میں اُس کی بیعت سے گریز کر رہا تھا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اَے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! ہمیں آپ ﷺ کی خواہش کا علم کیونکر ہو سکتا تھا؟ (بس ایک دفعہ ہمیں) آپ ﷺ آنکھ سے اشارہ فرما دیتے!'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی بھی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے اشارہ کرے۔'' (**نوٹ:** آنکھ سے اشارہ کرنے کا یہ عمل ہر معاشرے میں ایک قسم کی خیانت سمجھا جاتا ہے) **سُنن نسائی کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''جو کوئی کفر کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، سوائے اُس کے کہ جسے مجبور کیا جائے، تو اُس کے لئے بڑا عذاب ہے۔'' [النحل : 106] کی تفسیر میں فرمایا کہ اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا: ''پھر بے شک آپ ﷺ کا رب بہت بخشنے والا مہربان ہے، اُن لوگوں کو جو فتنے میں ڈالے گئے تھے پھر اُنہوں نے ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا۔'' [النحل : 110] سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛ نے فرمایا: ''سورۃ النحل کی یہ آیت جس میں شرح صدر ہونے کے باوجود کفر کرنے کا ذکر ہے، یہ آیت عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں ہے جو (سیدنا عثمان ﷛ کی طرف سے) مصر کا گورنر بن گیا تھا۔ (حالانکہ) یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا پھر شیطان نے اسے پھسلایا اور یہ کفار سے جا ملا تو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اسے قتل کرنے کا حکم دیا مگر سیدنا عثمان ﷛ نے (اَپنی رشتہ داری کے سبب سفارش کر کے) اسے پناہ دلوا دی تھی۔'' **سُنن ابو داؤد کی حدیث میں ہے:** اَمیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب ﷛ کے مؤذن سیدنا اقرع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر ﷛ نے مجھے ایک پادری کے پاس بھیجا اور پھر اُسے سیدنا عمر ﷛ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ سیدنا عمر ﷛ نے اُس سے پوچھا: ''کیا میرا ذکر تمہاری کتاب میں موجود ہے؟'' اُس نے عرض کیا: ''جی ہاں!'' پھر آپ ﷛ نے فرمایا: ''میرے بارے میں کیا لکھا ہے؟'' اُس نے عرض کیا: ''ایک قرن!'' (یہ سن کر) آپ ﷛ نے اُس پر (مارنے کے لئے) دُرہ تان لیا پھر پوچھا: ''کس قسم کا قرن؟'' اُس نے عرض کیا: ''شدید مضبوط اور سخت اَمانت دار۔'' آپ ﷛ نے پوچھا: ''میرے بعد آنے والے (خلیفہ) کا ذکر کن اَلفاظ میں ہے؟'' اُس نے عرض کیا: ''اُس کا ذکر یہ ہے کہ وہ خلیفہ تو نیک ہو گا، مگر وہ اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دے گا۔'' سیدنا عمر ﷛ نے (یہ سن کر) تین بار یہ دُعا کی: ''اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے۔'' (**نوٹ:** سیدنا عمر ﷛ اُس پیش گوئی کو سمجھ گئے کیونکہ انھیں مندرجہ بالا صحیح الاسناد اَحادیث میں آئے واقعات کی روشنی میں سیدنا عثمان ﷛ کی یہ بشری کمزوری خوب معلوم تھی) سیدنا عمر ﷛ نے پھر سوال کیا: ''اُس (سیدنا عثمان ﷛) کے بعد آنے والے کا کیا ذکر ہے؟'' اُس نے عرض کیا: ''وہ تو لوہے میں ہی لپٹا رہے گا۔ (یعنی جنگوں میں مصروف رہے گا)'' (یہ سن کر) سیدنا عمر ﷛ نے اَپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھا اور فرمایا: ''اَے نالائق! اَے نالائق! (یہ کیا کہہ رہا ہے؟)'' اُس نے عرض کیا: ''اَے امیر المومنین! بیشک وہ (یعنی سیدنا علی ﷛) ایک نیک سیرت خلیفہ ہو گا، لیکن اُس کے خلیفہ بنائے جانے کے وقت تلوار نیام سے نکالی جا چکی ہو گی اور خون بہایا جا رہا ہو گا (یعنی مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی شروع ہو چکی ہو گی) **جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوبکرہ ﷛ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: ''کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' ایک شخص نے عرض کیا: ''جی ہاں! میں نے یہ دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اُترا ہے، جس میں آپ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ﷛ کو تولا گیا تو آپ ﷺ بھاری نکلے، اور پھر سیدنا عمر ﷛ اور سیدنا ابوبکر ﷛ کو آپس میں تولا گیا تو سیدنا ابوبکر ﷛ بھاری ثابت ہوئے، پھر سیدنا عمر ﷛ اور سیدنا عثمان کا وزن کیا گیا تو سیدنا عمر ﷛ کا وزن زیادہ نکلا، پھر وہ ترازو (واپس آسمان کی طرف) اُٹھا لیا گیا۔'' (یہ سن کر) ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ (یعنی شہادتِ عمر ﷛ کے بعد معاملات میں تغیر آنے لگے گا۔) [سُنن نسائی : 4072 اور 4074 ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]
[سُنن ابی داؤد : 4656 ، قال الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح ، جامع ترمذی : 2287 ، قال الامام الترمذی والشیخ الالبانی : اسنادہ صحیح]

16 **صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک چھتری نما بادل سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور لوگ اسے اپنی ہتھیلیوں میں سمیٹ رہے ہیں، کوئی زیادہ اور کوئی کم لے رہا ہے، پھر اچانک ایک رسی دیکھی جو زمین سے آسمان تک تنی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کے بعد ایک اور آدمی اُسی رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا، پھر اُس کے بعد ایک دوسرے شخص نے اُسی رسی کو پکڑا اور اوپر چڑھ گیا، پھر ایک تیسرے شخص نے اُسی رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی مگر پھر اُس رسی کو اُس شخص کیلئے جوڑ دیا گیا۔ (یہ خواب سن کر) سیدنا ابوبکر ﷛ نے عرض کیا: ''اَے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، مجھے اس (خواب) کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دیجئے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے تعبیر

حدیث نمبر 15: اس کے تحت مرزا جی نے **دو ضعیف روایات** نقل کیں اور ایک حدیث کا آخر سے ترجمہ چھپا کر خیانت کی ہے نیز جگہ جگہ بریکٹیں لگا کر صحابہ سے دشمنی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو!

نوٹ: (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قریبی رشتہ داری کی بنا پر اُسے پناہ دی تھی) مرزا صاحب کا بریکٹ میں یہ عبارت لکھنا اگر اعتراض کے طور پر ہے تو یہ اعتراض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا پر بھی ہے۔ اُنھوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فتحِ مکہ کے موقع پر پناہ دی تھی جو ہمیشہ اسلام کے مخالف رہے، حتیٰ کہ ہجرتِ حبشہ کے بعد اہلِ مکہ نے اُن کو مسلمانوں کے خلاف نجاشی کے پاس بھی بھیجا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُن کو قتل کرنا چاہتے تھے، لیکن سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے اُن کو پناہ دے کر بچا لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ پر مسلمان ہونے والے اس صحابی کو ''الجند'' کا عامل بھی مقرر کیا اور بعد میں یہ سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے دور تک اپنے اس عہدے پر فائز رہے۔ [الاستیعاب 351/1] اور اگر اس جگہ سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا پر اعتراض نہیں ہو سکتا تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بالاولیٰ اعتراض نہیں ہو سکتا۔

مرزا جہلمی صاحب کی بیان کردہ اس حدیث کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں اور اگر اُن کو اس بات پر اعتراض ہے کہ ایسا شخص (یعنی سیّدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ) جنھیں نبی ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا گورنر کیوں مقرر کیا؟ اس کے کئی جوابات ہیں:

(1)۔ اُن کو قتل کرنے کا حکم اُن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے تک تھا۔ جب وہ مسلمان ہو گئے اور نبی کریم ﷺ نے اُن کے اسلام اور اُن کی بیعت کو قبول کر لیا، تو وہ ایسے کامل مسلمان بنے کہ ان کو موت بھی نماز کی حالت میں آئی [الاصابة :4/ 96]، لہٰذا اب کسی مسلمان کو ان پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(2)۔ اسلام قبول کرنے پر پہلے کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [مسلم: 321] لہٰذا انھیں اُچھالنا یا توہین کی آڑ بنانا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا اور نہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی اگر ایسا جملہ کہیں دیکھ لیں تو خود اپنے اسلام کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔

(3)۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کو اہم ذمہ داریوں پر مامور کیا تھا۔ [الاصابة، جلد: 4، صفحہ: 94] سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تو صرف اسکو برقرار رکھا تھا ان کو خود

مقرر نہیں کیا تھا۔

(4)۔ اگر صرف یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تو اُنھیں قتل کرنے کا حکم دیا، جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُنھیں گورنر مقرر کر دیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو بھی اس حدیث میں قتل کا حکم دیا تھا، اور پھر اُن کے اسلام لانے کے بعد خود نبی ﷺ نے انہیں قبیلۂ ہوازن پر عامل مقرر کر دیا۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُنھیں عمان میں مرتدین کی سرکوبی کے لیے سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ عمان کی فتح کے بعد سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُنھیں یمن میں بھیج دیا، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُنھیں شام کے معرکوں میں بھیج دیا۔ [الاستیعاب لابن عبدالبر، باب عکرمۃ، رقم الترجمۃ: 1838 ج، 506/2] اگر سیّدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اسلام کے بعد ان عہدوں پر فائز ہو سکتے ہیں تو سیّدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ جبکہ دونوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمان یکساں تھا۔ لہٰذا مرزا جہلمی صاحب کا یہ تاثر دینا کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سیّدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر بنانا ہے، تو کیا پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ بھی یہی تھی؟ کیونکہ ان کے دورِ خلافت میں بھی یہ اہم عہدوں پر تھے۔ ثابت ہوا کہ یہ مرزا صاحب کی خالصاً صحابہ دشمنی اور رافضیت نوازی کے سوا کچھ نہیں۔ ذرا ہمت کر کے مرزا صاحب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بھی زبان درازی کریں اور پکے رافضی ہونے کا ثبوت دیں!

سنن نسائی کی حدیث: یہ روایت بھی مرزا جہلمی صاحب نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کی دشمنی کی وجہ سے نقل کی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ "آپ کا رب بخشنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بخش دیا ہے" تو مرزا صاحب کا ان پر اعتراض درحقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ **نعوذ باللّٰہ من ذلک۔**

سنن نسائی کی حدیث کی آخری لائن میں بریکٹ لگا کر مرزا نے لکھا: "اپنی رشتہ داری کے سبب سفارش کر کے" مرزا جہلمی صاحب اگر رشتہ داری کے سبب سفارش کرنا جرم ہے تو یہ جرم سیّدہ ام ہانی ہمشیرہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی کر چکی ہیں، ان پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ اور اگر آپ اس کو جرم سمجھتے ہیں تو کوئی ایک آیت یا حدیث پیش کریں کہ رشتہ داری کے سبب سفارش کرنا جرم ہے، اگر یہ جرم نہیں اور واقعتاً جرم نہیں ہے، تو آپ کو بریکٹ لگا کر یہ زہر اُگلنے کی ضرورت کیا تھی؟

مرزا جہلمی صاحب کی اس حدیث کے ترجمے میں خیانت:

اس کے آخر میں ہے "فَأَجَارَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" تو اس (سیّدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ) کو رسول اللہ ﷺ نے پناہ دے دی۔ مرزا صاحب نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ سے دشمنی میں یہ عبارت چھپا کر گول مول ترجمہ کر کے خود کو اپنے پمفلٹ کی پہلی آیت اور پہلی حدیث کا مصداق ثابت کر دیا۔ مرزا صاحب! آپ ہر وقت علماء کو کوستے رہتے ہیں کہ یہ احادیث چھپاتے ہیں اور میں بتاتا ہوں، تو کیا اب آپ کے لیے ان جملوں کو چھپانا حلال ہو گیا ہے اور یہودیانہ روش جائز ہو گئی ہے؟

سنن ابی داؤد کی حدیث: اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے **اسنادہ ضعیف / ضعیف الاسناد** کہا ہے۔ اب محدث اعظم سعودی عرب کدھر گئے؟ مرزا صاحب! اس کو تو شیخ شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ نے بھی ابوداؤد کی تخریج وتحقیق میں ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داؤد: 1009۔ تخریج سنن ابی داؤد لشعیب ارنؤوط، رقم: 4656]

شیخ شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے، اقرع راوی کو اگرچہ عجلی نے ثقہ کہا ہے اور ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا لیکن ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ مجہول ہے، اور ہمارا (شعیب ارنؤوط کا) بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ راوی مجہول ہے اور حدیث کا متن، یعنی الفاظ بھی شدید منکر ہیں (لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے)۔

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ان کی تحقیق صرف اپنے مقصد کی خاطر صرف اس وقت بتاتے ہیں جب ان کا اپنا اُلو سیدھا ہو رہا ہو، اور جب ان کی تحقیق اپنے مکروہ نظریے کے خلاف ہو تو اسے چھپا لینا ہی ان کو بھلا لگتا ہے۔ ﴿تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ [النجم: 22]

☆ "وہ اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دے گا" قارئین ہم آپ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عمال کی تفصیل بتاتے ہیں۔

عُمّالِ عثمان رضی اللہ عنہ:

(۱) مکہ میں عبداللہ بن حضرمی (۲) طائف میں قاسم بن ربیعہ الثقفی (۳) صنعاء میں یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ (۴) جند میں عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ (۵) بصرہ میں عبداللہ بن عامر بن کریز (۶) کوفہ میں سعید بن العاص اور کوفہ کی امامت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (۷) مصر میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۸) شام میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور امیرِ معاویہ نے (۹) حمص پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید (۱۰) قنسرین پر حبیب بن مسلمہ (۱۱) اردن میں ابو اعور بن سفیان (۱۲) فلسطین میں علقمہ بن حکیم کنانی (۱۳) بحرین میں عبداللہ بن قیس القزاری (۱۴) قضاء شام (قاضی وجج) ابودرداء رضی اللہ عنہ (۱۵) خراجِ کوفہ (کوفہ کے ٹیکس وصول کرنے پر) جابر بن عمرو المزنی اور سماک الانصاری (۱۶) اور کوفہ کی جھنگ پر قعقاع بن عمرو (۱۷) قرقیساء میں جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ (۱۸) آذربایجان میں اشعث بن قیس الکندی (۱۹) حلوان میں عتیبہ بن نہاس (۲۰) ماہ میں مالک بن حبیب (۲۱) ھمذان میں

النسیر (۲۲) رئ میں سعید بن قیس (۲۳) اصبھان میں سائب بن اقرع (۲۴) ماسبذان میں حبیش (۲۵) بیت المال کے نگران عقبہ بن عمرو (۲۶) مدینہ کے قاضی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ ان میں سے صرف تین اشخاص بنوامیہ میں سے تھے بصرہ میں عبداللہ بن عامر، مصر میں عبداللہ بن سعد اور شام میں معاویہ بن ابی سفیان تھے اور چوتھا مروان بن حکم یہ گورنر تو نہ تھا لیکن آپکا سیکرٹری ضرور تھا۔ ان میں سے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر دورِ فاروق رضی اللہ عنہ سے ہی گورنر تھے۔ لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ صرف ایک اموی کو گورنر اور ایک اموی کو اپنا سیکرٹری بنایا تھا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کیا یہ رشتہ داروں کو ترجیح دینے والی بات ہے؟ نیز اصل مسئلہ یہ نہیں کہ رشتہ دار کو عہدہ دینا منع ہے، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نااہل کو عہدہ دینا منع ہے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار اور اگر آپ اسی بات پر بضد ہیں کہ رشتہ دار کو عہدہ دینا ناجائز اور حرام ہے، اور یہی بات سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنی تو مرزا صاحب! ذرا دل تھام کر سوچیں (آپ کے اس غلط اُصول کے مطابق تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بھی پھر یہی تھا؟) کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں (۱) یمن میں سیّدنا عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، (۲) مکہ میں سیّدنا معبد بن عباس رضی اللہ عنہما، (۳) مدینہ میں سیّدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہما، (۴) عراق میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، (۵) خراسان میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور داماد ہُبیرہ، (۶) مصر میں سوتیلے بیٹے محمد بن ابی بکر، (۷) اور فوج کے سپریم کمانڈر ان کے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ مقرر تھے۔

اب اندازہ لگائیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے (7) قریبی رشتہ دار اہم عہدوں پر فائز تھے، جبکہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف تین رشتہ دار تھے اور ان میں سے بھی دو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے چلے آرہے تھے۔ اب مرزا صاحب انصاف کا ترازو تھام کر یا تو دونوں کے متعلق اپنا ظاہر و باطن صاف کریں یا پھر دونوں کی دشمنی لے کر اپنی آخرت برباد کریں اور دونوں کی شہادت کا سبب بیان کرتے ہوئے کہیں کہ دونوں کے قریبی رشتہ دار چونکہ اہم عہدوں پر فائز تھے اس وجہ سے ان دونوں کو شہید کر دیا گیا۔

نوٹ کا جواب: ''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس پیش گوئی کو سمجھ گئے کیونکہ انھیں مندرجہ بالا صحیح الاسناد احادیث میں آئے واقعات کی روشنی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بشری کمزوری خوب معلوم تھی''

اس بات کے کئی جوابات ہیں۔

جواب نمبر (۱) دینِ اسلام ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ اہلِ کتاب کی باتوں کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب، اور یہ بات ایک یہودی کر رہا ہے، لہٰذا اس کے متعلق خاموشی بہتر ہے، نہ تصدیق کرو نہ تکذیب۔

جواب نمبر (۲) اگر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان بشری کمزوریوں کا علم ہو چکا تھا تو اس کی دو حالتیں ہیں:

(۱) وہ بشری کمزوری ایسی نہ تھی کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے، اور حقیقت یہی ہے ورنہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کبھی بھی ان کو اپنی مجوزہ کمیٹی میں شامل نہ کرتے۔ (۲) اگر واقعتاً وہ کمزوریاں ایسی تھیں کہ ان پر اعتراض ہو سکے تو پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے بعد 6 رکنی کمیٹی میں شامل کیوں کیا؟ پھر اصل اعتراض تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بنتا ہے۔ **نعوذ باللّٰہ من ذلك۔**

حقیقی بات یہ ہے کہ اوّلاً یہ حدیث ثابت نہیں جس کو بنیاد بنا کر مرزا صاحب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر رہے ہیں اور اگر بالفرض ثابت مان بھی لی جائے تو یہ اہل کتاب کی روایت ہے جس کی تصدیق و تکذیب کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو منع کر دیا تھا، اس لیے ہم اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا اس روایت سے شہادت کی وجہ ثابت کرنا محض ایک دھوکا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی صریح مخالفت ہے۔ قارئین کرام! مرزا صاحب نے اوپر جو واقعات بیان کیے ہیں ان کی حقیقت اور مرزا جہلمی صاحب کی قلابازیاں اور تحریفیں بھی ہم نے واضح کر دی ہیں۔ **والحمد للّٰہ علی ذلك**

جامع ترمذی کی حدیث: یہ روایت بھی ضعیف ہے اس میں حسن بصری مدلس ہے اور ''عن'' سے بیان کر رہا ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات کی وجہ کیا تھی؟ وہ وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور صحابہ نے بھی بیان نہیں کی۔ لیکن مرزا جہلمی صاحب نے اپنی عادتِ بد کے مطابق یہاں بھی بریکٹ لگا کر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے۔

مرزا صاحب نے لکھا ''یعنی شہادتِ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد معاملات میں تغیر آنے لگے گا'' مرزا صاحب! کیا اس حدیث کی یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ سلسلہ آگے بھی چلتا رہے تاکہ آپ کے سامنے چوتھے نمبر پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بھی تذکرہ کیا جاتا، لیکن میزان کا درمیان ہی سے اُٹھ جانا بھی تو آپ کی ناگواری کا سبب ہو سکتا ہے نا''، لیکن جو تعبیر صحابہ کی شان کو بڑھائے وہ مرزا صاحب کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے، مرزا صاحب تو اسی تشریح کو پسند کریں گے جس سے بنوامیہ کی تذلیل ہو اگرچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی گستاخی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

لطیفہ: مرزا جہلمی صاحب نے 15 نمبر کے تحت تین احادیث جمع کی ہیں۔

پہلی حدیث کی تحقیق میں شیخ البانی اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دونوں کی تحقیق پیش کی (کیونکہ دونوں کی تحقیق مرزا صاحب کے حق میں تھی)، اور دوسری حدیث کی تحقیق میں شیخ زبیر علی زئی

رحمہ اللہ کا حوالہ دیا اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے حکم کو چھپالیا (کیونکہ انہوں نے اس روایت کو ضعیف کہا تھا)، اور تیسری حدیث کی تحقیق میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا حوالہ دیا اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے حکم کو چھپالیا (کیونکہ انہوں نے اس روایت کو ضعیف کہا تھا)۔

مرزا صاحب ! یہ دورنگی ، میٹھا میٹھا، ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر دونوں کی تحقیق اپنے مطلب کی ہو تو دونوں ہی بہت بڑے علامہ ہیں اور اگر ایک کی موافق ہو اور دوسرے کی مخالف تو موافق والا علامہ اور دوسرا محذوف ، پھر اگلی ہی حدیث میں دوسرا علامہ اور پہلا محذوف ۔ واہ بھئی واہ ! اس سادگی پر کون نہ مرجائے !

مرزا جی ! اگر آپ نے دونوں جگہ پر ایک کی تحقیق کو لیا اور دوسرے کی تحقیق کو کسی دلیل کی بنیاد پر چھوڑا ہے تو ترمذی کی روایت میں حسن بصریؒ مدلس ہیں اور "عن" سے بیان کر رہے ہیں۔ اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟ ان کے ضعیف کہنے کا سبب تو واضح ہے، اور دوسری ابوداؤد والی روایت میں اقرع مجہول ہے۔ اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟ اب اس کا جواب دینا آپ پر فرض اور قرض ہے، ورنہ آپ بھی فرقہ وارانہ لعنت اور مسلکی نحوست کا شکار ہو چکے ہیں (جیسا کہ آپ نے پہلے صفحے پر لکھا ہے)، اور اگر بلا دلیل ایک کی تحقیق کو لیا ہے، اور دوسرے کی تحقیق کو چھپایا تو پھر آپ اپنے ہی پمفلٹ کی پہلی آیت اور پہلی حدیث کے ایک بار پھر مستحق بن گئے ہیں۔

«فرقہ واریت سے بچ کر، صرف "قرآن اور صحیح الاسناد احادیث" کو حجت و دلیل ماننے ، اور جھوٹی ، بے سند اور " ضعیف الاسناد تاریخی روایات" کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے»

07 ڈالا۔ اسی طرح مقیس بن صبابہ بازار میں لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا اور وہیں مارا گیا، البتہ عکرمہ بن ابوجہل فرار ہو کر بحری جہاز پر سوار ہو گیا۔ سمندری سفر کے دوران طوفان نے آلیا تو سب کہنے لگے، اب تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، یہاں تمہارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہ آئیں گے۔ چنانچہ عکرمہ نے (دل میں) دعا کرتے ہوئے عرض کیا: " اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر صرف اللہ تعالیٰ ہی مجھے سمندری آفت سے نجات دلا سکتا ہے تو خشکی میں بھی وہی نجات دہندہ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ! میرا تجھ سے پکا عہد ہے کہ اگر تو نے مجھے اس (طوفان) سے بچالیا تو سیدھا جا کر (تیرے نبی) محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دوں گا (یعنی اسلام قبول کرلوں گا) یقیناً وہ بہت معاف کرنے والے اور وسیع الظرف شخصیت کے مالک ہیں۔ چنانچہ پھر (جب اُسے نجات ملی تو) وہ آیا اور (آپ ﷺ کے ہاتھ پر) اسلام قبول کر لیا۔ اب (چوتھا نا قابل معافی شخص) عبداللہ بن ابی سرح (کچھ عرصہ کیلئے) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس روپوش رہا (**نوٹ**: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قریبی رشتہ داری کی بنا پر اُسے پناہ دے دی تھی)، پھر جب آپ ﷺ نے سب لوگوں کو بیعت اسلام کے لئے بلایا تو وہ (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) اُس (عبداللہ بن ابی سرح) کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس کی بیعت بھی قبول فرمالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر مبارک اٹھا کر اُس کو تین بار دیکھا مگر سر مبارک کا اشارہ فرما کر (تینوں بار بیعت لینے سے) انکار فرمایا۔ پھر آخر کار بیعت لے لی۔ مگر پھر (ان دونوں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: " تم میں کوئی ایک سمجھدار آدمی بھی ایسا نہ تھا جو (صورت حال کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے) اُس (عبداللہ بن ابی سرح) کو قتل کر دیتا جبکہ میں اُس کی بیعت سے گریز کر رہا تھا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: " اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ! ہمیں آپ ﷺ کی خواہش کا علم کیونکر ہو سکتا تھا؟ (بس ایک دفعہ ہمیں) آپ ﷺ آنکھ سے اشارہ فرما دیتے ! " آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " کسی بھی نبی کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے اشارہ کرے۔" (**نوٹ**: آنکھ سے اشارہ کرنے کا یہ عمل ہر معاشرے میں ایک قسم کی خیانت سمجھا جاتا ہے)

سنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: " جو کوئی کفر کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، سوائے اُس کے کہ جسے مجبور کیا جائے، تو اُس کے لئے بڑا عذاب ہے۔" [النحل : 106] کی تفسیر میں فرمایا کہ اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا: " پھر بے شک آپ ﷺ کا رب بہت بخشنے والا مہربان ہے، ان لوگوں کو جو فتنے میں ڈالے گئے تھے پھر انہوں نے ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا۔" [النحل : 110] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " سورۃ النحل کی یہ آیت جس میں شرح صدر ہونے کے باوجود کفر کرنے کا ذکر ہے، یہ آیت عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں ہے جو (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے) مصر کا گورنر بن گیا تھا۔ (حالانکہ) یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا پھر شیطان نے اسے پھسلایا اور یہ کفار سے جا ملا تو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اسے قتل کرنے کا حکم دیا مگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (اپنی رشتہ داری کے سبب سفارش کر کے) اسے پناہ دلوا دی تھی۔"

سنن ابو داؤد کی حدیث میں ہے: امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مؤذن سیدنا اقرع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک پادری کے پاس بھیجا اور پھر اُسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا: " کیا میرا ذکر تمہاری کتاب میں موجود ہے؟" اُس نے عرض کیا: " جی ہاں ! " پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " میرے بارے میں کیا لکھا ہے؟" اُس نے عرض کیا: " ایک قرن ! " (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ نے اُس پر (مارنے کے لئے) دُرّہ تان لیا پھر پوچھا: " کس قسم کا قرن؟" اُس نے عرض کیا: " شدید مضبوط اور سخت امانت دار" آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: " میرے بعد آنے والے (خلیفہ) کا ذکر کن الفاظ میں ہے؟" اُس نے عرض کیا: " اُس کا ذکر یہ ہے کہ وہ خلیفہ تو نیک ہوگا، مگر وہ اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دے گا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) تین بار یہ دعا کی: " اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے۔" (**نوٹ**: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُس پیش گوئی کو سمجھ گئے کیونکہ انھیں مندرجہ بالا صحیح الاسناد احادیث میں آئے واقعات کی روشنی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بشری کمزوری خوب معلوم تھی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: " اُس (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کے بعد آنے والے کا کیا ذکر ہے؟" اُس نے عرض کیا: " وہ تو لوہے میں ہی لپٹا رہے گا۔ (یعنی جنگوں میں مصروف رہے گا)" (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھا اور فرمایا: " اے نالائق! اے نالائق! (یہ کیا کہہ رہا ہے؟)" اُس نے عرض کیا: " اے امیر المومنین! بیشک وہ (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) ایک نیک سیرت خلیفہ ہوگا، لیکن اُس کے خلیفہ بنائے جانے کے وقت تلوار نیام سے نکالی جا چکی ہوگی اور خون بہایا جا رہا ہوگا (یعنی مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی شروع ہو چکی ہوگی) جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: " کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ " ایک شخص نے عرض کیا: " جی ہاں! میں نے یہ دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اترا ہے، جس میں آپ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو آپ ﷺ بھاری نکلے، اور پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپس میں تولا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھاری ثابت ہوئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان کا وزن کیا گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ نکلا، پھر وہ ترازو (واپس آسمان کی طرف) اٹھالیا گیا۔" (یہ سن کر) ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوگئے۔ (یعنی شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد معاملات میں تغیر آنے لگے گا۔) [سنن نسائی : 4072 اور 4074 ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]
[سنن ابی داؤد : 4656 ، قال الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح ، جامع ترمذی : 2287 ، قال الامام الترمذی والشیخ الالبانی : اسنادہ صحیح]

16 صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک چھتری نما بادل سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور لوگ اُسے اپنی ہتھیلیوں میں سمیٹ رہے ہیں، کوئی زیادہ اور کوئی کم لے رہا ہے، پھر اچانک ایک رسی دیکھی جو زمین سے آسمان تک تنی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کے بعد ایک اور آدمی اسی رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا، پھر اُس کے بعد ایک دوسرے شخص نے اسی رسی کو پکڑا اور اوپر چڑھ گیا، پھر ایک تیسرے شخص نے اسی رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی مگر پھر اس رسی کو اس شخص کیلئے جوڑ دیا گیا۔ (یہ خواب سن کر) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: " اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، مجھے اس (خواب) کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دیجئے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: " ٹھیک ہے تعبیر

08 کرو۔" سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: " بادل سے مراد اسلام ہے اور اُس سے ٹپکنے والا گھی اور شہد، قرآن اور اُس کی شیرینی ہے جسے کوئی زیادہ اور کوئی تھوڑا حاصل کر رہا ہے۔ اور آسمان سے زمین تک لٹکنے والی رسی، وہ دین حق ہے جس پر آپ ﷺ قائم ہیں۔ آپ ﷺ اُسے تھامے رکھیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اوپر اٹھالے گا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد ایک اور شخص (یعنی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) اُسے تھام لے گا اور پھر اُسے بھی اوپر اٹھالیا جائے گا۔ پھر ایک دوسرا شخص (یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) اُسے تھام لے گا اور پھر اُسے بھی اوپر اٹھالیا جائے گا۔ پھر ایک تیسرا شخص (یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) اُسے تھامے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی۔ مگر پھر اُس رسی کو اُس (یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کیلئے جوڑ دیا جائے گا۔ (یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اُن کیلئے کفارہ بن جائے گی) پھر وہ بھی اُسے تھام کر اوپر چڑھ جائے گا۔" سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعبیر بیان کرنے کے بعد عرض کیا: " اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، (بتایئے کہ) میں نے درست تعبیر کی یا غلط؟" آپ ﷺ نے فرمایا: " کچھ درست تعبیر کی اور کچھ غلط! " سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: " اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ مجھے ضرور بتایئے کہ میں نے کون سی غلطی کی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: " مجھے قسم مت دو" (آپ ﷺ نے اکی تعبیر کو حکمت کی وجہ سے بیان نہیں فرمایا لیکن بعد میں ہونے والے حالات نے اُس حقیقت کو واضح کر دیا۔)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے کسی باغ میں تھا اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جسے آپ ﷺ پانی اور مٹی میں مار رہے تھے۔ (اسی دوران) ایک شخص نے دروازے پر آ کر باغ میں داخلے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: " دروازہ کھول دو اور اُس (آنے والے) کو جنت کی بشارت دے دو۔" چنانچہ میں گیا تو وہ (آنے والے) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دروازہ کھول دیا اور انہیں بشارت دے دی۔ پھر ایک اور شخص نے دروازے پر آ کر باغ میں داخلے کی اجازت مانگی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: " دروازہ کھول دو اور اُس (آنے والے) کو بھی جنت کی بشارت دے دو۔" میں نے جا کر دروازہ کھولا تو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا اور انہیں بھی جنت کی خوشخبری دے دی۔ پھر ایک اور شخص نے دروازے پر آ کر باغ میں داخلے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ (اس بار) اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: " دروازہ کھول دو اور اُسے (بھی) جنت کی بشارت دے دو مگر اُسے ایک بڑی مصیبت پہنچ کر رہے گی۔" چنانچہ میں نے جا کر دروازہ کھول دیا تو وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے جنت کی بشارت بھی دی اور (آپ ﷺ کی بیان کردہ) بات بھی سنادی۔ (وہ بات سن کر) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: " میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔"

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں (باغیوں کے کئے گئے) محاصرے کے دوران سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ (اے امیر المومنین!) بیشک ہمارے امام تو آپ رضی اللہ عنہ ہیں (لیکن) آپ رضی اللہ عنہ پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ہی ہے۔ آج کل ہمیں (مسجد نبوی ﷺ میں) فتنوں کا سرغنہ نماز پڑھا رہا ہے جس کی وجہ سے ہمیں تنگی محسوس ہوتی ہے (کہ اس بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر ہم بھی کہیں گناہ گار نہ ہو جائیں!) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " نماز لوگوں کے اعمال میں سے سب سے بہترین عمل ہے، اس لئے جب لوگ کوئی اچھا عمل کریں تو تم بھی اُن (بدعتیوں اور باغیوں) کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اور جب وہ برائی کرنے لگیں تو اُن سے علیحدہ ہو جاؤ۔"

جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا مرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور اُن (فتنوں) کے بہت جلد وقوع پذیر ہونے کی توقع بھی ظاہر کی۔ (اسی دوران) ایک شخص کپڑے میں لپٹا ہوا وہاں سے گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا: " یہ شخص اُس (فتنوں والے) دن راہ ہدایت پر ہوگا۔" سیدنا مرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اُٹھ کر اُس (کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص) کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے قریب آ کر پوچھا کہ کیا یہی وہ شخص ہے؟ (کہ جس کے راہ ہدایت پر ہونے کی خبر آپ ﷺ نے دی ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: " ہاں! " جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسہلہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے محاصرے والے دن فرمایا: " رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے (مصیبت کے وقت صبر کرنے پر) ایک عہد لیا تھا جس پر میں صبر کے ساتھ کاربند ہوں۔" صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " ایک مسلمان کو جو بھی تکلیف، درد، رنج و غم لاحق ہوتا ہے حتیٰ کہ اُسے جو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس (تکلیف کو برداشت کرنے) کے عوض اُس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔" صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: " جو شخص کوئی بھی برائی کرے گا، تو وہ اُس کا بدلا بھی پالے گا۔" [النساء : 123] تو مسلمانوں کو شدید پریشانی لاحق ہوئی۔ (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور اصلاح کرتے رہو، کیونکہ مسلمان کو پہنچنے والی ہر مصیبت میں گناہوں کا کفارہ ہے، حتیٰ کہ معمولی سا دکھ اور کانٹا چبھ جانے پر بھی (اُس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔)"
[صحیح بخاری : 7046 ، صحیح مسلم : 5928 ، صحیح بخاری : 6216 ، صحیح مسلم : 6212 ، صحیح بخاری : 695]
[جامع ترمذی : 3704 اور 3711 ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح ، صحیح بخاری : 5641 ، صحیح مسلم : 6569]

17 صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عکرمہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے اور (اپنے بیٹے) سیدنا علی بن عبداللہ بن عباس تابعی رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ تم دونوں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اُن سے اُن کی (روایت کی گئی ایک خاص) حدیث سنو، چنانچہ جب ہم اُن کے پاس گئے تو وہ اور اُن کا بھائی اپنے باغ کو سیراب کر رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ قریب آ گئے اور گوٹھ لگا کر (دل جمعی کے ساتھ) بیٹھ گئے اور پھر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان فرمایا: " ہم لوگ مسجد (نبوی ﷺ کی تعمیر کیلئے) اینٹیں ایک ایک کر کے اُٹھا رہے تھے جبکہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (اپنے شوق اور جذبہ کے باعث ایک کی بجائے) دو دو اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ (اسی دوران) اللہ کے نبی ﷺ جب سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو (اپنے مبارک ہاتھوں سے) اُن کے سر مبارک سے گرد اور مٹی جھاڑتے ہوئے ارشاد فرمایا: " (افسوس !) عمار کی کم بختی ! (**نوٹ**: یہ عرب کا محاورہ تھا) اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار تو انہیں جنت کی طرف بلا رہا ہوگا جبکہ وہ لوگ عمار کو آگ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔" سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے دعا کی: " اے اللہ تعالیٰ میں اُس فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" [صحیح بخاری : 2812 اور 447 ، صحیح مسلم : 7320]

حدیث نمبر 16: مرزا جی نے اس حدیث میں بریکٹ لگا کر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین کی بھی مذموم کوشش کی ہے۔

بخاری و مسلم کی پہلی حدیث: اس میں **بریکٹ** لگا کر یہ جملہ لکھا: **"(یعنی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے لیے کفارہ بن جائے گی۔")** قارئین! کفارے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے غلط کام ہوئے اور یہ شہادت ان گناہوں اور غلط کاموں کا کفارہ بن گئی۔ یہ **بریکٹ** لگا کر مرزا صاحب نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے (اور نبی ﷺ کی حدیث کا انکار کیا ہے)، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: یہ شخص (سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ) اس (فتنوں والے) دن ہدایت پر ہوگا۔ [ترمذي: 3704]۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی فتنوں کے دور میں حق اور ہدایت پر ہوں گے۔ [مسند احمد: 18068۔ اسلام 360 (ایپ) 12246]

یعنی ان پر اور ان کے گورنروں پر اعتراض کرنے والے موجودہ سبائی، جھالوی اور مرزا، باطل اور جھوٹ پر ہوں گے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنر حق پر ہوں گے۔

غور کریں! نبی ﷺ نے گواہی دی کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی (گورنر) حق اور ہدایت پر ہوں گے، لیکن مرزا صاحب نے ''کفارہ'' کا لفظ لکھ کر (اپنی رافضیت پسندی کی وجہ سے) یہ کہنا چاہا ہے کہ وہ باطل پر تھے اور ان کے اعمال اچھے نہ تھے (تبھی تو وہ شہادت کفارہ بنے گی)، اور ان سے بہت بڑے بڑے غلط کام ہوئے تھے، لیکن اُن کی شہادت اُن کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی۔ **(نعوذ باللہ من ذلك)**

بخاری و مسلم کی دوسری حدیث: اس حدیث سے بھی مرزا صاحب کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین اور دشمنی والی بریکٹ کا ردّ ہو رہا ہے، اس روایت کے آخر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے (عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی) جنت کی خوشخبری دے دو مگر اسے ایک بہت بڑی مصیبت پہنچ کر رہے گی''

یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کو مصیبت پہنچے گی مگر ان کو اس مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مرزا صاحب! غور کریں آپ نے پچھلی روایت میں بریکٹ لگائی کہ ''ان کی شہادت ان کے لیے کفارہ بن جائے گی۔'' مرزا صاحب! اگر وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بنی تھی تو پھر نبی ﷺ نے اس کو کفارہ کیوں نہیں کہا، مصیبت کیوں کہا ہے؟ اور اگر شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ بننا تھی تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے اس عمل اور گناہ سے کیوں نہ روکا؟ **(نعوذ باللہ)** معلوم ہوا نبی ﷺ سچے ہیں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم تھے اور ان کی شہادت ان کے لیے رفع درجات کا سبب تھی نہ کہ ان کے کسی عمل کا کفارہ۔

صحیح بخاری کی حدیث: اس حدیث میں مرزا صاحب نے دو جگہ صحیح بریکٹ لگا کر یہ تسلیم کر لیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے، ان کو شہید کرنے والے ہی باغی تھے۔ یاد رہے کہ یہی وہ لوگ تھے جو شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گے تھے اور انھوں نے ہی جنگ ، جمل میں رات کو (صلح ہو جانے کے بعد) دونوں طرف خیموں کو آگ لگا کر مسلمانوں کے شیرازے کو بکھیرا اور کئی صحابہ کی شہادت کا سبب بنے اور یہی وہ لوگ، ٹولہ اور گروہ تھا جس نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور نبی ﷺ کی بات سچی ثابت ہوئی ۔لہٰذا مرزا صاحب کا اس روایت کے تحت دو مرتبہ ان کو باغی مان کر پھر آگے جا کر باغی کا لفظ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے متعلق لکھنا ماسوائے بوکھلاہٹ، تعصب، اور بغضِ بنوامیہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے کچھ بھی نہیں۔

جامع ترمذی کی پہلی حدیث: جب نبی ﷺ نے گواہی دے کر اُمتِ مسلمہ کو متنبہ کر دیا کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم ہوں گے وہ اور ان کے ساتھی گورنر وغیرہ حق پر ہوں گے، تو مرزا جہلمی صاحب کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حکومت، اُن کی پالیسیوں اور ان کے عُمال پر الزامات لگانا، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جھوٹ قرار پایا۔

بخاری اور مسلم کی روایات مرزا جہلمی صاحب نے اس لیے بیان کی ہیں کہ تکالیف گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہیں۔ مرزا صاحب کے نزدیک چونکہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسیاں بہت زیادہ غلط تھیں، اس لیے اُن کو شہید کیا گیا اور وہ شہادت اُن کے گناہوں کا کفارہ بن گئی۔ مرزا صاحب! کچھ اللہ کا خوف کریں، کیسا تضاد ہے آپ کی باتوں میں۔ ایک طرف خود بھی لکھ رہے ہیں کہ میرے پیغمبر نے کہا وہ حق پر ہوں گے [ترمذي: 3704] اور دوسری طرف آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ وہ شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ بن گئی۔ اگر حق پر تھے تو پھر کفارہ کیوں؟ اور اگر کفارہ ہے تو پھر حق پر کیسے؟ مرزا جی! پہلے انھیں گناہ گار تو ثابت کریں، پھر کفارے کی بات بھی کر لینا۔

جامع ترمذی کی دوسری حدیث: اس روایت میں واضح ہو گیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور اس حق پر آنے والی مصیبت پر صبر کرنے کا عہد نبی ﷺ نے لیا تھا۔ اگر **(نعوذ باللہ)** یہ شہادت ان کے کسی غلط کام کی سزا یا ان کے گناہ کا کفارہ ہوتی تو نبی ﷺ ان سے اس طرح کا عہد نہ لیتے بلکہ ان کو اس عمل سے ہی بچنے کی تلقین کرتے۔ لہٰذا مرزا جی کا 16 نمبر حدیث کے تحت بریکٹ لگا کر یہ لکھنا کہ ''شہادت ان کے لیے کفارہ بن گئی'' صرف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین کرنا ہی نہیں بلکہ بغضِ عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث: مرزا صاحب یہ بات مسلّم ہے کہ بسا اوقات تکلیف اور مصیبت گناہوں کا کفارہ اور ان کی معافی کا سبب ہوتی ہے لیکن ہر مصیبت اور تکلیف کو ایسا سمجھنا درست نہیں۔ مثلاً: احد کے میدان میں نبی ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے اور سر مبارک میں گہرے زخم لگے تو کیا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان یہ کہ سکتا ہے کہ وہ تکلیف اور مصیبت آپ ﷺ کے گناہوں کا کفارہ بن گئی؟ نہیں نہیں بلکہ یہ پریشانی آپ ﷺ کے رفع درجات کا سبب ہی تھی۔ بلکل وہ مصیبت بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بلندیٔ درجات کا سبب تھی نا کہ ان کے لیے کفارہ۔

حدیث نمبر 17: ''(افسوس!) عمار کی کم بختی!'' مرزا جہلمی صاحب نے اس پر نوٹ لکھا: ''یہ عرب کا محاورہ ہے۔'' جی ہاں، یہ بات بالکل درست ہے کہ یہ عرب کا محاورہ ہے اور ہر زبان میں کچھ محاورے ہوتے ہیں جو عموماً بلا قصد وارادہ آدمی کی زبان پر جاری ہوتے رہتے ہیں، لیکن ان کا حقیقی ولغوی معنی مراد نہیں ہوتا۔ اس مقام پر چونکہ نبی ﷺ نے یہ محاورہ سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے متعلق بولا تھا جو سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے، اس لیے مرزا جی کو یاد آ گیا کہ یہ عرب کا محاورہ ہے۔ اگر یہ محاورہ نبی ﷺ نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا اُن

کے گروہ کے کسی فرد کے متعلق بولا ہوتا تو مرزا جی کبھی یہ حقیقت تسلیم نہ کرتے۔ کاش! مرزا جی سیّدنا معاویہ ؓ اور اُن کے ساتھیوں کے متعلق بھی اسی طرح مثبت سوچ سے کام لیں اور ان کے متعلق بولے گئے جملوں کو بھی عرب کا محاورہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔ لیکن وہاں مرزا جی کی رگِ رافضیت پھڑک اٹھتی ہے اس لیے حاشیہ چڑھا کر، بریکٹیں لگا کر صحابہ کی توہین کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

اُسے (عمار کو) ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

مرزا جہلمی صاحب نے اپنے پمفلٹ، **رافضیت، ناصبیت، یزیدیت** میں اسی حدیث کا **ترجمہ** کرتے ہوئے رقم نمبر 5 کے تحت لکھا ہے: ''عمار کو **(اجتہادی طور پر)** ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' لیکن مرزا جی نے اس پمفلٹ میں **''اجتہادی''** کا لفظ نہیں لکھا اور خود اپنے ہی پمفلٹ میں تضاد بیانی کا شکار ہو گئے۔ اب مرزا جی ہی بتائیں کہ یہاں سے **(اجتہادی)** کا لفظ کیوں کاٹا؟؟ کیا وہ غلط تھا یا یہ غلط ہے جبکہ فتح الباری میں بھی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کی شہادت کو ایک اجتہادی خطاء قرار دیا ہے۔ **[تحت حدیث نمبر: 7083]** لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں سے ''اجتہادی'' کا لفظ چھپانا ہی مرزا جی کا بغض ہے۔

سکین ......رافضیت، ناصبیت اوریزیدیت کا تحقیقی جائزہ

3 روانہ ہوئے تو میں نے سیدنا عمار بن یاسر ؓ کو کوفہ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا: ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ جا رہی ہیں اور اللہ ﷻ کی قسم وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجہ ہیں مگر اللہ ﷻ نے تمہیں آزمایا ہے کہ تم (امیر المومنین کے پیچھے) اللہ ﷻ کی اطاعت کرتے ہو یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔'' **[صحیح بُخاری: حدیث نمبر 7100]**

4 **ترجمہ صحیح حدیث:** سیدنا قیس ؓ کا بیان ہے: ''(جنگ صفین میں) سیدنا عمار بن یاسر ؓ سیدنا علی ؓ کے حامی تھے۔'' **[صحیح مُسلم: حدیث نمبر 7035]**

5 **ترجمہ صحیح حدیث:** سیدنا ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَفسوس! عمار کو ایک (اجتہادی طور پر) باغی گروہ قتل کرے گا۔ عمار تو اُن کو اللہ ﷻ کی (اطاعت کی) جانب بلائے گا اور وہ جماعت اس کو دوزخ کی طرف بلائے گی۔'' **[صحیح بُخاری: حدیث نمبر 2812، صحیح مُسلم: حدیث نمبر 7320]**

نوٹ: جنگ صفین میں سیدنا عمار ؓ، سیدنا علی ؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے، سیدنا معاویہ ؓ کے فوجی کے ہاتھوں شہید ہوئے: **[مُسند احمد: حدیث نمبر 16744، 76/4]**

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

09

18 **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا کلثوم تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم واسط (جو عراق کا ایک شہر ہے) میں سیدنا عبد الاعلیٰ تابعی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اَچانک وہاں ایک شخص کو دیکھا جن کا نام تھا: ''سیدنا ابوالغادیہ ؓ'' اُنھوں نے پانی مانگا تو ایک چاندی کے نقش ونگار والے برتن میں اُن کیلئے پانی لایا گیا مگر اُنہوں نے پینے سے انکار کر دیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے (بڑی حسرت کے ساتھ) بیان فرمایا کہ آپ ﷺ نے ہم سے یہ ارشاد فرمایا تھا: ''دیکھنا میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔'' پھر سیدنا ابوالغادیہ ؓ مزید فرمانے لگے کہ ایک موقع پر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فلاں (میری ایک محبوب شخصیت) کا تذکرہ برائی کے ساتھ کر رہا تھا، تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر لشکر میں تُو میرے ہتھے چڑھ گیا (تو تجھ سے نمٹ لوں گا)۔ پھر جب جنگِ صفین کا دن برپا ہوا تو اَچانک وہی شخص مجھے (میدانِ جنگ میں) مل گیا۔ اس نے زرہ پہن رکھی تھی، مجھے زرہ میں ایک شگاف نظر آیا تو میں نے تاک لگا کر نیزہ مارا اور اُسے مار ڈالا۔ لیکن پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ (مقتول شخص تو) سیدنا عمار بن یاسر ؓ تھے (یعنی اُس وقت تک سیدنا ابوالغادیہ ؓ خود بھی سیدنا عمار بن یاسر ؓ کے اَہم مرتبے سے ناواقف تھے)۔'' پھر سیدنا ابوالغادیہ ؓ خود سے مخاطب ہوئے اور کہا (تعجب ہے کہ) ایک طرف تو ان ہاتھوں نے چاندی کے برتن میں پانی پینے کو تو پسند نہ کیا اور دوسری طرف سیدنا عمار بن یاسر ؓ کو قتل کر ڈالا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا محمد بن عمرو تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا عمار بن یاسر ؓ قتل ہوئے تو سیدنا عمرو بن حزم ؓ، حضرت عمرو بن عاص ؓ کے پاس آئے اور کہا کہ سیدنا عمار ؓ قتل ہو گئے ہیں اور (یاد کرو کہ) رسول اللہ ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی: ''اُن (سیدنا عمار ؓ) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص ؓ فوراً گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور مسلسل ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتے ہوئے حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے پاس آئے۔ حضرت معاویہ ؓ نے (اُنھیں گھبرایا ہوا دیکھ کر) پوچھا ''کیا ہوا؟'' حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اُنھیں جواب دیا: ''سیدنا عمار بن یاسر ؓ قتل ہو گئے ہیں۔'' حضرت معاویہ ؓ نے پوچھا ''حضرت عمار بن یاسر قتل ہو گئے ہیں تو پھر کیا ہو گیا؟'' یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص ؓ نے کہا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''اُن (سیدنا عمار ؓ) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' اس پر حضرت معاویہ ؓ نے (غصہ میں آ کر) کہا: ''تم اَپنے ہی پیشاب میں پھسل جاؤ'' اُن (سیدنا عمار ؓ) کو ہم نے قتل کیا ہے؟؟؟ (پھر حضرت معاویہ ؓ نے اس واضح غلطی کی تاویل کرتے ہوئے کہا) اُنھیں تو سیدنا علی ؓ اور اُن کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے کہ اُنکو اَپنے ساتھ لائے اور لا کر ہمارے نیزوں کے آگے ڈال دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) **مُسند احمد اور المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** اُنھی حضرت عمرو بن عاص ؓ کو جب سیدنا عمار بن یاسر ؓ کے قتل کی خبر دی گئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''اُن (سیدنا عمار ؓ) کا قاتل اور اُن کا سامان (مالِ غنیمت کے طور پر) لوٹنے والا جہنم میں جائے گا۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) کسی نے پوچھا کہ خود آپ ؓ بھی تو اُن (سیدنا عمار بن یاسر ؓ) سے لڑنے والے گروہ میں شامل تھے؟ تو حضرت عمرو بن عاص ؓ نے (بھی اس واضح غلطی کی تاویل کرتے ہوئے) کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے تو صرف قاتل اور سامان لوٹنے والے (کیلئے ہی جہنم رسید ہونے) کا ذکر کیا تھا۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) **[مُسند احمد: 16818 (جلد - 6، صفحہ - 880)، قال الشیخ زبیر علیزئی و الشیخ شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح]**

[مُسند احمد: 17931 (جلد - 7، صفحہ - 340) اور 17929 (جلد - 7، صفحہ - 337)، قال الشیخ شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح]

[المُستدرک للحاکم: 5661، قال الامام حاکم و الذھبی: إسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مُسلم، السلسلۃ الصحیحۃ: 2008، قال الشیخ الألبانی: إسنادہ صحیح]

19 **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابن شماسہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمرو بن عاص ؓ کے پاس آئے جبکہ وہ نزع کے عالم میں تھے، وہ کافی دیر تک روتے رہے اور اَپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ (یہ دیکھ کر) اُنکے بیٹے نے کہا: اَبا جان! آپ ؓ کو تو رسول اللہ ﷺ نے فلاں بشارت دی تھی، فلاں خوشخبری دی تھی۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے ہماری طرف رُخ پھیر کر کہا ''ہم صحابہ ؓ (بشارتوں سے بھی بڑھ کر) زیادہ اَفضل عمل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے کو خیال کیا کرتے تھے۔ (اَے میرے بیٹے!) میری زندگی میں 3- اَدوار گزرے ہیں۔ پہلے (دورِ جاہلیت میں) میرا یہ حال تھا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی اور شخص رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نفرت رکھنے والا نہیں تھا اور میری یہ شدید خواہش تھی کہ میرا بس چلے تو میں آپ ﷺ کو قتل کر ڈالوں (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اگر میں اُسی دور میں مر جاتا تو یقیناً جہنمی ہوتا۔ پھر (میری زندگی کا دوسرا دور اس وقت آیا) جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام (کی محبت کو) ڈال دیا، تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ ﷺ اَپنا ہاتھ مبارک بڑھایئے، میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اَپنا دایاں ہاتھ مبارک آگے دراز فرمایا تو میں نے اَپنا ہاتھ (پیچھے) کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَے عمرو! یہ کیا حرکت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں (قبولِ اسلام سے پہلے) شرط عائد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے (اَپنے گذشتہ گناہوں کی) معافی چاہیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے علم نہیں کہ اسلام لانے سے پچھلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں اور حج کرنے سے بھی پچھلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (پھر میں نے اسلام قبول کر لیا تو) اس کے بعد تو آپ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی اور محبوب نہ رہا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی اور آپ ﷺ سے زیادہ معزز رہا۔ میں آپ ﷺ کی تعظیم کے باعث کبھی بھی آپ ﷺ کو آنکھ بھر کے نہ دیکھ سکا۔ اور (میری حالت یہاں تک ہوئی کہ) اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہے تو میں بیان نہ کر سکوں گا کیوں کہ میں نے آپ ﷺ کو کبھی نظر بھر کے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس (دوسرے) دور میں اگر مجھے موت آ جاتی تو اُمید تھی کہ میں اہلِ جنت میں سے ہوتا۔ پھر (میری زندگی کا تیسرا دور اس وقت آیا) جب آپ ﷺ کے بعد ہمیں کئی ایسے معاملات (حکمرانی سے متعلق) در پیش ہوئے کہ اَب مجھے علم نہیں کہ میں اُن میں کیسا رہا ہوں (یعنی برحق یا ناحق)۔ اَب جبکہ میں مر جاؤں تو (رسم کے طور پہ) میرے (جنازے کے) ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی یا آگ اُٹھانے والی نہ جائے۔ پھر جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پہ (سنت کے مطابق پانی کا) چھڑکاؤ کرنا اور میری قبر پر اتنی دیر ٹھہر جانا کہ جتنا وقت ایک اُونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹنے میں لگتا ہے تاکہ اَپنی قبر پہ تمہاری موجودگی

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

10

کے باعث گھبراہٹ سے محفوظ رہوں اور اَپنے ربِ کریم کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) سے ہم کلام ہو سکوں (یعنی قبر کے سوالات کے جوابات میں مجھے استقامت نصیب ہو سکے)۔'' **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** جب حضرت عمرو بن عاص ؓ کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ اُن کے بیٹے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ نے پوچھا: ''کیا آپ ؓ موت کے خوف سے رو رہے ہیں؟'' تو اُنھوں نے فرمایا: ''نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! بلکہ میں تو (موت کے) بعد (والے مراحل) سے ڈرتا ہوں۔ (**نوٹ:** اَگلے اَلفاظ اس حدیث میں وہی ہیں جو اوپر صحیح مسلم کے طریق میں گزر چکے ہیں)۔.......... پھر میں اس کے بعد (اَپنے تیسرے دور میں حضرت معاویہ ؓ کی) بادشاہت میں جا ملا اور کچھ اَیسے کام ہوئے (یعنی خلیفہ برحق سیدنا علی ؓ کے خلاف خروج) کہ میں نہیں جانتا کہ وہ غلط ہیں یا صحیح؟ (**نوٹ:** اَگلے اَلفاظ اس حدیث میں بھی وہی ہیں جو اوپر صحیح مسلم کی حدیث میں گزر چکے ہیں)۔'' **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابونوفل تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص ؓ پر موت کے وقت سخت گھبراہٹ طاری ہوئی، تو اُن کے بیٹے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ نے پوچھا: ''اَے ابوعبد اللہ! یہ گھبراہٹ کیونکر ہے حالانکہ آپ ؓ تو رسول اللہ ﷺ کے مقرب تھے اور آپ ﷺ آپکو خصوصی ذمہ داریاں بھی سونپا کرتے تھے؟'' حضرت عمرو بن عاص ؓ نے فرمایا: ہاں بیٹا! یہ سب کچھ تو تھا لیکن میں تمہیں (اَپنے دل کی) اَصل بات بتاتا ہوں: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں کہ (آپ ﷺ کی) یہ نوازش محبت کی بنا پر تھی یا میری تالیفِ قلب (دل جوئی) کیلئے تھی۔ البتہ میں تمہیں گواہی دے کر اِن دو (خوش قسمت) افراد کے بارے میں بتاتا ہوں کہ جن سے رسول اللہ ﷺ تاحیات راضی رہے۔ پہلا سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا (سیدنا عمار بن یاسر ؓ) اور دوسرا سیدہ اُم عبد رضی اللہ عنہا کا بیٹا (سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ)۔ پھر جب حضرت عمرو بن عاص ؓ اَپنی بات مکمل کر چکے تو اُنہوں نے اَپنا ہاتھ اَپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور عرض کی: ''اَے اللہ تعالیٰ! تو نے ہمیں حکم دیا لیکن ہم نے اُس (تیرے حکم) کو چھوڑ دیا، اور تو نے ہمیں (کچھ کاموں سے) منع کیا لیکن ہم وہی کام کر گزرے، تیری مغفرت کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔'' سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ کا بیان ہے: ''حضرت عمرو بن عاص ؓ بس اسی دُعا کی تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ کچھ دیر بعد آپ ؓ کا انتقال ہو گیا۔'' **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا حنظلہ بن خویلد تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے پاس تھا کہ اَچانک وہاں دو آدمی سیدنا عمار بن یاسر ؓ کے کٹے ہوئے سر کو لئے جھگڑتے آئے۔ اُن میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ اس نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔ (یہ منظر دیکھ کر) سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ نے فرمایا: ''تم دونوں (بجائے اس قتل پر فخر کرنے کے) اس (دعویٰ قتل کو) اَپنے ساتھی کے حق میں ہی چھوڑ دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو ارشاد فرمایا:'' اُن (سیدنا عمار ؓ) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' یہ سن کر حضرت معاویہ ؓ نے (غصہ میں آ کر سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ کے والد عمرو بن عاص ؓ سے) کہا: ''اَے عمرو! اَپنے مجنون (بیٹے) سے تو ہماری جان چھڑاؤ! اور (اَے عبد اللہ!) تیرا ہمارے ساتھ کیا کام ہے؟ (یعنی ہمارے گروہ سے نکل جاؤ)۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ نے حضرت معاویہ ؓ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا ''میرے باپ نے (ایک بار) رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ زندگی بھر اَپنے باپ کی اطاعت کرتے رہنا اور اُس کی حکم عدولی نہ کرنا، لہٰذا میں (رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتے ہوئے) تمہارے ساتھ تو رہوں گا مگر (خلیفہ برحق سیدنا علی ؓ کے خلاف) لڑائی میں حصہ نہیں لوں گا۔''

[صحیح مُسلم: 321، مُسند احمد: 17933 اور 17934 (جلد -7، صفحہ -341)، 6538 (جلد - 3، صفحہ -516)، قال الشیخ شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح]

نوٹ امام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی -855 ھجری) لکھتے ہیں: ''امام کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ دونوں ہی مجتہد تھے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ ؓ کو اجتہاد میں خطا لاحق ہو گئی، اُن کو ایک اَجر ملے گا جبکہ سیدنا علی ؓ کو دو اَجر ملیں گے۔ (اس دعویٰ پر امام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ ؓ کی خطا کو اجتہادی خطا کیسے کہہ دیا جائے اور اُنکے اجتہاد پر کیا دلیل ہے؟ حالانکہ اُن کو یہ حدیث (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے) پہنچ چکی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: ''اَفسوس! ابن سُمیہ ؓ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔'' اور ابن سُمیہ ؓ، عمار ابن یاسر ؓ ہیں اور اُن کو حضرت معاویہ ؓ کے گروہ نے (جنگ صفین میں) قتل کیا۔ کیا حضرت معاویہ ؓ اس پر راضی نہیں کہ (صحابی ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے) اُن کو برابر چھوڑ دیا جائے، چہ جائیکہ اُن کو (خلیفہ برحق سیدنا علی ؓ کے خلاف بغاوت پر) ایک اَجر بھی ملے۔'' **[عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری لامام بدر الدین عینی حنفی، تحت الحدیث: صحیح بُخاری: 7083]**

20 **المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبد الرحمٰن تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی تو اُنہوں نے قنوتِ نازلہ پڑھی جس میں یہ دُعا فرمائی: ''اَے اللہ تعالیٰ تو خود معاویہ اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے، اور عمرو بن العاص اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے، اور ابوسلمی اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے، اور عبد اللہ بن قیس اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے۔'' **المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے:** سیدنا یزید بن اصم تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ سے جنگ صفین کے مقتولین کے (اُخروی انجام کے) متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے ارشاد فرمایا: ''(مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ) ہمارے اور اُن کے مقتولین (عوام الناس) جنت میں ہوں گے اور (قیامت کے دن) بالآخر معاملہ (فیصلے کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) میرے اور معاویہ کے درمیان پہنچے گا۔''

[المُصنف ابن ابی شیبۃ: 7123، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مقالات جزء-6: إسنادہ صحیح، المُصنف ابن ابی شیبۃ: 39035، قال الشیخ إرشاد الحق الاثری: إسنادہ صحیح]

21 **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(میرے بعد میری اُمت کے) لوگ 2- گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے (یعنی سیدنا علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ) پھر ان دونوں (مسلمان) گروہوں کے اندر ہی سے ایک (تیسرا) فرقہ (یعنی خوارج کا) الگ ہو جائے گا اور اس الگ ہو جانے والے فرقہ (خوارج) سے وہ گروہ قتال کرے گا جو ان دونوں گروہوں میں سے ''اَقرب الی الحق'' ہو گا۔ (یعنی سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کا گروہ)۔'' **[صحیح مُسلم: 2459]**

حدیث نمبر 18: مسند احمد کی پہلی حدیث: [سیر اعلام النبلاء: 544/2، رقم: 114 طبعۃ الرسالۃ] میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے: ''فیہ

انقطاع‘‘ اس کی سند منقطع ہے۔

سطر نمبر 4 میں ’’وہ فلاں (میری محبوب شخصیت) کا تذکرہ برائی کے ساتھ کر رہا تھا‘‘ مرزا جہلمی صاحب نے اس عبارت میں دونوں شخصیات (تذکرہ کرنے والے اور جس کا کیا جا رہا ہے) کا نام نہیں بتایا۔ اب چونکہ مسئلہ بنو امیہ کا نہیں تھا اس لیے مرزا صاحب نے آنکھیں موندھ لیں لیکن اگر مسئلہ بنو امیہ کا ہوتا تو مرزا جی ان کی دشمنی کا حق ادا کرتے ہوئے لمبی لمبی بریکٹیں لگاتے، تین، چار طنزیہ جملے اور دو تین مرتبہ نعوذ باللہ من ذلک لکھ کر اس مسئلے میں رنگ بھرتے۔ ہم مرزا جی کے اس طرز عمل سے متفق ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات میں ہمیں خاموش ہی رہنا چاہیے اور حاشیے چڑھا کر ان کی توہین نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن افسوس اور دکھ تب ہوتا ہے جب مرزا جی امام ابوداود رحمہ اللہ پر طعن کرتے ہیں کہ ان کی یہ بری عادت ہے کہ جب بھی کسی صحابی کی غلطی کا بیان ہوتا ہے تو امام صاحب ان کے نام کی جگہ لفظ ’’فلاں‘‘ بولتے ہیں مرزا صاحب! آپ تو امام ابوداود رحمہ اللہ کو اس وجہ سے طعنے دیتے ہیں، تو یہ کام آپ نے اب خود بھی کر دیا ہے، کیا یہ آپ کا کھلا تضاد نہیں؟ کیا حق گوئی اسی کا نام ہے؟

مسند احمد کی دوسری حدیث:

☆ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا شہادتِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر گھبرانا ان کے اعلیٰ درجے کے مؤمن ہونے کی دلیل ہے۔

☆ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قاتل سیدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نہ تھے بلکہ کوئی اور دو شخص تھے جسکی تحقیق پہلی روایت میں ابھی گزر چکی ہے اور مزید بات روایت نمبر 19 کے تحت آ رہی ہے۔

☆ مرزا جی لکھتے ہیں: ’’پھر حضرت معاویہ نے اس واضح غلطی کی تاویل کرتے ہوئے کہا‘‘ مرزا صاحب! پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا ان کے گروہ کا قتل کرنا تو ثابت کریں۔ پہلے ان کی واضح غلطی تو ثابت کریں اگر ہمت ہے تو ہمارے سابقہ سوالات کے جوابات تحریر کریں پھر آپ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب کو تاویل کہہ لینا ابھی ان کا یا ان کے گروہ کا قاتل ہونا ثابت ہی نہیں تو واضح غلطی کیسے؟

☆ جس طرح یہ بات حقیقت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاتلین عمار رضی اللہ عنہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام لینا غلطی ہے، (اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے) اسی طرح ان کے گروہ کا نام لینا عین حقیقت بھی ہے کیونکہ وہ باغی (جن کو مرزا صاحب حدیث نمبر 16 کے تحت باغی تسلیم کر چکے ہیں) جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا وہ باغی ہی درحقیقت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے۔

مسند احمد اور مستدرک کی حدیث: اس روایت کو شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے اپنے مقالات میں اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے، اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تاویل نہیں کی بلکہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’قاتل اور سالب‘‘ واحد کے صیغے استعمال کیے ہیں اس لیے اس سے مراد ’’قاتل‘‘ ہی ہے پوری جماعت مراد نہیں۔ مرزا صاحب! انھوں نے تو حدیث کے الفاظ سے استدلال کیا لیکن تو نے اس کو تاویل قرار دے دیا۔ یا للعجب!

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی باغی لوگ تھے اور ان کا قاتل بھی اس گروہ کا شخص تھا اور بشرطِ صحتِ حدیث اسی قاتل کے لیے ہے۔ اور اگر مرزا صاحب بضد ہیں کہ اس سے مراد مکمل گروہ اور مکمل جماعت ہے اور اس گروہ سے مراد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ ہی ہے تو مرزا صاحب سیدنا علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کے ساتھیوں اور گروہ کو جنتی سمجھتے تھے (دیکھیں اسی پمفلٹ کی حدیث نمبر 20 کے تحت مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری حدیث) لہٰذا جہاں آپ بعض احادیث کے منکر ہو وہاں آپ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقیدے کے بھی مخالف ہو۔

لفظ ’’سب‘‘ کا اصل مفہوم: مرزا جہلمی صاحب نے اس حدیث کے ترجمے میں جہاں کچھ غلط بیانیوں سے کام لیا ہے، وہاں ایک صحیح ترجمہ کر کے بہت بڑے مسئلے کو حل بھی کر دیا ہے۔ مرزا صاحب ہمیشہ ہی لفظ ’’یَسبُّ‘‘ کے معنی گالیاں کرتے رہے، حالانکہ لغت میں لفظ ’’یَسبُّ‘‘ کے اور بھی کئی معانی ہیں، مثلاً: کسی سے اختلاف رائے رکھنا۔ [صحیح بخاری: 2411] کسی کو ڈانٹ پلانا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کو سبّ کیا۔ (یعنی ڈانٹا) [صحیح مسلم: 5947] کسی کے فیصلے کو غلط کہنا، سیّدنا علی اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہما کا ایک دوسرے کو سبّ کرنا۔ [صحیح بخاری: 4033] وغیرہ وغیرہ۔

لیکن مرزا جہلمی صاحب بنو امیہ اور خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی کی بنا پر ہر جگہ ’’یَسبُّ‘‘ کے معنی گالیاں ہی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب! اگر موجودہ اس روایت میں گالی کے علاوہ ترجمہ کیا جا سکتا ہے تو ان روایات میں کیوں نہیں کیا جا سکتا؟؟ قارئین! یہ ہے مرزا صاحب کا اصل چہرہ کہ جب سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ کہیں تو دونوں کے نام بھی صیغہ راز میں رہیں اور ’’یَسبُّ‘‘ کا ترجمہ گالی کیا جاتا ہے اور بریکٹیں لگا کر حاشیہ چڑھایا جاتا ہے۔ لیکن اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے (خواہ وہ صحابی ہی کیوں

نہ ہو) کسی کے متعلق (ضعیف روایت ہی میں) لفظ "یَسبُّ" آجائے تو مرزا جی بریکٹیں لگا کر مرچ مسالہ بھی لگاتے ہیں اور ترجمہ بھی گالیاں دینا کرتے ہیں۔(نعوذ باللہ من ذلک۔ جس کی مثال اسی پمفلٹ کی 42،43 حدیث میں موجود ہے، اس کے تحت مرزا جی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان لگانے کے لیے حدیث کا مفہوم ہی بدل رہے ہیں۔ لفظ سبّ کا مفہوم جاننے کے لیے اسی پمفلٹ کی (45) نمبر روایت کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا جہلمی صاحب نے اسی روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ "پھر سیّدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ خود سے مخاطب ہوئے" یہ جملہ مرزا صاحب کی جہالت و نادانی کا کھلا ثبوت ہے۔ یا تو مرزا جہلمی صاحب کو عربی آتی ہی نہیں یا کسی کا لکھا ہوا غلط ترجمہ بغیر سمجھے ہی نقل کر دیا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اگلے کلمات سیدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نے نہیں بلکہ راویٔ حدیث کلثوم تابعی نے کہے تھے۔[اسلام: 360 (ایپ)] میں بھی ترجمہ اسی طرح لکھا ہوا ہے: کلثوم کہتے ہیں اس نوجوان کا کون سا ہاتھ ہے۔ لیکن مرزا جی نے حدیث میں معنوی تحریف کرتے ہوئے ترجمہ ہی بدل ڈالا اور یہ کلمات کلثوم تابعی کی بجائے سیدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیے۔

کیا سیّدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ قاتل عمار رضی اللہ عنہ تھے؟؟

دلیل نمبر 1: ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ قاتلِ عمار نہیں ہیں، کیونکہ اس روایت کو اگرچہ بعض محدثین نے صحیح کہا ہے لیکن بعض نے ضعیف بھی کہا ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے۔[سیر اعلام النبلاء: 544/2 طبعة الرسالة ،رقم 114]

دلیل نمبر 2: اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تب بھی [مسند احمد: 11818 اور 12350] میں ہے کہ دو افراد نے دعویٰ قتل کیا تھا، اور خود مرزا صاحب نے بھی اپنے پمفلٹ کی حدیث نمبر 19 کے تحت اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ تو جب دو افراد اس کتاب کے مطابق میں خود اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم نے سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، تو پھر کیا ضرورت ہے ایک صحابی، اصحابِ شجرہ (بیعتِ رضوان) میں شامل ہونے والے اور زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش کی ضمانت پانے والے کو ضرور ہی قاتل بنایا جائے، نیز یہ مسلّمہ اصول ہے کہ شک کا فائدہ مجرم کو دیا جاتا ہے اس لحاظ سے بھی سیدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کو قاتل نہیں ٹھرانا چاہیے اور اگر آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کو قاتلِ عمار رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں تو روایات واحادیث میں بھی تضاد پیدا ہوتا ہے اور دوسرے شخص کو بھی بلاوجہ اس مقدمے سے خارج کیا جاتا ہے، جبکہ اگر ان دعویٰ کرنے والے دونوں یا ایک شخص کو قاتل مانتے ہیں، اس سے نہ تو روایات میں تضاد آتا ہے اور نہ کسی صحابی پر حرف آتا ہے۔

باغی گروہ: مرزا جہلمی صاحب اور ان کے ہمنوا ہر وقت باغی باغی کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔(اس مسئلے کے حل کے لیے) ہمارا ان سے سوال ہے کہ باغی کا مفہوم کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟ یعنی اصطلاحی باغی۔ اگر (حدیث میں وارد لفظ) باغی سے مراد وہ جماعت ہے جو ایک متفقہ خلیفہ کے ہوتے ہوئے اس کی خلافت کا انکار کرے اور اپنی بیعت لینے کے لیے نکلے، جس کی سزا قتل ہے، تو اگر مرزا جی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کو یہ اصطلاحی باغی مانتے ہیں، (نعوذ باللہ من ذلک)، تو یہ اُن کی بہت بڑی غلطی ہے، کیونکہ اس صورت میں انکا موقف قرآن واحادیث سے 100 فی صد متصادم ہے اور اگر مرزا صاحب کے نزدیک باغی کا یہی مفہوم ہے تو مرزا جی ہمارے ان سوالوں کے جوابات دیں:

(۱) قرآن میں فتح سے پہلے مسلمان ہونے والے اور بعد میں مسلمان ہونے والے تمام صحابہ کو جنتی کہا گیا ہے:[سورة الحديد: 10۔ سورة الانبياء : 101] سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ تمام صحابہ اس آیت کی وجہ سے جنتی ہیں اور اگر مرزا صاحب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کو اصطلاحی باغی کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے واجب القتل اور جہنمی، تو آیات کی رُو سے تو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ جنتی ہیں، جبکہ مرزا صاحب کے نزدیک وہ واجب القتل اور جہنمی ہیں۔(نعوذ باللہ من ذلک) اور جسے جنت کی ضمانت ملی ہو وہ واجب القتل اور جہنمی کیسے ہوسکتا ہے؟

(۲) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جنگِ جمل میں شریک تھیں جو دنیا وآخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور پوری دنیا سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔ اگر باغی سے مراد واجب القتل اور جہنمی گروہ مان لیں تو ان احادیث کا کیا جواب ہوگا؟ مرزا صاحب کے نزدیک ان کو واجب القتل اور جہنمی سمجھیں یا حدیث کے مطابق ان کو جنتی اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ مانیں؟

(۳) سیّدنا طلحہ اور سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہما جو عشرہ مبشرہ (جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر جنت کی بشارت دی تھی) میں شامل ہیں، یہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالف گروہ کے ساتھ تھے بلکہ جنگِ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیکر جانے والے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہی تھے اگر باغی گروہ سے مراد واجب القتل اور جہنمی گروہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے نام لے کر جنتی کہنے والی حدیث کا کیا جواب ہے؟

(۴) اگر واقعتاً سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اصطلاحی باغی، واجب القتل اور جہنمی تھی، (نعوذ باللہ منذالک) ، تو امیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیوں نہیں کیا اور ان سے صلح کیوں کر لی؟ جبکہ حدیث کے مطابق تو ان سے صلح کے بجائے انھیں قتل کرنا واجب تھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو باغیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ صلح کر لینا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ باغی نہ تھے۔ ایک طرف مرزا جی یہ حدیث بھی لکھتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اور قرآن ہمیشہ اکٹھے رہیں گے۔ [مستدرك حاكم: 4628] اور اس جگہ علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو تسلیم بھی نہیں کرتے۔

(۵) اگر امیر سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت واقعتاً باغی، یعنی واجب القتل اور جہنمی تھی تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کبھی ان کو باغی (واجب القتل اور جہنمی) کیوں نہیں کہا؟ کیا مرزا جی کو زیادہ علم ہے یا سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اس وقت کے موجود صحابہ و تابعین زیادہ جانتے تھے؟

(۶) اگر مرزا صاحب کے نزدیک باغی سے مراد اصطلاحی باغی، یعنی واجب القتل اور جہنمی گروہ ہے تو ہمارا چیلنج ہے کہ کسی ایک صحیح صریح دلیل سے ثابت کریں کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نے سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا ہو اور لوگوں نے ان سے بغاوت کر کے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟۔

(۷) اگر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کو باغی، واجب القتل اور جہنمی سمجھا جائے تو اس حدیث کا جواب کیا ہوگا جو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظمت والی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ [بخاری: 2704]

کتنے واضح الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دو خوبیاں بیان کی ہیں: (۱) عظمت والی (۲) مسلمان۔ اگر وہ جماعت واجب القتل اور جہنمی ہے تو مسلمان اور عظمت والی کہنے کا کیا مطلب؟

(۸) اگر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اصطلاحی باغی تھی تو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کس دلیل اور نص کی بنیاد پر ان سے صلح کی تھی؟ مرزا جی! کیا آپ کا ایمان یہ گوارا کرتا ہے کہ ایک جماعت از روئے حدیث باغی ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان قتل کرنے کی بجائے الٹا ان کے ساتھ صلح کر کے خلافت ان کے حوالے کر دے؟

(۹) اگر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اصطلاحی باغی، بمعنی واجب القتل تھی تو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی خلافت و حکومت کو تسلیم کیوں کیا؟ اور کیا باغی حکمران سے صلح کر کے اس کے گروہ میں شامل ہو جانا جائز ہے؟ اور کیا 20 سال تک اس سے وظیفے لیتے رہنا اور اپنی زندگی کی ضروریات ان سے پوری کروانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اصطلاحی باغی نہیں تھی۔

(۱۰) سوال: اگر نعوذ باللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھی تو پھر امتِ مسلمہ کی زمامِ حکومت اس باغی کو تھما کر پوری امتِ مسلمہ کو ایک باغی کی اطاعت پر مجبور کر دینا اور ان کے ماتحت بنا دینا، صرف اسلام دشمنی نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ سے بھی دشمنی ہے۔ تو کیا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنتی شہزادے ایسا کر سکتے تھے نہیں نہیں! بلکہ وہ بھی جانتے اور سمجھتے تھے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا گروہ باغی نہیں ہے۔ ہم نے طوالت کے خوف سے صرف دس سوال بیان کیے ہیں، ورنہ اس پر بیسیوں سوالات ہو سکتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے بھی بسند صحیح صریح ثابت نہیں کہ انہوں نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کو شہادت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پہلے اور بعد میں ان کی شہادت کو بنیاد بنا کر کبھی باغی ڈکلیئر کیا ہو یا ان کو واجب القتل یا جہنمی کہا ہو۔ تو جب صحابہ کی عظیم جماعت، جو قرآن و حدیث کو ہم سے ہزاروں درجہ صحیح سمجھنے والے تھے، انہوں نے کبھی ان کی جماعت کو باغی نہ کہا اور نہ ان پر واجب القتل ہونے کا فتوی لگایا، تو آج کے ایک معمولی انجینئر کو بھی قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ صحابہ کی عزتیں اچھالے اور ان پر الزام تراشی کرے۔

نوٹ: سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تو خود اس روایت کے راوی ہیں اور اقراری ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں (یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ) مومنین کی دو جماعتوں کے درمیان لڑائی کے دوران قتل ہوں گا۔ [التاريخ الاوسط، باب من مات بعد عثمان في خلافة علي، رقم: 312]

جب وہ خود اس حدیث کے راوی ہیں کہ مومنین کی دو جماعتوں کے درمیان ان کی شہادت ہوگی تو پھر ان کی جماعت کو کیسے باغی قرار دیا جا سکتا ہے، یقیناً ایسا کہنا ظلم اور ناانصافی ہے۔

نوٹ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک باغی گروہ کون تھا اس کے لیے [حدیث نمبر: 12,16,20,21,22] مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ

حدیث نمبر19: صحیح مسلم کی حدیث: اس روایت کے تحت مرزا جی نے بریکٹیں لگا لگا کر سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

مرزا جہلمی صاحب نے اس روایت کو کئی مرتبہ بیان کیا اور مرزا جی نے اس کے ترجمے میں بھی اپنی بدگمانی اور گستاخی کی روش نہیں چھوڑی۔ اس روایت میں مرزا جی ترجمہ کرتے ہیں: ''اے عمرو! یہ کیا حرکت ہے؟'' اگر مرزا صاحب کے دل میں صحابی رسول ﷺ کی تھوڑی سی بھی عزت اور احترام ہوتا تو کبھی ایسا ترجمہ نہ کرتے جس سے اُن کی توہین اور نفرت کی بو آ رہی ہوتی۔ اس کا ترجمہ یہ بھی تو کیا جا سکتا ہے: (اے عمرو! تجھے کیا ہوا ہے؟) لیکن افسوس! مرزا صاحب کی صحابہ دشمنی، ادب و احترام والا صحیح ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

مرزا صاحب نے سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ تیسرے دور کے متعلق سطر نمبر 12 میں یہ بریکٹ لگائی ''حکمرانی کے متعلق۔'' مرزا صاحب! کیا آپ کو شیطان نے وحی کی ہے؟ کہ ان کی مراد یہ تھی یا آپ نے کہیں پڑھا ہے اگر اس کا کوئی حوالہ ہے تو نقل کریں، ورنہ یہ صرف آپ کی غلیظ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ وہ حکمرانی کی بات کر رہے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے تین دور بتائے ہیں: ۱۔ اسلام سے پہلے کا۔ ۲۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ والا۔ ۳۔ نبی ﷺ کے بعد والا۔ اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے یہ جملہ بولا۔ اب تیسرے دور میں خلافتِ راشدہ کا بھی سارا دور ہے اور خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی، تو آپ نے کس دلیل یا کس آیت و حدیث سے یہ سمجھا کہ وہ صرف سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا دور مراد لے رہے تھے؟ وہ تو سیّدنا ابوبکر و سیّدنا عمر اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں بھی اہم عہدوں پر فائز رہے اور فاتحِ مصر بھی تھے۔ یہ تو صرف آپ کی متعصّبانہ اور فرقہ وارانہ سوچ ہے، کیونکہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جن کی خلافت عین اسلامی (اور آج تک رول ماڈل کے طور پر پیش کی جاتی ہے) خلافت تھی، وہ بھی کہتے تھے کہ کاش! میں برابر برابر ہی چھوٹ جاؤں، اس میں نہ میری کوئی پکڑ ہو اور نہ اس کا کوئی صلہ ہی ملے۔ [بخاری: 1392]۔ غور کریں، ایک جملہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بولیں اور پوری امتِ مسلمہ اس کو ان کی عاجزی و فروتنی اور خوفِ الٰہی سمجھے، لیکن اسی طرز کا جملہ سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بولیں تو جرم بن جائے۔ **تلك اذاً قسمة ضیزیٰ**

مرزا جی! جس طرح سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ان کی خلافت کی برائی نہیں بلکہ ان کے تقویٰ اور خوفِ الٰہی پر دلالت کرتے ہیں، اسی طرح فاتحِ مصر سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے کلمات بھی اُن کی للّٰہیت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے غماز ہیں۔ لیکن نہ جانے مرزا صاحب کو صحابی رسول ﷺ سے کیا دشمنی تھی کہ جس وجہ سے ان کے اچھے کلمات کو بھی بریکٹیں لگا کر برائی کے طور پر پیش کیا اور گستاخ بن کر اپنے رافضی ہونے کا ثبوت دیا۔ سیّدنا عمرو بن عاص تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو زبانِ نبوت سے یہ گارنٹی ملی تھی کہ لوگ تو مسلمان ہوئے اور عمرو بن عاص مومن ہوا ہے۔ [ترمذی: 3844] یعنی وہ پہلے دن سے ہی مومن تھے اور ان کے ایمان کی گواہی زبانِ نبوت نے دی۔ لیکن چونکہ وہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے، اس لیے مرزا صاحب پر دشمنی کا اظہار ضروری ہو گیا۔

مسند احمد کی پہلی حدیث: مرزا جی نے جس طرح صحیح مسلم کی سابقہ روایت میں بریکٹ لگا کر فاتح مصر سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (جن کے ایمان کی گواہی نبی ﷺ نے ان کا نام لے کر دی تھی) کی توہین کی مسموم کوشش کی، اسی طرح اس روایت کی بھی سطر نمبر 4 میں بریکٹ لگا کر (یعنی خلیفہ برحق سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج) جہاں حدیث کا مفہوم بدل دیا وہاں دبے لفظوں میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو واجب القتل اور دائرۂ اسلام سے خارج بھی قرار دے دیا۔ **نعوذ باللہ من ذلك**

وائے افسوس! سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی نے مرزا صاحب کو یہاں تک پہنچا دیا کہ ایک ایسے صحابی جن کے ایمان کی گواہی نبی ﷺ نے دی، مرزا صاحب نے اپنی بریکٹ سازی سے یہ بتانا چاہا کہ انہوں نے ایک کفریہ کام کیا تھا، حالانکہ انہوں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ مجھ سے کچھ کام ہو گئے ہیں۔ اب کون سے کام تھے؟ وہ تو اللہ ہی جانتا ہے یا وہ خود جانتے تھے۔ آپ کو کس نے بتایا کہ انہوں نے خلیفہ کے خلاف خروج کیا اور اس بنا پر وہ واجب القتل اور بدعتی تھے۔ مرزا جی! تو کیا آپ ان تمام صحابہ کو بشمول امی جان عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا، واجب القتل سمجھتے ہیں؟؟ جنھوں نے جنگ جمل و صفین میں شرکت کی تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے دم عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کیا تھا نہ کہ خروج۔ مرزا جی! آپ نے یہ بریکٹ لگا کر نہ صرف حدیث کا مفہوم بدل کر ایک صحابی پر تہمت لگائی ہے بلکہ ہزاروں صحابہ کو، نعوذ باللہ، واجب القتل بھی کہا ہے۔ اس کتابچے میں مرزا جہلمی صاحب نے اس عمل کو خروج و بغاوت بنا دیا، جبکہ ''رافضیت، ناصبیت اور یزیدیت'' والے پمفلٹ میں مرزا جی نے خود لکھا ہے کہ ان جنگوں کا اصل سبب قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اختلاف رائے کا پیدا ہو جانا تھا۔ [رافضیت و ناصبیت، صفحہ 2]

سیّدنا علی ﷜ " جمل " اور " صفین " میں حق پر تھے قصاصِ سیدنا عثمان ﷜ کے معاملہ میں اختلافِ رائے کا پیدا ہو جانا ان جنگوں کا اصل سبب بنا :

جنگِ جمل : ﴿ امیر المومنین سیدنا علی ﷜ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ﴾ ، **جنگِ صفین :** ﴿ امیر المومنین سیدنا علی ﷜ اور سیدنا معاویہ ﷜ کے درمیان ﴾

1 **ترجمہ صحیح حدیث :** سیدنا ابوسعید خدری ﷜ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : " (میرے بعد) میری اُمت دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی : (یعنی I امیر المومنین سیدنا علی ﷜ اور اُنکے حامی ، II امیر المومنین سیدنا علی ﷜ کے مخالفین اور اُنکے ساتھی) پھر اِن دونوں (مسلمان) گروہوں کے اندر سے ایک (تیسرا) فرقہ الگ ہو جائے گا (یعنی خوارج) ، اور اِس الگ ہو جانے والے فرقے سے (مسلمانوں کا) وہ گروہ قتال کرے گا جو اُس وقت حق کے زیادہ قریب ترین ہوگا۔" [صحیح مُسلم : حدیث نمبر 2459]

نوٹ : امیر المومنین سیدنا علی ﷜ نے ہی خوارج اور باغیوں کو **جنگِ نہروان** میں قتل کیا تھا : [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 6933 ، صحیح مُسلم : حدیث نمبر 2456]

2 **ترجمہ صحیح حدیث :** سیدنا ابودرداء ﷜ کا بیان ہے : " اللہ ﷻ نے اَپنے نبی ﷺ کی مبارک زبان سے سیدنا عمار بن یاسر ﷜ کو شیطان کے راستے سے محفوظ رہنے کی پناہ عطا فرمائی ہے۔" (یعنی اُنکی رائے حق پر ہوگی) [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 3742] ، **نوٹ :** سیدنا عمار ﷜ تمام جنگوں میں امیر المومنین سیدنا علی ﷜ کے ہی حامی تھے :

3 **ترجمہ صحیح حدیث :** عبداللہ بن زیاد الاسدی تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے :" جب (جنگ جمل کے موقعہ پر) سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور اُم المومنین سیدہ عائشہ ﷜ بصرہ کی جانب

قارئین! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ایک پمفلٹ میں اسے ''خروج'' اور دوسرے میں ''قصاصِ عثمان کے مطالبے میں اختلافِ رائے'' قرار دینا کیا مرزا کی واضح بوکھلاہٹ اور کھلا تضاد نہیں؟؟ ان کے اس جملے کا مطلب صرف اتنا تھا کہ مجھ سے کئی کام ایسے ہوئے ہیں، پتا نہیں وہ میرے حق میں تھے یا خلاف۔ اور وہ اپنے ان کاموں سے اسی طرح پریشان تھے جس طرح امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پریشان تھے۔ [صحیح بخاری: 1392] لیکن ان کے کاموں کی بنا پر ان پر طعن و تشنیع کی جسارت مرزا صاحب ہی کر سکتے ہیں، کسی صحیح العقیدہ مسلمان کا یہ حوصلہ نہیں۔

مسند احمد کی دوسری حدیث: یہ روایت تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے، اور اگر ان سے کوئی خطا بھی ہوگئی تو وہ اس سے توبہ کر چکے تھے۔ اب ان کی اس زندگی کو طنزیہ انداز میں بیان کرنا یا ان کی ذات وصفات پر کیچڑ اچھالنا اپنے ایمان کا جنازہ نکالنا ہے۔ مرزا صاحب! نبی ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ [ابن ماجة: 4250] اور اگر کوئی بدبخت اس کے باوجود ان کی آخری حالت پر اعتراض کرتا ہے تو وہ نبی ﷺ کے آخری اوقات میں آپ کی گھبراہٹ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آخری گھڑیوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھے گا؟ [صحیح بخاری: 4449] وہ تو اہل ایمان کی تقویٰ اور للّٰہیت والی کیفیت ہوتی ہے لیکن نادان اس کو بھی اپنے غلط مفہوم کی طرف لے جاتے ہیں۔

مسند احمد کی تیسری حدیث: رقم نمبر 18 میں ہے کہ سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ کو ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا، اور اس میں ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے اور ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اسی نے انھیں قتل کیا ہے۔ اب مرزا جی! کون فیصلہ کرے گا کہ کس نے قتل کیا تھا؟ آپ کس دلیل سے ان دونوں کی اس صحیح سند والی روایت کو چھوڑ کر ایک بیعتِ رضوان والے صحابی کے پیچھے پڑ کر اپنا اور لوگوں کا ایمان خراب کر رہے ہیں۔ اس روایت سے تو بات واضح ہوگئی کہ قاتلِ عمار رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ کوئی اور ہی تھا کیونکہ اب تین افراد کا تذکرہ آ رہا ہے، اور یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے۔ ایسی صورت میں جب دو روایات بظاہر متعارض ہوں تو ان میں تطبیق دی جاتی ہے اور ان کے درمیان بہترین تطبیق یہ ہے کہ سیدنا ابوالغاریۃ قاتل نہ تھے بلکہ انھوں نے نیزہ مارا تھا لیکن قتل انھوں نے کیا تھا لیکن عظیم لوگ اپنے چھوٹے گناہ کو بھی بڑا سمجھتے ہیں۔ اس تطبیق سے سیدنا ابوالغادیہ صحابی پر اٹھنے والے تمام سوالات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور روایات کا تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مرزا صاحب کو یہ تطبیق منظور نہیں تو پھر وہ اپنی کوئی تطبیق ضرور پیش کریں امت کو اس طرح متضاد روایات بیان مت کریں۔

اسی حدیث کے تحت مرزا صاحب کے نوٹ کا جواب:

ساری زندگی ''نہ میں وہابی نہ میں بابی'' کا نعرہ لگانے والے آج اپنے مطلب کی بات آئی تو بابی بن گئے۔ مرزا صاحب! دورخی چھوڑ دیں یک رنگ ہو جائیں۔ ہر وقت کہتے تھے: ''میں بابی نہیں''، لیکن افسوس! یہاں بابوں کی بات کو اپنے لیے حجت سمجھ لیا اور عقیدہ بنا لیا۔ مرزا صاحب! سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی نے آپ کو اتنا اندھا کر دیا ہے کہ آپ اپنے ہی پمفلٹ کے خلاف لکھ کر دوغلی پالیسی اور تضاد بیانی کا شکار ہو گئے۔ مرزا صاحب آپ نے تو خود اپنے پمفلٹ ''رافضیت ، ناصبیت و یزیدیت'' میں لکھ دیا ہے: جنگ جمل و جنگ صفین کی ''(وجہ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ تھی اور وہ مجتہد تھے، ان کو ایک اجر ہی ملے گا۔'' اور یہاں بریکٹ لگا رہے ہو کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی۔ اور اپنے اس 72 حدیث والے پمفلٹ میں بھی

حدیث نمبر 12 کے تحت علامہ البانی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ انہوں نے لکھا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ایک اجر ملے گا۔ مرزا صاحب! پہلے آپ اپنی تضاد بیانی ختم کریں، پھر یہ بات لکھیں۔ اور اگر ایک طرف آپ نے حنفی عالم کی بلا دلیل بات ماننی ہے تو دوسری طرف بھی تو کئی محدثین ہیں جنہوں نے ان کی خطا کو اجتہادی خطا لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں وہ تمام مجتہد تھے اور اجر کے مستحق ہیں۔ [فتح الباري تحت حديث نمبر: 7083] حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: جو کچھ سیّدنا معاویہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا وہ سب رائے اور اجتہاد کی بنا پر ہوا۔ [البداية والنهاية: 420/11]

اب ان محدثین کی تشریحات کو چھوڑ دینا اور اپنی مرضی کے ایک حنفی شارح کی شرح کو بلا دلیل مان لینا کیا انصاف اسی کا نام ہے؟ کیا علمی کتابی اسی کو کہتے ہیں؟ افسوس ہے ایسی سوچ اور ایسے علمی کتابی پر! اور تف ہے ایسے انصاف پسند پر!

حدیث نمبر 20: اس روایت میں مرزا جی مان گئے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو جنتی مانتے تھے۔ مرزا صاحب! وہ جنتی تھے تو پھر باغی کیسے ہوئے؟

مصنف ابن ابی شیبہ کی پہلی حدیث: سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس جنگ میں فطرت انسانی کے تحت سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی) اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اور کئی صحابہ کے خلاف نمازوں میں قنوتِ نازلہ کی اور ان کے خلاف بددعائیں بھی کیں۔

قارئین! غور کریں، اگر ایک طرف نمازوں میں دوسرے گروہ کے خلاف بددعائیں کرنا ثابت ہے تو دوسرے گروہ نے (جو اپنے فہم کے مطابق اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے تھے اور حقیقت میں وہ اجتہادی خطا پر تھے) اگر کسی موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کی کسی غلطی کا تذکرہ کیا یا ان کی غلطی بیان کی تو اس پر اتنا واویلا کیوں؟ انصاف تو یہ ہے کہ دونوں گروہوں کا بتایا جائے کہ ایک نے نماز میں ان کے لیے بددعائیں کیں اور دوسرے نے ان کی غلطیاں بیان کیں۔ لیکن مرزا صاحب دوسرے گروہ کے لیے گالیوں کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پہلے گروہ کی اس انداز میں بات ہی نہیں کرتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری حدیث: میں سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان نے مرزا جی کی ساری عمارت کو (جو انہوں نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کے خلاف کھڑی کی تھی) زمین بوس کر دیا۔ کیوں کہ انہوں نے خود کہا ہے کہ دونوں گروہوں کے مقتولین جنت میں ہوں گے۔ تو مرزا جی! اب تو سمجھ جائیں کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والا گروہ باغی ہرگز نہ تھا۔ اگر باغی ہوتا یا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اس کو باغی سمجھتے تو کبھی ان کو جنتی نہ کہتے۔ مرزا جی! آپ ساری زندگی باغی باغی کی رٹ لگاتے رہے، اب آپ خود بتائیں! کیا وہ جماعت جو خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کرے کیا وہ جنت میں جائے گی؟ کیا ان کے مقتولین کو جنتی کہنا جائز ہے؟ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ والی حدیث یاد نہ تھی کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قاتل عمار وسالبہ والی حدیث معلوم نہ تھی؟ سب کچھ یاد تھا اور معلوم تھا لیکن اس کے باوجود سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے تو اپنے گروہ اور دوسرے گروہ کو برابر ہی بیان کیا۔ لہٰذا مرزا صاحب آپ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ماننے والے بنیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ والا موقف اپنائیں اور پڑوسیوں والا موقف چھوڑ دیں اس میں خیر ہے اگر وہ اس گروہ کو باغی سمجھتے تو لازمی طور پر کہتے کہ ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے دوسری طرف، یا کم از کم ان کے بارے میں توقف ہی کر لیتے۔ لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے حامی مقتولین اور مخالف مقتولین کو اکٹھا ہی بیان کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ سب کو اکٹھا ہی شمار کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ ان کو غلطی لگی ہے اور ان کی غلطی اجتہادی ہے، جس پر ان کو ایک اجر بھی ملے گا اور جنت کے مستحق بھی ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ مرزا جی کا باغی گروہ والی حدیث کو سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ پر فٹ کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ رہی بات سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی، تو یقیناً وہ خطائے اجتہادی پر تھے، جس (کا ان کو ایک اجر بھی ملا) اور سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ مکمل حق پر تھے، (جس کی وجہ سے وہ دوہرے اجر کے مستحق ہوئے) جیسا کہ اگلی روایت میں واضح ہے۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

10

کے باعث گھبراہٹ سے محفوظ رہوں اور اپنے رب کریم کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) سے ہم کلام ہو سکوں (یعنی قبر کے سوالات کے جوابات میں مجھے استقامت نصیب ہو سکے۔) ''

مُسند احمد کی حدیث میں ہے: جب حضرت عمرو بن عاص ﷛ کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ اُن کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ نے پوچھا: ''کیا آپ ﷛ موت کے خوف سے رو رہے ہیں؟'' تو اُنھوں نے فرمایا: '' نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! بلکہ میں تو (موت کے) بعد (والے مراحل) سے ڈرتا ہوں۔ (**نوٹ:** اگلے الفاظ اس حدیث میں وہی ہیں جو اوپر صحیح مسلم کے طریق میں گزر چکے ہیں)۔......... پھر میں اس کے بعد (اپنے تیسرے دور میں حضرت معاویہ ﷛ کی) بادشاہت میں جا ملا اور کچھ ایسے کام ہوئے (یعنی خلیفہ برحق سیدنا علی ﷛ کے خلاف خروج) کہ میں نہیں جانتا کہ وہ غلط ہیں یا صحیح ؟ (**نوٹ:** اگلے الفاظ اس حدیث میں بھی وہی ہیں جو اوپر صحیح مسلم کی حدیث میں گزر چکے ہیں)۔''

مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو نوفل تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص ﷛ پر موت کے وقت سخت گھبراہٹ طاری ہوئی، تو اُن کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ نے پوچھا: '' اے ابو عبداللہ ! یہ گھبراہٹ کیونکر ہے حالانکہ آپ ﷛ تو رسول اللہ ﷺ کے مقرب تھے اور آپ ﷺ آپکو خصوصی ذمہ داریاں بھی سونپا کرتے تھے ؟ '' حضرت عمرو بن عاص ﷛ نے فرمایا: ہاں بیٹا ! یہ سب کچھ تو تھا لیکن میں تمھیں (اپنے دل کی) اصل بات بتاتا ہوں: '' اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں کہ (آپ ﷺ کی) یہ نوازش محبت کی بنا پر تھی یا میری تالیف قلب (دل جوئی) کیلئے تھی۔ البتہ میں تمھیں گواہی دے کر اُن دو (خوش قسمت) افراد کے بارے میں بتاتا ہوں کہ جن سے رسول اللہ ﷺ تا حیات راضی رہے۔ پہلا سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا (سیدنا عمار بن یاسر ﷛) اور دوسرا سیدہ اُم عبد رضی اللہ عنہا کا بیٹا (سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷛)۔ پھر جب حضرت عمرو بن عاص ﷛ اپنی بات مکمل کر چکے تو اُنھوں نے اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور عرض کی: '' اے اللہ تعالیٰ ! تو نے ہمیں حکم دیا لیکن ہم نے اُس (تیرے حکم) کو چھوڑ دیا، اور تو نے ہمیں (کچھ کاموں سے) منع کیا لیکن ہم وہی کام کر گزرے، تیری مغفرت کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔'' سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ کا بیان ہے: ''حضرت عمرو بن عاص ﷛ بس اسی دُعا کی تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ کچھ دیر بعد آپ ﷛ کا انتقال ہو گیا۔'' مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا حنظلہ بن خویلد تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان ﷛ کے پاس تھا کہ اچانک وہاں دو آدمی سیدنا عمار بن یاسر ﷛ کے کٹے ہوئے سر کو لئے جھگڑتے آئے۔ اُن میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ اُس نے انھیں قتل کیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔ (یہ منظر دیکھ کر) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ نے فرمایا: '' تم دونوں (بجائے اس قتل پر فخر کرنے کے) اس (دعویٰ قتل کو) اپنے ساتھی کے حق میں ہی چھوڑ دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو ارشاد فرمایا: '' اُن (سیدنا عمار ﷛) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' یہ سن کر حضرت معاویہ ﷛ نے (غصہ میں آ کر سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ کے والد عمرو بن عاص ﷛ سے) کہا: '' اے عمرو! اپنے مجنون (بیٹے) سے تو ہماری جان چھڑاؤ ! اور (اے عبداللہ!) تیرا ہمارے ساتھ کیا کام ہے؟ (یعنی ہمارے گروہ سے نکل جاؤ)۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ نے حضرت معاویہ ﷛ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا '' میرے باپ نے (ایک بار) رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ زندگی بھر اپنے باپ کی اطاعت کرتے رہنا اور اس کی حکم عدولی نہ کرنا، لہٰذا میں (رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتے ہوئے) تمہارے ساتھ تو رہوں گا مگر (خلیفہ برحق سیدنا علی ﷛ کے خلاف) لڑائی میں حصہ نہیں لوں گا۔''

[صحیح مُسلم : 321 ، مُسند احمد : 17933 اور 17934 (جلد -7 ، صفحہ -341) ، 6538 (جلد - 3 ، صفحہ -516) ، قال الشیخ شعیب الارنؤوط : إسناده صحیح]

نوٹ: امام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی -855 ھجری) لکھتے ہیں: ''امام کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا علی ﷛ اور حضرت معاویہ ﷛ دونوں ہی مجتہد تھے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ ﷛ کو اجتہاد میں خطا لاحق ہو گئی، اُن کو ایک اجر ملے گا جبکہ سیدنا علی ﷛ کو دو اجر ملیں گے۔ (اس دعویٰ پر امام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ ﷛ کی خطا کو اجتہادی خطا کیسے کہہ دیا جائے اور اُنکے اجتہاد پر کیا دلیل ہے؟ حالانکہ اُن کو یہ حدیث (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے) پہنچ چکی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: ''افسوس! ابن سُمیہ ﷛ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔'' اور ابن سُمیہ ﷛، عمار ابن یاسر ﷛ ہیں اور اُن کو حضرت معاویہ ﷛ کے گروہ نے (جنگ صفین میں) قتل کیا۔ کیا حضرت معاویہ ﷛ اس پر راضی نہیں کہ (صحابی ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے) اُن کو برابر چھوڑ دیا جائے، چہ جائیکہ اُن کو (خلیفہ برحق سیدنا علی ﷛ کے خلاف بغاوت پر) ایک اجر بھی ملے۔''

[عُمدۃ القاری شرح صحیح البخاری لامام بدر الدین عینی حنفی ، تحت الحدیث : صحیح بُخاری : 7083]

20 المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبدالرحمٰن تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ کے ساتھ نماز فجر ادا کی تو انھوں نے قنوت نازلہ پڑھی جس میں یہ دُعا فرمائی: '' اے اللہ تعالیٰ تو خود معاویہ اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے، اور عمرو بن العاص اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے، اور ابو سلمیٰ اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے، اور عبداللہ بن قیس اور اُس کے شیعہ (حامیوں) سے نمٹ لے۔'' المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا یزید بن اصم تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ سے جنگ صفین کے مقتولین کے (اُخروی انجام کے) متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے ارشاد فرمایا: ''(مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ) ہمارے اور اُن کے مقتولین (عوام الناس) جنت میں ہوں گے اور (قیامت کے دن) بالآخر معاملہ (فیصلے کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) میرے اور معاویہ کے درمیان پہنچے گا۔''

[المُصنف ابن ابی شیبۃ : 7123 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مقالات جز-6 : إسناده صحیح ، المُصنف ابن ابی شیبۃ : 39035 ، قال الشیخ ارشاد الحق الاثری : إسناده صحیح]

21 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(میرے بعد میری اُمت کے) لوگ 2- گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے (یعنی سیدنا علی ﷛ اور حضرت معاویہ ﷛) پھر ان دونوں (مسلمان) گروہوں کے اندر ہی سے ایک (تیسرا) فرقہ (یعنی خوارج کا) الگ ہو جائے گا اور اُس الگ ہو جانے والے فرقہ (خوارج) سے وہ گروہ قتال کرے گا جو اُن دونوں گروہوں میں سے ''اَقرب الی الحق'' ہوگا۔ (یعنی سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ کا گروہ)۔''

[صحیح مُسلم : 2459]

11

نوٹ: '' اَقرب الی الحق'' سے مراد ہے: '' حق والا گروہ '' اور دلیل اسکی یہ ہے کہ قرآن حکیم میں خود اللہ تعالیٰ نے غزوہ اُحد کے موقعہ پر منافقین کے واضح کفر کیلئے بھی ''اَقرب'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے: [سُورۃ آل عمران : 167] چنانچہ اسی ضمن میں سُنن الکبریٰ للبیھقی کی حدیث میں ہے: سیدنا عمار بن یاسر ﷛ نے فرمایا: ''مت کہو کہ اہل شام (یعنی حضرت معاویہ ﷛ کے گروہ) نے کفر کیا بلکہ کہو کہ اُنھوں نے فسق (گناہ کبیرہ) کیا، یا پھر کہو کہ (اپنی جانوں پر) ظلم کیا۔'' [سُنن الکبریٰ للبیھقی : 16721 ، إسناده صحیح]

22 صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ ابن ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: ''اے محمد ﷺ! انصاف کرو'' آپ ﷺ نے جلال میں آ کر فرمایا: '' تو برباد ہو ! جب میں ہی انصاف نہ کروں گا تو اور کون کرے گا ؟ '' سیدنا عمر بن خطاب ﷛ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس (گستاخ) کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رہنے دو ! اس کے کچھ ساتھی (مستقبل میں) ایسے بھی ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو اُن کی نماز اور اپنے روزے کو اُن کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے (یعنی وہ خوارج بہت عبادت گزار ہوں گے) یہ لوگ دین میں سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر اپنے ہدف سے آر پار نکل جاتا ہے اور اُس تیر کے اگلے پچھلے اور درمیانے کسی بھی حصے پر کوئی نشان نہیں لگا ہوتا اور وہ گوبر اور خون میں سے صاف نکل جاتا ہے۔ اُن خوارج کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ اُن میں سے ایک شخص کا کٹا ہوا بازو عورت کے پستان جیسا ہوگا اور یہ لوگ اختلاف (جو سیدنا علی ﷛ اور حضرت معاویہ ﷛ کے درمیان ہوا) کے وقت ظاہر ہوں گے۔'' سیدنا ابو سعید خدری ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو (یہ سب باتیں) فرماتے ہوئے سنا تھا اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا علی ﷛ نے ہی اُن خوارج کو (جنگ نہروان میں) قتل کیا اور میں بھی آپ ﷛ کے ساتھ تھا اور پھر (خوارج میں سے) ایک شخص کی لاش لائی گئی جس میں وہ تمام علامات موجود تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے (پیش گوئی) ذکر فرمائی تھیں۔ اور اسی سے متعلق قرآن کی یہ آیت بھی نازل ہوئی: '' اور اُن میں سے بعض آپ ﷺ پر صدقات (کی تقسیم) میں طعن کرتے ہیں۔'' : [سُورۃ التوبۃ : 58] [صحیح بُخاری : 6933 ، صحیح مُسلم : 2456]

23 سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ جب حروریہ (خوارج) کا ظہور ہوا تو اُنھوں نے ایک الگ جگہ کو اپنا مسکن بنا لیا اور اُن کی تعداد 6000 تھی۔ میں نے امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ سے عرض کی کہ آپ ﷛ نماز (ظہر) تھوڑی ٹھنڈی (یعنی مؤخر) کر دیں تاکہ میں اُن لوگوں (خوارج) سے گفت و شنید کر سکوں۔ سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ وہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ میں نے عرض کی کہ قطعاً ایسا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اچھا لباس زیب تن کیا اور بال سنوارے اور اُن کے پاس پہنچ گیا۔ عین دوپہر کا وقت تھا اور وہ کھانا کھا رہے تھے۔ اُنھوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا: مرحبا اے ابن عباس! کہو کیسے آنا ہوا ؟ میں نے جواب دیا: میں تمہارے پاس مہاجر و انصار صحابہ ﷛، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور داماد (سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛) کی طرف سے آیا ہوں۔ اُن (کے حالات) پر قرآن حکیم اترا، لہٰذا وہ قرآن کی تفسیر تم سے کہیں بہتر جانتے ہیں اور تم میں اُن جیسا (فضیلت والا) کوئی بھی موجود نہیں۔ (میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ) میں تمھیں اُن کا موقف پہنچا دوں اور تمہارا موقف اُن تک پہنچا دوں۔ چنانچہ (یہ بات سن کر) اُن میں سے بہت سے لوگ میرے پاس آ بیٹھے۔ میں (سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛) نے اُن (خوارج سے) سوال کیا: مجھے اس بات کی دلیل دو کہ کس دلیل کی روشنی میں تم لوگوں نے صحابہ ﷛ اور رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور داماد (سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛) سے دشمنی مول لے لی ہے ؟ اُنھوں نے کہا: اس اختلاف کی 3- وجوہات ہیں۔ میں نے کہا: وہ 3- وجوہات کون سی ہیں ؟ اُن میں سے ایک نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ اُنھوں (سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛) نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں انسانوں کو قاضی ٹھہرا لیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: '' فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔'' [الانعام : 57] لہٰذا اس معاملے میں انسانوں کے فیصلے سے کیا سروکار ؟ میں نے کہا: یہ ایک اعتراض ہوا (یعنی اگلا اعتراض بتاؤ ؟) اُنھوں نے دوسرا سبب یہ بتایا کہ اُنھوں (سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛) نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گروہ کے ساتھ جنگ جمل اور حضرت معاویہ ﷛ کے گروہ کے ساتھ جنگ صفین میں) جنگ کی مگر نہ تو اُن کے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنایا اور نہ ہی مال غنیمت جمع کیا ! اگر وہ کافر تھے تو اُنھیں قیدی بنانا بھی درست تھا اور اگر وہ مومنین تھے تو سرے سے اُن کے ساتھ قتال کرنا بھی غلط ہوا ! میں نے کہا ''یہ دو باتیں تو ہو گئیں اب تیسرا اعتراض بتاؤ ؟ اُنھوں نے کہا: اُنھوں (سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛) نے (حضرت معاویہ ﷛ کے ساتھ معاہدے کی تحریر میں) اپنے نام سے لفظ ''امیر المومنین'' مٹوا دیا ہے، لہٰذا اگر وہ امیر المومنین نہیں ہیں تو کیا امیر الکافرین ہیں ؟ میں نے کہا: ان 3- اشکال کے علاوہ کوئی اور اعتراض بھی ہے ؟ اُنھوں نے کہا: نہیں ! یہی 3- کافی ہیں۔ میں نے کہا: اگر تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے کچھ پیش کروں جس سے تمہارے اشکالات حل ہو جائیں تو مان لوگے ؟ اُنھوں نے کہا: جی ہاں بالکل! میں (سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛) نے کہا: تمہارا یہ اعتراض کہ سیدنا علی ابن ابی طالب ﷛ نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں انسانوں کو قاضی ٹھہرا لیا ہے (اور یوں کفر کا ارتکاب کیا)، تو میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی میں سے دکھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چوتھائی درہم کی مالیت (جیسی حقیر رقم) پر فیصلہ انسانوں کے سپرد فرمایا ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کریں، دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ایمان والو ! حالت احرام میں شکار مت کرو اور تم میں سے جو جان بوجھ کر ایسا کر بیٹھے تو (اُس شکار) کے برابر کسی جانور کو بطور کفارہ پیش کرے، جس کا فیصلہ تم میں سے 2- معتبر افراد کریں گے۔'' [المائدۃ : 95] اب دیکھو کہ یہ معمولی اور چھوٹا سا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد فرمایا جبکہ وہ خود ہی فیصلہ فرما سکتا تھا مگر پھر بھی اُس نے انسانی فیصلے کو جائز رکھا۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ (انسانی فیصلے سے) اُمور مسلمین کی اصلاح کرنا اور امن کی خاطر باہمی خونریزی روکنا زیادہ اہم اور افضل ہے یا (حالت احرام میں شکار کیے گئے) خرگوش کا معاملہ زیادہ ضروری ہے ؟ اُن (خوارج) نے جواب دیا: کیوں نہیں! یہی (مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا ہی) زیادہ افضل ہے۔ (پھر میں نے دوسری دلیل دیتے ہوئے کہا:) اللہ تعالیٰ نے عورت اور اُس کے شوہر کے بارے میں فرمایا: ''اگر تمھیں اُن کے مابین ناچاکی کا خوف ہو تو اُس (مرد) کی طرف سے ایک ثالث اور اُس (عورت) کی طرف سے ایک ثالث مقرر کر لو۔'' [النساء : 35] میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں

حدیث نمبر 21: مرزا جی نے اپنے مطلب کے لیے اس کے تحت حدیث اور آیتِ قرآنی میں بھی تحریف کر ڈالی۔

مرزا جہلمی صاحب نے اس روایت کے آخری جملے کا ترجمہ اپنے ہی پمفلٹ [''رافضیت، ناصبیت اور یزیدیت'' 2015ء] میں اس طرح کیا: ''جو اس وقت حق کے زیادہ قریب ترین ہوگا۔'' اور (واقعۂ کربلا کا حقیقی پس منظر، 2016ء) میں ایک سال بعد ترجمے میں تبدیلی کرتے ہوئے آخری جملہ اس طرح لکھا: ''جو ان دونوں گروہوں (سیّدنا علی بن ابی طالب اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہم) میں سے حق کے قریب تر ہوگا''، یعنی ''قریب ترین'' کی جگہ ''قریب تر'' لکھ دیا اور زیادہ کا لفظ بھی حذف کر دیا۔ بہر حال، اس جگہ تو پھر بھی کچھ مفہوم ٹھیک تھا لیکن 2017ء کے نئے ورژن میں مرزا صاحب نے ''اقرب الی الحق'' عربی جملے کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اسی طرح عربی ہی لکھ دی، کیونکہ اگر صحیح ترجمہ کرتے تو ان کا سارا بھانڈا پھوٹ جاتا اور دشمنانِ اسلام وصحابہ کبھی ان سے راضی نہ ہوتے۔ چونکہ مرزا صاحب کا ایجنڈا ہی کچھ اور ہے، اس لیے مرزا صاحب نے گمراہ لوگوں کی طرح ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ عربی ہی لکھ دی تا کہ لوگوں کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کیا حق گوئی اسی کا نام ہے؟

نوٹ کا جواب: مرزا صاحب نے ایک حدیث کا غلط ترجمہ کرنے کی لاحاصل کوشش میں قرآن کا ترجمہ ہی بدل دیا اور بقول شاعر ''خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں۔'' افسوس! حق تو یہ تھا کہ مرزا صاحب حدیث کا صحیح ترجمہ کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتے لیکن مرزا صاحب نے صحابہ دشمنی میں حدیث کا ترجمہ تو تحریف کر کے بدلنا ہی تھا، ساتھ قرآن میں بھی تحریف کر ڈالی۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اقرب الی الحق'' سے مراد ہے حق والا گروہ۔ مرزا جی! ''اقرب الی الحق'' کے معنی حق والا گروہ نہیں بلکہ حق کے زیادہ قریب گروہ ہے۔

مرزا جی! ''اقرب''، اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل میں دوسرے کے مقابلے میں زیادتی والا ترجمہ پایا جاتا ہے جیسے ''اللہ اعلم'' کا ترجمہ ہے اللہ زیادہ جانتا ہے، نہ کہ اللہ جانتا ہے۔

مرزا جی! ''اقرب الی الحق'' کا صحیح ترجمہ حق کے زیادہ قریب گروہ ہے، اور جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب ہیں تو لامحالہ اس حدیث نبوی میں یہ بات موجود ہے کہ دوسرا گروہ

بھی حق والا ہی ہوگا،لیکن وہ ان کے مقابلے میں حق کے کم قریب ہوگا۔

قارئین! مرزا جی کی اس تحریف کا مقصد سمجھیں!! مرزا جی نے ترجمہ کیا ''حق والا گروہ'' اب اس کے مقابلے میں ترجمہ بنتا ہے ''باطل والا گروہ'' جبکہ حدیث کے اصل ترجمے کے مطابق ''حق کے زیادہ قریب گروہ'' اس کے مقابلے میں ترجمہ بنتا ہے ''حق کے تھوڑا قریب گروہ''۔ یعنی اگر صحیح ترجمہ کریں تو دونوں گروہ حق پر بنتے ہیں،لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حق کے تھوڑا قریب،لیکن دونوں ہی حق پر ہیں،اور اگر مرزا جی کا ترجمہ مانیں تو ایک گروہ حق والا اور دوسرا گروہ باطل والا بنتا ہے،جو عربی گرامر،لغت،منہجِ سلف وصحابہ و تابعین کے یکسر مخالف ہے اور دشمنانِ صحابہ واسلام کے عین موافق ہے۔افسوس کہ مرزا صاحب نے گرامر،لغت،منہجِ سلفِ صالحین اور ائمہ ومحدثین سب کو پسِ پشت ڈال کر صرف اغیار کی خوشنودی کے لیے حدیث کا ترجمہ ہی بدل دیا۔

مرزا جی کی قرآنی دلیل 4: ﴿هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ﴾ [آل عمران: 167] **''وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔''**

مرزا جی! قرآن مجید کی اس آیت میں لفظ ''اقرب'' تو آیا ہے،لیکن اس جگہ بھی ہمارا بیان کردہ ترجمہ ہی صحیح بنتا ہے نہ کہ آپ کا خودساختہ ترجمہ۔صحیح ترجمہ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔کیونکہ وہاں یہ بات ہے کہ منافقین کی دو حالتیں ہوتی ہیں: ایک ظاہری اور ایک باطنی۔وہ ظاہراً مومن بنتے ہیں،حقیقت میں کافر ہوتے ہیں،اس لیے وہ مومنین کی صفات اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن غزوۂ اُحد میں ان کی ظاہری حالت بھی ایمان کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب تھی۔مرزا صاحب! جس آیت میں تحریف کرکے آپ اپنی دلیل بنا رہے ہیں اگر اس کا صحیح ترجمہ کریں تب بھی ہمارا موقف ہی ثابت ہوگا کہ ''اقرب'' کے معنی زیادہ قریب کے ہیں کہ وہ منافقین اس دن ظاہراً بھی ایمان کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب تھے۔

حدیث نمبر 22: جی حقیقت ہے کہ خارجیوں سے قتال سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت ہی نے کیا تھا اور وہی زیادہ حق پر تھے۔اس حدیث میں واقعۂ کربلا پس منظر تو بالکل ا بھی نہیں ہے،حالانکہ مرزا صاحب نے یہ کتابچہ لکھا ہی واقعۂ کربلا کے پس منظر میں ہے۔چلیں کوئی بات نہیں گنتی بھی تو پوری کرنی ہے نا۔

11

نوٹ: ''اَقرب الی الحق'' سے مراد ہے: ''حق والا گروہ'' اور دلیل اسکی یہ ہے کہ قرآن حکیم میں خود اللہ تعالیٰ نے غزوہ اُحد کے موقعہ پر منافقین کے واضح کفر کیلئے بھی ''اَقرب'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے: [سورۃ آل عمران : 167] چنانچہ اسی ضمن میں سُنن الکبریٰ للبیہقی کی حدیث میں ہے: سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مت کہو کہ اہل شام (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ) نے کفر کیا بلکہ کہو کہ اُنھوں نے فسق (گناہِ کبیرہ) کیا، یا پھر کہو کہ (اپنی جانوں پر) ظلم کیا۔'' [سُنن الکبریٰ للبیہقی : 16721 ، اسنادہ صحیح]

22 صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ ابن ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: ''اے محمد ﷺ! اِنصاف کرو'' آپ ﷺ نے جلال میں آکر فرمایا: ''تو برباد ہو! جب میں ہی انصاف نہ کروں گا تو اور کون کرے گا؟'' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس (گستاخ) کو قتل کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رہنے دو! اس کے کچھ ساتھی (مستقبل میں) اَیسے بھی ہوں گے کہ تم اپنی نمازکو اُن کی نماز اور اپنے روزے کو اُن کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے (یعنی وہ خوارج بہت عبادت گزار ہونگے) یہ لوگ دین میں سے یوں خارج ہوجائیں گے جیسے تیر اپنے ہدف سے آر پار نکل جاتا ہے اور اُس تیر کے اگلے پچھلے اور درمیانے کسی بھی حصے پر کوئی نشان نہیں لگا ہوتا اور وہ گوبر اور خون میں سے صاف نکل جاتا ہے۔ اِن خوارج کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ اِن میں سے ایک شخص کا کٹا ہوا بازو عورت کے پستان جیسا ہوگا اور یہ لوگ اِختلاف (جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا) کے وقت ظاہر ہوں گے۔'' سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو (یہ سب باتیں) فرماتے ہوئے سنا تھا اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہی اُن خوارج کو (جنگ نہروان میں) قتل کیا اور میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور پھر (خوارج میں سے) ایک شخص کی لاش لائی گئی جس میں وہ تمام علامات موجود تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے (پیش گوئی) ذکر فرمائی تھیں۔ اور اسی سے متعلق قرآن کی یہ آیت بھی نازل ہوئی: ''اور اُن میں سے بعض آپ ﷺ پر صدقات (کی تقسیم) میں طعن کرتے ہیں۔'' : [سُورۃ التوبۃ : 58] [صحیح بُخاری : 6933 ، صحیح مُسلم : 2456]

23 سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حروریہ (خوارج) کا ظہور ہوا تو اُنہوں نے ایک الگ جگہ کو اپنا مسکن بنالیا اور اُن کی تعداد 6000 تھی۔ میں نے امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز (ظہر) تھوڑی ٹھنڈی (یعنی مؤخر) کردیں تاکہ میں اُن لوگوں (خوارج) سے گفت و شنید کرسکوں۔ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ وہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ میں نے عرض کی کہ قطعاً ایسا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اچھا لباس زیب تن کیا اور بال سنوارے اور اُن کے پاس پہنچ گیا۔ عین دوپہر کا وقت تھا اور وہ کھانا کھارہے تھے۔ اُنہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا: مرحبا اے ابن عباس! کہو کیسے آنا ہوا؟ میں نے جواب دیا: میں تمہارے پاس مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد اور داماد (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی طرف سے آیا ہوں۔ اُن (کے حالات) پر قرآن حکیم اُترا، لہٰذا وہ قرآن کی تفسیر تم سے کہیں بہتر جانتے ہیں اور تم میں اُن جیسا (فضیلت والا) کوئی بھی موجود نہیں۔ (میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ) میں تمہیں اُن کا موقف پہنچادوں اور تمہارا موقف اُن تک پہنچادوں۔ چنانچہ (یہ بات سن کر) اُن میں سے بہت سے لوگ میرے پاس آبیٹھے۔ میں (سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) نے اُن (خوارج سے) سوال کیا: مجھے اس بات کی دلیل دو کہ کس دلیل کی روشنی میں تم لوگوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ کے چچازاد اور داماد (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے دشمنی مول لے لی ہے؟ اُنہوں نے کہا: اس اختلاف کی 3- وجوہات ہیں۔ میں نے کہا: وہ 3- وجوہات کون سی ہیں؟ اُن میں سے ایک نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ اُنھوں (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں انسانوں کو قاضی ٹھہرالیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔'' [الانعام : 57] لہٰذا اس معاملے میں انسانوں کے فیصلے سے کیا سروکار؟ میں نے کہا: یہ ایک اعتراض ہوا (یعنی اگلا اعتراض بتاؤ؟) اُنہوں نے دوسرا سبب یہ بتایا کہ اُنھوں (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گروہ کے ساتھ جنگ جمل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کے ساتھ جنگ صفین میں) جنگ کی مگر نہ تو اُن کے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنایا اور نہ ہی مالِ غنیمت جمع کیا! اگر وہ کافر تھے تو اُنہیں قیدی بنانا بھی درست تھا اور اگر وہ مومنین تھے تو سرے سے اُن کے ساتھ قتال کرنا بھی غلط ہوا! میں نے کہا ''یہ دو باتیں تو ہوگئیں اب تیسرا اعتراض بتاؤ؟ اُنہوں نے کہا: اُنہوں (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاہدے کی تحریر میں) اَپنے نام سے لفظ ''امیر المومنین'' مٹوادیا ہے، لہٰذا اگر وہ امیر المومنین نہیں ہیں تو کیا امیر الکافرین ہیں؟ میں نے کہا: ان 3- اشکال کے علاوہ کوئی اور اعتراض بھی ہے؟ اُنہوں نے کہا: نہیں! یہی 3- کافی ہیں۔ میں نے کہا: اگر تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے کچھ پیش کروں جس سے تمہارے اشکالات حل ہوجائیں تو مان لوگے؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں بالکل! میں (سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) نے کہا: تمہارا یہ اعتراض کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں انسانوں کو قاضی ٹھہرالیا ہے (اور یوں کفر کا ارتکاب کیا)، تو میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی میں سے دکھا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چوتھائی درہم کی مالیت (جیسی حقیر رقم) پر فیصلہ انسانوں کے سپرد فرمایا ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کریں دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار مت کرو اور تم میں سے جو جان بوجھ کر ایسا کر بیٹھے تو (اُس شکار) کے برابر کسی جانور کو بطور کفارہ پیش کرے، جس کا فیصلہ تم میں سے 2- معتبر افراد کریں گے۔'' [المائدۃ : 95] اب دیکھو کہ یہ معمولی اور چھوٹا سا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد فرمایا جبکہ وہ خود ہی فیصلہ فرماسکتا تھا مگر پھر بھی اُس نے انسانی فیصلے کو جائز رکھا۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ (انسانی فیصلے سے) اُمورِ مسلمین کی اصلاح کرنا اور اَمن کی خاطر باہمی خونریزی روکنا زیادہ اہم اور افضل ہے یا (حالتِ احرام میں شکار کیے گئے) خرگوش کا معاملہ زیادہ ضروری ہے؟ اُن (خوارج) نے جواب دیا: کیوں نہیں! یہی (مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا ہی) زیادہ افضل ہے۔ (پھر میں نے دوسری دلیل دیتے ہوئے کہا:) اللہ تعالیٰ نے عورت اور اُس کے شوہر کے بارے میں فرمایا: ''اگر تمھیں اُن کے مابین ناچاکی کا خوف ہو تو اُس (مرد) کی طرف سے ایک ثالث اور اُس (عورت) کی طرف سے ایک ثالث مقرر کرلو۔'' [اَلنساء : 35] میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں

12

کہ (انسانی فیصلے سے) اُمورِ مسلمین کی اصلاح کرنا اور اَمن کی خاطر باہمی خونریزی روکنا زیادہ اہم اور افضل ہے یا محض ایک عورت کے ازدواجی معاملے کو سنوارنا زیادہ افضل ہے؟ اُنہوں نے کہا: بالکل ٹھیک! پھر میں نے کہا: تمہارا یہ اعتراض کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال تو کیا مگر (فریق مخالف کو) جنگی قیدی نہیں بنایا اور نہ (اُن کے مال سے) غنیمت حاصل کی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم اَپنی ماں اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنگی قیدی بنانا چاہتے ہو؟ اور دیگر جنگی قیدی خواتین کی طرح اُنھیں بھی اَپنے لئے حلال کرنا چاہتے ہو جبکہ وہ تمھاری ماں ہے! اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ ہم اُنھیں دیگر قیدی عورتوں کی طرح حلال جانتے ہیں تو تم کافر ہوجاؤ گے اور اگر یہ کہو کہ وہ تو ہماری ماں ہی نہیں تو پھر بھی یہ کفر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: ''نبی ﷺ مومنین پر اُن کی جانوں سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں اور اُن کی بیویاں اُن (مومنین) کی مائیں ہیں۔'' [الاحزاب : 6] اس طرح تم دو بڑی گمراہیوں میں پھنس گئے ہو اور مجھے ان سے نکل کے دکھاؤ؟ دوسرے اعتراض کا جواب مل گیا؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے کہا کہ تمہارا یہ اعتراض کہ (چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعتراض کرنے پر، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں تسلیم کرتے تھے اس لئے) سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خود اَپنے مرضی سے لفظ اَمیر المومنین مٹوادیا ہے تو اس کا جواب وہ دوں گا جو تمھیں پسند ہوگا۔ دیکھو! رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں تحریر کراتے وقت اپنا نام ''محمد رسول اللہ ﷺ'' لکھوایا تھا، جس پر کفار نے اعتراض کیا کہ سارا جھگڑا ہی اسی بات کا ہے کہ ہم آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں مانتے، چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جو یہ تحریر لکھ رہے تھے) سے ارشاد فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! یہ (الفاظ) مٹادو، اے اللہ تعالیٰ تجھے معلوم ہے کہ میں تیرا رسول ہوں، اے علی رضی اللہ عنہ! یہ لکھ دو: ''محمد بن عبداللہ''۔ (باقی تفصیل آگے حدیث نمبر: 45 کے تحت آرہی ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ بہتر ہیں پھر بھی اُنہوں نے لفظ ''رسول اللہ ﷺ'' کو خود کہہ کر مٹوادیا جس سے آپ ﷺ کی شانِ نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ تیسرے اعتراض کا جواب بھی مل گیا؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں! چنانچہ (اس علمی مباحثے کی برکت سے) اُن میں سے 2000- افراد اُسی موقع پر تائب ہوکر واپس لوٹ آئے جبکہ باقی 4000- خوارج مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاتھوں گمراہی کی حالت میں مارے گئے۔'' [سُنن نسائی الکبریٰ : 8575 ، قال الشیخ غلام مصطفی ظہیر فی خصائص علی : اسنادہ صحیح]

24 المُصنف ابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا طارق بن شہاب تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو اُن سے سوال کیا گیا کہ اہل نہروان (یعنی خوارج) مشرکین ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (نہیں) شرک سے تو وہ بھاگے ہیں (یعنی مسئلہ تحکیم پر اُنھوں نے توحید کا ہی تو بہانہ بنایا تھا تو وہ مشرک کیونکر ہوسکتے ہیں) پھر پوچھا گیا تو کیا پھر وہ منافق ہیں؟ فرمایا نہیں! منافقین تو اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرنے والے ہوتے ہیں (یعنی خوارج تو حد سے زیادہ عبادت گزار ہیں تو وہ منافق کیونکر ہوسکتے ہیں) پھر پوچھا گیا کہ آخر وہ (خوارج) کیا ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ (ہمارے) اَیسے لوگ ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (صرف باغی ہیں مشرک یا منافق نہیں)'' سُنن الکبریٰ للبیہقی کی حدیث میں ہے: سیدنا نافع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ''خشبیہ'' (یعنی مختار ثقفی کے گروہ کے لوگوں) اور خوارج کو سلام کیا کرتے تھے حالانکہ وہ (مسلمانوں سے) برسرِ قتال رہتے تھے۔ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''جو کوئی ''حی علی الصلوۃ'' کہہ کر مجھے نماز کیلئے بلائے گا تو میں اُس کی دعوت قبول کروں گا (یعنی اُس کے پیچھے نماز پڑھوں گا) اور جو کوئی ''حی علی الفلاح'' کہہ کر بلائے گا میں اُس کی پکار پر بھی لبیک کہوں گا (یعنی اُس کے پیچھے نماز پڑھتا رہوں گا)۔ مگر جو کوئی مجھے یہ کہے گا کہ آؤ اَپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کریں اور اُن کا مال لوٹیں تو پھر میں انکار ہی کروں گا۔''
[المُصنف ابن ابی شیبۃ : 39097 اسنادہ صحیح ، سُنن الکبریٰ للبیہقی : 5305 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مقالات ج1- : اسنادہ صحیح]

25 المُستدرک للحاکم اور سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ ذی العشیرہ کے دوران میں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ رفیقِ سفر تھے، رسول اللہ ﷺ نے وہاں پڑاؤ ڈالا اور (کچھ دیر) مقیم رہے۔ اسی دوران ہم نے بنی مدلج کے کچھ لوگوں کو کھجور کے باغات میں کام کرتے دیکھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور میں اُنکے پاس آئے اور کچھ دیر تک اُن کا کام دیکھتے رہے، پھر ہم پر نیند غالب آگئی تو ہم دونوں جاکر کھجور کے چھوٹے پودوں میں مٹی پر لیٹ کر سوگئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہی نے آکر اَپنے پاؤں مبارک سے ہمیں ہلاکر بیدار فرمایا اور ہماری حالت یہ تھی کہ ہم گرد سے خوب آلودہ ہوچکے تھے۔ (اس موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوتراب (یعنی مٹی والے) اُٹھو! پھر فرمایا: ''میں تم دونوں کو سب انسانوں سے بڑھ کر دو بدبخت افراد کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کیا ضرور بتایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(پہلا بدبخت تو وہ) قوم ثمود کا اُحیمر نامی شخص تھا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور دوسرا (بدبخت) وہ شخص ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ! تمہارے سر پر تلوار سے ضرب لگائے گا اور تمہاری داڑھی کو سر کے خون سے رنگ دے گا۔''
[المُستدرک للحاکم : 4679 ، قال الامام حاکم والامام الذهبی : اسنادہ صحیح علی شرط مُسلم ، السلسلۃ الصحیحۃ : 1743 ، قال الشیخ الالبانی : اسنادہ صحیح]
[سُنن نسائی الکبریٰ : 8538 ، قال الشیخ غلام مصطفی ظہیر فی خصائص علی تحت الحدیث 8538 : اسنادہ صحیح]

نوٹ: چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ایک آخری کوشش تھی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اُسی خلافت راشدہ محفوظہ کو دوبارہ بحال کردیا جاتا کہ جس کو تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خود تو نہیں بلکہ اُن کے چند رشتہ دار) بنو اُمیہ کے شریر گورنروں نے عملی طور پر خلافت راشدہ مفتونہ بنادیا تھا اور صحیح الاسناد احادیث میں ان فتنوں کی پیش گوئی بھی پہلے سے موجود تھی۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قوم ثمود کی طرح اس اُمت پر بھی ملوکیت کا عذاب مسلط ہوگیا جو آج تک کسی نہ کسی شکل میں باقی ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں المُستدرک للحاکم اور مجمع الزوائد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: ''مجھے پوری زندگی کسی بھی چیز کا اتنا افسوس نہیں ہے جتنا اس بات پر کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر (قرآنی حکم: اَلنساء : 59 اور الحجرات : 9 کے مطابق) باغی گروہ کے خلاف جنگ (جمل، صفین اور نہروان) نہیں کی۔''
[المُستدرک للحاکم : 6360 ، قال الامام حاکم : اسنادہ صحیح ، مجمع الزوائد : 12054 ، قال الامام الهیثمی : اسنادہ صحیح]

حدیث نمبر 23: جی یقیناً سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیادہ حق پر تھے۔ ان خارجیوں کے اعتراضات کے جوابات جو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دیئے تمام امت مسلمہ ان کے جوابات سے متفق ہیں۔

حدیث نمبر 24: ''اس حدیث میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ باغی گروہ کون تھا۔''

حدیث نمبر 20 میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو جنتی کہا تھا اور حدیث نمبر 21 میں نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق دونوں گروہ حق پر تھے (اگرچہ ایک زیادہ ہے حق پر اور دوسرا تھوڑا) اور اس حدیث میں تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بالکل صاف الفاظ میں بتادیا کہ خوارج ہی باغی تھے اور ان پر ہی باغی کی اصطلاح صحیح طور پر صادق آتی ہے، کیونکہ انہوں نے ہی خلیفۂ وقت دامادِ رسول ﷺ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا، اور یاد رہے کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور حقیقت میں اسی گروہ کے متعلق نبی ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ چونکہ اس وقت یہ گروہ سیّدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ ظاہری طور پر ملا ہوا تھا، جب صلح ہونے لگی تو یہ الگ ہوگیا اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اس گروہ، یعنی خارجیوں ہی کو شہادت عمار بن یاسر کی وجہ سے باغی قرار دیا اور ایک مرتبہ بھی انہوں نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کو باغی قرار نہیں دیا۔ والحمد للہ علی ذلك۔ مرزا صاحب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس وضاحت کے بعد آپ کی جھوٹی عمارت زمین بوس ہوگئی ہے۔

حدیث نمبر 25: مرزا جی نے اس حدیث کے بعد ایک نوٹ لگا کر متعدد بار جھوٹ بولنے کی جسارت کی ہے۔

جی واقعتاً عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی، جس نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، وہ بڑا بدبخت تھا، اللہ اس کو عذاب میں مبتلا کرے۔ وہ باغی خارجی کوفی گروہ سے تعلق رکھتا تھا، اس کا سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

نوٹ: مرزا صاحب کے اس نوٹ میں کئی باتیں جھوٹ اور غلطی پر مبنی ہیں۔

(1) مرزا جہلمی صاحب نے خلافتِ راشدہ کی دو قسمیں بنائیں: ''خلافتِ راشدہ محفوظہ اور خلافتِ راشدہ مفتونہ''، مرزا جی! یہ دو قسمیں آپ کی یا آپ کے بڑوں کی اختراع تو ہوسکتی ہیں، لیکن نبی ﷺ اور صحابہ میں سے کسی سے یہ دو قسمیں ثابت نہیں، بلکہ آپ کی یہ بات نبی ﷺ کی اس صحیح حدیث کے مخالف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ

الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ۔تم میری سنت اور راست باز، ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت پر کار بند رہنا۔[سنن ابی داؤد: 4607، جامع ترمذی: 2626]

نبی ﷺ نے تو بلا تفریق تمام خلفاء راشدین کو مہدیین کہا ہے اور آپ نے اس خلافت کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر کے حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(2) مرزا جی! آپ نے ''خلافتِ راشدہ مفتونہ'' جملہ لکھ کر تضاد بیانی کی ہے۔ جب وہ خلافت راشدہ ہے اور علیٰ منہاج النبوۃ ہے، یعنی نبوی منہج کے عین مطابق ہے تو وہ مفتونہ نہیں ہو سکتی۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں (ویسے نبی ﷺ نے خلفاء راشدین مہدیین کہہ کر فیصلہ کر دیا ہے) کہ آپ چاروں خلفاء کی خلافت کو علیٰ منہاج النبوۃ مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں، تو آپ نے حدیث کا انکار کیا اور اگر آپ چاروں کی خلافت کو علیٰ منہاج النبوۃ مانتے ہیں تو پھر آپ نے مفتونہ کہہ کر آخری دو خلفاء کی خلافت کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت مفتونہ ہے تو کیا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ڈبل مفتونہ کہیں گے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔تف ہے ایسی سوچ پر! رہا مسئلہ اس دور میں فتنوں کے آنے کا تو یاد رہے کہ وہ خلافت کے فتنے نہ تھے بلکہ عوام کے فتنے تھے یعنی وہ لوگ فتنہ باز تھے نہ کہ خلافت راشدہ فتنہ باز تھی۔ خلافت تو رشد و ہدایت والی ہی تھی لیکن اس وقت عوام میں کچھ لوگ فتنہ باز تھے۔

(3) ''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خود تو نہیں بلکہ ان کے چند رشتہ دار بنو امیہ کے شریر گورنروں نے عملی طور پر خلافتِ راشدہ کو مفتونہ بنا دیا تھا۔'' مرزا صاحب نے اس عبارت میں دو جھوٹ بولے۔

جھوٹ نمبر 1: مرزا جی! آپ پر قیامت تک یا آپ کی موت تک آپ کے ذمے قرض ہے کہ آپ ان چند رشتہ داروں کے نام بتا کر ثابت کریں کہ انہوں نے کس طرح خلافت کو خراب کیا تھا اور مفتونہ بنایا تھا؟ رہا مسئلہ سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا، تو اس کا تفصیلی جواب حدیث نمبر 14 کے تحت گزر چکا ہے کہ وہ ایک صحابی تھے اور ان پر شراب نوشی کا الزام غلط تھا جس کی کوئی حقیقت نہ تھی، بس ضد اور دشمنی کی بنا پر ان پر تہمت لگائی گئی تھی اور اسی ضد اور دشمنی پر آپ بھی مصر ہیں۔ اللہ آپ کو ہدایت دے۔ آمین!

بفرضِ محال، اس کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا دے کر معزول بھی کر دیا تھا اور انصاف کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی۔ اب آپ اس صحابی پر کیسے طعن کر سکتے ہیں جس پر حد جاری ہو چکی ہو؟ اور آپ اس خلافت پر کس طرح طنز کر سکتے ہیں جس میں حد لگوانے والے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہوں اور لگانے والے سیّدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ہوں اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر لگائی جائے۔ مرزا جی! یہ تو ان کی خلافتِ راشدہ اور عدل و انصاف والی ہونے کی اعلیٰ ترین مثال ہے، نہ کہ خلافتِ مفتونہ کی،

جھوٹ نمبر 2: مرزا جی آپ نے ''شریر گورنروں'' جمع کا صیغہ بول کر مسلمان و تابعین پر الزام لگایا ہے۔ آپ کم از کم 3 گورنر ایسے پیش کریں جنھوں نے خلافتِ راشدہ کو خلافت مفتونہ بنایا ہو اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی ہو۔ اور اگر نہیں پیش کر سکتے، اور یقیناً نہیں پیش کر سکتے تو خدارا! آپ اپنے اس جرم پر اللہ تعالیٰ سے علی الاعلان معافی مانگیں، تاکہ آپ کی عاقبت سنور سکے۔

(4) مرزا جی! لکھتے ہیں: ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قومِ ثمود کی طرح اس امت پر بھی ملوکیت کا عذاب مسلط ہو گیا۔''

مرزا جی! آپ نے اس عبارت میں سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی 6 ماہ کی خلافت کو بھی، جو خلافتِ راشدہ کا حصہ تھی، ملوکیت کہہ دیا اور اس کو عذاب سے تعبیر کر کے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بھی توہین کی۔ مرزا صاحب! ذرا ہوش کریں! سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق تھے اور اُن کی خلافت بھی خلافت راشدہ کا حصہ تھی۔ آپ اس کو ملوکیت اور عذاب کہہ رہے ہیں۔ نیز مرزا جی! نبی ﷺ نے تو خلافتِ راشدہ کے بعد والی ملوکیت کو بھی رحمت والی ملوکیت قرار دیا ہے[سلسلہ صحیحہ اردو: 1747] اور آپ اس کو عذاب قرار دے کر حدیث کے منکر بھی بن رہے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے گستاخ بھی۔ مرزا جی! خلافتِ راشدہ کے بعد والی ملوکیت رحمت تھی عذاب نہیں تھی۔ ملوکیت ہمیشہ عذاب نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہوتی ہے جس کی تفصیل (حدیث نمبر 2) کے تحت گزر چکی ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ آج تک کسی نہ کسی شکل میں وہ عذاب باقی رہا تو آپ کے نزدیک عمر بن عبدالعزیز (جو خلیفۂ راشد تھے) کیا وہ بھی عذاب تھے؟ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے ہاتھ پر سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور سینکڑوں و ہزاروں صحابہ نے بیعت کی کیا وہ بھی عذاب تھے؟ ''آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں......ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔''

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

C رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونیوالے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دیں تھیں! 13

26 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عقبہ بن عامر ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے 8 سال بعد (یعنی اپنی وفات والے سال 11 ہجری میں) شہدائے اُحد کا جنازہ (میدانِ اُحد کے قبرستان میں) پڑھا (اور آپ ﷺ کا انداز یوں تھا کہ) گویا آپ ﷺ زندوں اور مردوں ہر ایک سے رخصت ہونے والے ہیں۔ پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ بھی ہوں اور (آئندہ) تمہاری اور میری ملاقات حوض (کوثر) پر ہوگی، جسے میں یہیں سے اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں (یعنی میری اُمت کو سلطنت روم اور سلطنت فارس کے خزانوں کا مالک بنایا جائے گا)۔ مجھے (اپنے بعد) تمہارے متعلق یہ خوف نہیں کہ تم مشرک ہو جاؤ گے لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا میں مگن ہو جاؤ گے۔'' سیدنا عقبہ ؓ کا بیان ہے کہ اس موقع پر میں نے آپ ﷺ کو آخری بار منبر پر دیکھا۔ صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عقبہ بن عامر ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولین اُحد کا جنازہ پڑھا اور پھر منبر پر چڑھے اس انداز سے کہ گویا زندوں اور مردوں کو الوداع کہنے والے ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں حوض (کوثر) پر تمہارا پیش رو ہوں اور اس (حوض کوثر) کی چوڑائی ایلہ اور جحفہ (کی درمیانی مسافت) کے برابر ہے۔ مجھے یہ خوف تو نہیں کہ تم (یعنی صحابہ کرام ؓ) میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے مگر ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کے حریص بن جاؤ گے اور (دنیا کی خاطر) آپس میں قتال کرو گے اور بالآخر ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔'' سیدنا عقبہ ؓ کا بیان ہے: ''اُسی موقع پر میں نے آخری بار منبر پہ آپ ﷺ کا دیدار کیا تھا۔'' [صحیح بُخاری : 4042 ، صحیح مُسلم : 5977]

27 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقعہ پر جب ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا تو) مسلمان نہ تو حضرت ابوسفیان ؓ کی طرف دیکھتے تھے نہ ہی اُن کے ساتھ بیٹھتے تھے (کیونکہ حضرت ابوسفیان ؓ نے اسلام لانے سے پہلے پوری زندگی مسلمانوں سے جنگیں کیں اور مسلمانوں کو تکالیف دی تھیں)۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ میری 3 باتیں پوری فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان ؓ نے عرض کی میری بیٹی سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر اُنھوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے حکم دیں کہ میں اب کفار کے ساتھ بھی لڑوں جیسا کہ پہلے مسلمانوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر عرض کی کہ آپ ﷺ میرے بیٹے معاویہ ؓ کو اپنا کاتب (لکھائی کرنے والا) مقرر فرمالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس حدیث کے راوی سیدنا ابوزمیل تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اگر حضرت ابوسفیان ؓ خود سے رسول اللہ ﷺ سے درخواست نہ کرتے تو آپ ﷺ کبھی بھی حضرت ابو سفیان ؓ کو یہ (اعزازات) عطا نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی آپ ﷺ سے کسی شے سے متعلق سوال کرتا تو آپ ﷺ کبھی انکار نہیں فرماتے تھے۔ صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ ﷺ نے آکر (پیار سے) مجھے گدی پر ہلکی سی ضرب لگائی اور فرمایا: ''جاؤ اور معاویہ ؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں گیا اور (واپس آکر) بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے (کچھ دیر بعد) پھر فرمایا: ''جاؤ اور معاویہ ؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔'' میں پھر سے گیا اور آکر بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اُس (معاویہ ؓ) کا پیٹ سیر نہ کرے۔'' دلائل النبوۃ للبیھقی کی ایک حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو مجھے یہ خیال گزرا کہ آپ ﷺ میری طرف ہی آئے ہیں، چنانچہ میں چھپ گیا، مگر (آپ ﷺ نے مجھے ڈھونڈ نکالا) آپ ﷺ نے مجھے ہلکی سی چپت لگائی اور فرمایا: ''جاؤ اور معاویہ ؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ'' اور وہ (حضرت معاویہ ؓ) وحی لکھا کرتے تھے۔ میں گیا اور انہیں پیغام دیا تو جواب میں کہا گیا کہ وہ کھا رہے ہیں۔ میں نے آکر آپ ﷺ کو بتادیا۔ آپ ﷺ نے (کچھ دیر بعد) پھر فرمایا: ''جاؤ اور معاویہ ؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔'' میں پھر گیا تو وہی جواب ملا کہ وہ کھا رہے ہیں، میں نے پھر آپ ﷺ کو ساری بات بتادی۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اُس کا پیٹ سیر نہ کرے۔'' اس حدیث کے راوی سیدنا ابوحمزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اُن (حضرت معاویہ ؓ) کا پیٹ کبھی بھی سیر نہ ہوسکا۔'' پھر امام بیہقی رحمہ اللہ اسی حدیث کے ساتھ لکھتے ہیں: ''راوی (سیدنا ابوحمزہ رحمہ اللہ) کے یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی (حضرت معاویہ ؓ سے متعلق کی ہوئی) دُعا قبول ہوگئی۔''

[صحیح مُسلم : 6409 اور 6628 ، دلائل النبوۃ للبیھقی : 2506۔ قال الشیخ زبیر علیزئی فی توضیح الاحکام جز-2 والشیخ غلام مصطفٰی ظھیر فی السنۃ -49 : إسنادہ صحیح]

نوٹ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی-852 ھجری) لکھتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں (صحیح بخاری میں حضرت معاویہ ؓ سے متعلق باب کے عنوان میں) صرف لفظ ''ذکرِ معاویہ'' بیان کیا اور فضیلت یا منقبت جیسے الفاظ ذکر نہیں کئے کیونکہ اس حدیث سے کوئی فضیلت معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا حضرت معاویہ ؓ کیلئے فقیہ اور صحابیت کا بیان ہی بطور فضیلت کافی ہے۔ تاہم امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ ؓ کے مناقب میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اسی طرح کا کام ابوعمر غلام ثعلب اور ابوبکر نقاش نے بھی کیا ہے اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی (من گھڑت احادیث کی نشاندہی کرنے والی اپنی مشہور کتاب) ''الموضوعات'' میں بھی کچھ روایات ذکر کر کے امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: ''حضرت معاویہ ؓ کی فضیلت میں (صحابیت کے سوا) کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ (امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اُستاد (امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ) پر اعتماد کرتے ہوئے (حضرت معاویہ ؓ کے ذکر میں) لفظ: فضیلت یا منقبت استعمال

14 کرنے سے گریز کیا ہے، تاہم اپنی گہری نظر سے ایسا استنباط فرمایا (یعنی حضرت معاویہ ؓ کو صحابی ثابت کیا ہے) کہ جس سے روافض کی سرکوبی ہوگئی ہے۔ اور امام نسائی رحمہ اللہ کا واقعہ اس بارے میں مشہور ہے کہ اُنہوں نے بھی اپنے اُستاد (امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ) کے قول پر اعتماد کیا (اور اپنی مشہور کتاب ''فضائل صحابہ ؓ'' میں کوئی حدیث حضرت معاویہ ؓ کی فضیلت سے متعلق نہیں جمع فرمائی)) اور پھر امام حاکم رحمہ اللہ کا قصہ بھی اسی طرح ہے۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن احمد سے اُن کے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مکالمہ بھی ذکر کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے (اختلافات سے) متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تھوڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر فرمایا: ''(میرے بیٹے! خوب) سمجھ لو کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کے دشمن بہت زیادہ تھے، جنھوں نے اُن کے عیوب تلاش کرنا چاہے مگر ناکام رہے۔ چنانچہ اُن دشمنوں نے (ایک متبادل چال کے طور پر) ایک دوسرے شخص (حضرت معاویہ ؓ) کو مقصد براری کے لئے موزوں پایا جو اُن سے جنگ کر چکا تھا۔ چنانچہ اُن دشمنوں نے سیدنا علی ؓ کے مقابلہ پر اُن (حضرت معاویہ ؓ کو) بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ (امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں)'' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس جواب میں اشارہ ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت معاویہ ؓ کیلئے بے بنیاد فضائل گھڑ لیے جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ ؓ کیلئے روایاتِ فضیلت تو بہت سی آئی ہیں مگر اُن احادیث میں سے کوئی بھی (اُصول محدثین پہ) اسنادی حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔ (اسی لئے) امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اس مؤقف کو بڑے یقین کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ (یعنی صحابیت کے سوا حضرت معاویہ ؓ کے فضائل سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نقل نہیں ہوئی ہے)''

[فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی تحت ''باب ذکر معاویۃ'' ، صحیح بُخاری : 3766]

28 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما ہیں اور اُن کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے تو میں بھی اُن کے پاس آبیٹھا۔ اُنہوں نے فرمایا: ''ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا تو کچھ لوگ وہاں اپنے خیمے درست کرنے لگ گئے تو کچھ تیر اندازی (کی مشق) میں مشغول ہو گئے جبکہ کچھ لوگ مویشی چرانے لگے۔ (اسی دوران) اچانک رسول اللہ ﷺ کے منادی نے صدا لگائی: ''نماز اکٹھا کرنے والی ہے'' (دراصل ان الفاظ سے اُس وقت لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا) یہ سن کر ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''مجھ سے پہلے بھی ہر نبی ﷺ کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنی اُمت کو اُن کی بھلائی (کے راستے) کی خبر دے اور اُن کو شر (کے راستے) سے خبردار کرے۔ اور تمہاری اس اُمت (اُمت محمدیہ ﷺ) کی عافیت (خیریت اور بھلائی) کا وقت اس کا ابتدائی دور ہے۔ بہت جلد اسکے بعد والے دور میں ایسی مصیبتیں اور (فتنے والی) چیزیں آئیں گی کہ تم اُن سے ناآشنا ہو گے۔ ایسے فتنے اٹھیں گے کہ ہر نیا آنے والا فتنہ پچھلے سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ ایسا فتنہ بھی آئے گا کہ مومن کہہ اُٹھے گا کہ اسی (فتنے) میں میری موت ہوگی مگر وہ فتنہ چھٹ جائے گا۔ پھر ایسا فتنہ آئے گا کہ مومن پکار اُٹھے گا کہ یہ سب سے بڑھ کر ہے لہٰذا جو چاہے کہ اُسے جہنم سے دور ہٹایا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اُسے چاہیے کہ اُسکی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر (کامل اور حقیقی) ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو وہ لوگوں سے اپنے حق میں کروانا چاہتا ہے۔ اور جو امام (یعنی وقت کے حکمران) کی بیعت کرلے اور دل وجان سے اطاعت قبول کرلے، اُس سے جہاں تک ہوسکے اطاعت کرنی چاہیے۔ پھر اگر کوئی اور آکر اُس (پہلے حاکم) سے (اقتدار کیلئے) جھگڑا کرے تو دوسرے (مدعی اقتدار) کی گردن ماردو۔'' عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ (یہ حدیث سن کر) میں اُن (حدیث بیان کرنے والے صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ) کے قریب ہوا اور عرض کی: ''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ ؓ نے کیا یہ ساری باتیں خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں؟'' (میرے اس سوال پر) اُنھوں نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں اور دل پر لے جا کر کہا: ''ہاں! میرے کانوں نے (خود رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو) سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ کرلیا۔'' پھر میں نے عرض کی: ''(آپ ہمیں امیر کی اطاعت پر اُبھار رہے ہیں جبکہ ہمارا حکمران اور) آپ ؓ کے چچا کے بیٹے حضرت معاویہ ؓ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے اموال حرام طریقے سے کھائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں (یعنی مسلمانوں سے لڑیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں حکم دیتا ہے: ''اے ایمان والو! اپنے اموال آپس میں حرام طور پر مت کھاؤ، سوائے اسکے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔'' [النساء : 29] (میرا یہ سوال سن کر) وہ (سیدنا عبداللہ بن عمرو ؓ) کچھ دیر تک تو خاموش رہے پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت (کے کاموں) میں اُن (حضرت معاویہ ؓ) کی اطاعت کرو، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے کاموں) میں اُنکی نافرمانی کرو۔'' [صحیح مُسلم : 4776]

29 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں (رمضان کا) فطرانہ، ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) اشیائے خوردنی (یعنی اناج مثلاً گندم اور جو وغیرہ) کا نکالا کرتے، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع منقّیٰ نکالا کرتے تھے۔ پس یہ سنت عمل اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ ہمارے پاس حضرت معاویہ ؓ (شام سے) حج یا عمرے کیلئے آئے اور اُنہوں نے ممبر پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں سمجھتا ہوں کہ شامی گندم کے 2 مُد (نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔'' چنانچہ لوگوں نے بھی اُسی (رائے واجتہاد) پر عمل شروع کر دیا تو سیدنا ابوسعید خدری ؓ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو زندگی بھر اسی طرح (سنت کے مطابق فطرانہ ایک صاع ہی) نکالتا رہوں گا جیسے میں زندگی بھر نکالتا رہا ہوں۔'' [صحیح مُسلم : 2284]

30 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرزمین شام میں سیدنا مسلم بن یسار رحمہ اللہ کے (علمی) حلقہ میں موجود تھا کہ وہاں سیدنا ابواشعث تابعی رحمہ اللہ تشریف لائے، تو لوگوں نے کہنا شروع کردیا: ابواشعث آگئے، ابواشعث آگئے (یعنی آنے پر خوشی کا اظہار کیا)۔ چنانچہ جب وہ تشریف فرما ہو گئے تو

C ''رسول اللہ ﷺ نے وفات سے ایک مہینا قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ کے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں''

مرزا جی نے اس عنوان کے تحت 6 احادیث نقل کی ہیں 26 تا 31، لیکن ان میں نہ تو حکومتی بگاڑ کی بات ہے اور نہ ایک ماہ قبل ہی کی۔ لہٰذا مرزا صاحب نے یہ چھ احادیث صرف بغضِ معاویہ ؓ کے لیے جمع کی ہیں۔ کیا ہی بہتر تھا کہ وہ ان احادیث کے عنوان پر بغضِ صحابہ و بغضِ معاویہ کا عنوان لکھ دیتے، تاکہ مرزا کی اصلیت کھل کر سامنے آجاتی۔ اب ہم تفصیل سے ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

حدیث نمبر 26: اس کے تحت مرزا جی نے ایک حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور دونوں حدیثوں کو غلط جگہ چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

نمبر ا۔ صحیح بخاری کی اس حدیث میں مرزا جی نے اپنی طرف سے **اضافہ کر کے حدیث میں تحریف** کی ہے۔ سطر نمبر ۳ کے آخر سے سطر نمبر ۴ تک **''اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں''** یہ جملہ اس حدیث میں نہیں ہے، لیکن مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اس میں لکھ کر حدیث کو بدل دیا ہے۔ اور تحریف والی روش اپنائی ہے۔

نمبر ۲۔ اس حدیث میں نہ تو ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ کسی حکومتی بگاڑ کی، اس میں تو تمام لوگوں کے متعلق آپ ﷺ نے عمومی بات کی ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا اس حدیث کو یہاں نقل کرنا صرف صحابہ دشمنی اور احادیث کا مفہوم بگاڑنے کی مردود کوشش ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث: اس روایت میں بھی نہ تو ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ حکومت کے بگاڑ کی بات ہے۔ اگر کوئی بدنصیب اس روایت کے آخری جملوں کو سیّدنا امیر معاویہ ؓ پر فٹ کرنا چاہے تو اس کو علم ہونا چاہیے کہ مرزا جی نے رافضیت والے پمفلٹ میں خود لکھا ہے کہ قصاصِ عثمان ؓ کے معاملے میں اختلافِ رائے کا پیدا ہو جانا ان جنگوں کا اصل سبب تھا۔ لہٰذا اس کو سیّدنا امیر معاویہ ؓ پر فٹ کرنا مرزا جی کے نزدیک بھی غلط ہے۔ نیز اس میں بعد والے تمام لوگوں کے متعلق عام بات ہے کسی گروہ یا جماعت کو خاص کرنا درست نہیں، اور عموم کے تحت تو سیّدنا علی ؓ اور دوسری جماعتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔ تو جس طرح سیّدنا علی وحسن وحسین ؓ کو اس عموم کے تحت شامل کرنا درست نہیں اسی طرح سیّدنا معاویہ ؓ کو بھی اس عموم میں شامل کرنا درست نہیں۔

حدیث نمبر 27: مرزا جی نے اس کے تحت ایک راوی ابوزمیل کا فہم (جو کئی احادیث کے خلاف تھا، جس کی تفصیل آگے آئے گی) تو قبول کر لیا، لیکن محدثین کا فہم، خصوصا امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے اسے شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر لیا اور اس کے خلاف مفہوم بیان کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مرزا جی نے دلائل النبوۃ کی حدیث میں تو اہلِ کتاب کی روش پر پورا اترنے کی خوب کوشش کی کہ آدھی حدیث کو مان لیا اور آدھی کے منکر بنے۔ یعنی کاتب وحی کے جملے کا انکار کر دیا اور باقی حدیث کو مان لیا۔

صحیح مسلم کی پہلی حدیث: اس روایت میں بھی نہ تو آپ ﷺ کی وفات سے ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ حکومتی بگاڑ ہی کی وضاحت ہے۔ نمبر 1 یہ روایت بھی مرزا صاحب جان بوجھ کر صرف سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں نقل کرتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آئے کہ اگر اس روایت کو نقل کرنا مرزا صاحب کا بغض ہے تو کیا یہ روایت امام مسلمؒ نے نقل کر کے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم وغیرہ نے اس روایت پر نہ تو ایسا کوئی عنوان باندھا ہے اور نہ اس سے اس طرح کا کوئی استدلال ہی کیا ہے، جس سے ان کی گستاخی ہو، بلکہ انہوں نے اس روایت کو سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل میں نقل کیا ہے۔ دراصل محدثین اور مرزا صاحب کا فرق ہی یہی ہے کہ جس روایت کو محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں نقل کرتے ہیں مرزا جی اس کو ان کی توہین بنا دیتے ہیں۔ اس کی مثال قرآنِ مجید سے لفظ ''راعنا'' ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو ادب کے لیے، جبکہ یہودی، منافقین تھوڑا سا بگاڑ کر توہین کے لیے بولتے تھے۔ ہمارے معاشرے میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک ہی لفظ مختلف انداز سے بولا جاتا ہے جس کے الگ الگ نتائج مرتب ہوتے ہیں، جیسے بڑی اماں۔ اسی لفظ کو اگر طنزیہ انداز میں بولا جائے تو توہین کے زمرے میں آئے گا۔ جیسے جملہ ایک ہی ہے لیکن انداز بدلنے سے مفہوم بدل جاتا ہے ایسے ہی مرزا کا انداز بدلنے سے بھی مفہوم بدل جاتا ہے بہرحال مرزا صاحب کا اس روایت کو حکومتی بگاڑ والے عنوان کے تحت نقل کرنا ایک دھوکا ہی نہیں بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی گستاخی بھی ہے۔ نمبر 2 اس روایت میں راویِ حدیث ابوزمیل تابعی کا اپنا فہم اور خیال ہے کہ ''اگر سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ ﷺ سے درخواست نہ کرتے تو آپ بھی سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو یہ (اعزازات) عطا نہ فرماتے۔'' ان کا یہ فہم درست نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے کئی ایک مقامات پر لوگوں کی سفارشات اور ان کے سوالات کو رد بھی کیا ہے، مثلاً: (۱) سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب بنو مخزوم قبیلے کی عورت کے حق میں سفارش کی تو آپ ﷺ نے نہ صرف انکار کیا بلکہ ان سے ناراض بھی ہوئے۔ [بخاری: 3475]۔ (۲) سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے غلام کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے مقابلے میں کلمات تسبیح سکھلائے لیکن غلام نہیں دیے۔ [بخاری: 5362] (۳) ایک عورت نے نبی ﷺ کو نکاح کی پیش کش کی لیکن آپ ﷺ نے اس کی آفر قبول نہ فرمائی۔ [بخاری: 5029] (۴) خود سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آؤ، ہم نبی ﷺ سے (خلافت کے متعلق) سوال کرتے ہیں، لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر نبی ﷺ نے انکار کر دیا تو بعد میں ہمیں اس میں سے کچھ نہیں ملے گا، اس لیے میں آپ کے ساتھ چل کر سوال نہیں کروں گا۔ [بخاری: 4447] یعنی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ انکار بھی کر سکتے ہیں۔ (۵) نبی ﷺ سے جب سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عامل بننے کی درخواست کی تو آپ نے نہ صرف حکیمانہ اسلوب میں انکار کیا بلکہ سمجھایا کہ ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ ایک بہت بڑی امانت ہے۔ [مسلم: 4719] اس کے علاوہ بھی بے شمار دلائل ہیں کہ نبی ﷺ سے لوگوں نے سوال کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا اور ان کا مطالبہ پورا نہ کیا، لہٰذا راوی کا یہ فہم درست نہیں۔

نمبر۳: ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سفارش صحیح تھی یا غلط؟ صحیح تھی، اور یقیناً صحیح تھی۔ اچھی سفارش کا حکم تو خود نبی ﷺ نے دیا ہے بلکہ اس پر سفارش کرنے والے کو اجر ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سفارش کیا کرو، تمہیں اجر ملے گا۔ (اور یاد رکھنا! تمھاری سفارش کے بعد) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے صرف وہی فیصلہ کروائے گا جو وہ چاہے گا۔ [بخاری: 1432]

مرزا جی! اس روایت سے تو پتا چل رہا ہے سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق سفارش کر کے اجر کمایا اور تم اعتراض کر کے گناہ کما رہے ہو اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتبِ وحی اور اُن کی ہمشیرہ کو نبی ﷺ کی زوجہ اور مومنوں کی ماں اور سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مجاہد بنانا، یہ نبی کے ذریعے سے خود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا۔ مرزا صاحب! اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور نبی ﷺ کی پسند پر ناراض ہونا اور اس پر اعتراض کرنا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

نمبر۴: اگر مرزا صاحب کے نزدیک سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا سفارش کرنا غلط تھا (نعوذ باللہ من ذلك)، تو جناب! اگر غلط سفارش کرنا جرم ہے تو اس غلط سفارش کو قبول کر کے تین عہدے دینا بھی غلط ہے۔ لہٰذا اگر آپ اس کو غلط کہیں گے تو آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کریں گے جو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں، کیونکہ اگر ناجائز سفارش غلط ہے تو اس کو قبول کرنا بھی غلط ہی ہے۔ الغرض نہ انہوں نے ناجائز سفارش کی اور نہ آپ نے سفارش کو ناجائز سمجھا۔ لہٰذا مرزا صاحب کا اعتراض چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

صحیح مسلم کی دوسری حدیث: اس روایت میں بھی نہ تو نبی ﷺ کی وفات سے ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ کسی حکومتی بگاڑ کی۔ مرزا صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ☆ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کرنے سے قبل 14 اسناد سے کئی روایات نقل کر کے لوگوں کو سمجھایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اگر میں کسی شخص کو برا بھلا کہہ دوں یا لعنت بھیج دوں اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو میری اس بددعا کو اس شخص کے لیے گناہوں کی پاکی کا ذریعہ بنا دے، اس کے لیے تزکیہ اور قیامت کے روز اپنے قرب کا ذریعہ

بنادے۔ یعنی نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں کسی شخص پر بددعا کر بیٹھوں اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو میری اس ایک بددعا کو پانچ دعاؤں میں تبدیل کردے: (۱) اس کے لیے اجر کا ذریعہ بنادے۔ (۲) اس کے لیے رحمت بنادے۔ (۳) اس کے لیے تزکیے کا سبب بنادے۔ (۴) گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنادے، اور سب سے بڑھ کر۔ (۵) اے اللہ! اس کی وجہ سے تو روزِ قیامت اس کو اپنا قرب عطا کردے۔ یہ آٹھ احادیث نقل کرنے کے بعد امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کر کے یہ بات سمجھانی چاہی کہ نبی ﷺ کا سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ارشاد فرمانا بھی ان کے لیے ان پانچ انعامات اور اعزازات کا سبب ہے۔ لیکن صد افسوس! کہ مرزا جی کو وہ آٹھ روایات نظر نہیں آئیں اور نہ امام نوویؒ شارحِ صحیح مسلم کا عنوان وشرح نظر آئی۔ مرزا صاحب نے یہ روایت بھی ان کی توہین بنا کر پیش کی۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون) اس روایت میں کسی جگہ بھی یہ وضاحت نہیں ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جا کر نبی ﷺ کا پیغام سنایا ہو اور وہ پیغام سن کر بھی نہ آئے ہوں، اور انھوں نے کہا ہو جاؤ جا کر نبی ﷺ سے کہہ دو کہ میں کھانا کھا رہا ہوں یہ بات کسی حدیث میں نہیں ہے۔ تو جب ان تک نبی ﷺ کا پیغام ہی نہیں پہنچا تو اس میں ان کا کیا قصور؟ وہ بددعا کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا لامحالہ کہنا ہوگا کہ یہ کلمات آپ کے لیے بطورِ سعادت ہی ہیں، نہ کہ بطورِ ندامت۔

امام نووی رحمہ اللہ اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: بعض محدثین نے اس روایت کو مناقبِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں نقل کیا ہے، اور امام مسلم رحمہ اللہ بھی اس روایت سے یہ سمجھتے ہیں کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بددعا کے اہل نہ تھے اور وہ ان کے حق میں رحمت بن گئی، اس لیے اس روایت کو اس عنوان کے تحت لکھا ہے۔ [شرح صحيح مسلم للنووي ، تحت رقم: 2604]

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں اسی روایت کے تحت لکھا ہے کہ بعض فرقے اس روایت کو لے کر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں جبکہ یہ ان کی دلیل نہیں بنتی۔ اس روایت میں تو یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کے کاتب تھے۔ اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ یہ روایت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے بہترین روایت ہے، اور پھر امام البانی رحمہ اللہ بھی وہی مفہوم بیان کرتے ہیں جو ہم نے اوپر بیان کیا کہ امام مسلم اور امام نووی رحمہما اللہ نے بھی اس سے مراد پانچ انعام ہی لیے ہیں اور امام البانی رحمہ اللہ نے بھی اس سے ان کی فضیلت ہی مراد لی ہے اور اس سے توہین کا پہلو نکالنے والوں کی نفی کی ہے۔ [سلسلة صحيحةعربي، رقم: 82] مرزا صاحب! کیا اس جگہ محدثِ اعظم علامہ البانی رحمہ اللہ کا بیان کردہ مفہوم آپ کے نزدیک معتبر نہیں؟ افسوس کہ صحابہ دشمنی نے مرزا جی کو کہاں تک پہنچا دیا۔ اپنی مرضی ہو تو وہ محدثِ اعظم، اور مرضی کے خلاف ہو تو ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

دلائل النبوۃ کی روایت: اس روایت میں بھی حسبِ سابق نہ تو نبی ﷺ کی وفات سے ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ کسی حکومتی بگاڑ ہی کی وضاحت ہے۔

☆ مرزا جی ہمیشہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتبِ وحی ہونے کا انکار کرتے رہے اور اس حدیث کی تیسری لائن ہی میں مذکور ہے کہ وہ (سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) وحی لکھا کرتے تھے۔ **الحمد للّٰہ علی ذلك** ۔ اس روایت سے مرزا صاحب کا مفہوم اور غلط نظریہ تو ثابت نہیں ہو سکا، لیکن الحمد للہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتبِ وحی ہونا ثابت ہو گیا۔ ''لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔'' مرزا جی! میٹھا میٹھا ہپ ہپ تے کڑوا کڑوا تھو تھو۔ مرزا صاحب! اسی روایت کا پہلا حصہ آپ کے مخالف ہو تو اس کا انکار، اور دوسرا حصہ (آپ کی غلیظ ذہنیت کے مطابق) آپ کے حق میں ہو تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے؟ لوگوں کو طعنے دینا کہ اپنے پسند کی روایات لیتے ہیں اور باقی چھوڑ دیتے ہیں، اور خود ایک ہی حدیث کے دوسرے حصے کو ماننا اور پہلے کا انکار کر دینا، کیا یہ یہودیانہ روش نہیں؟ اور کیا یہ بغضِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی واضح دلیل نہیں۔؟

☆ اس روایت میں بھی کسی جگہ یہ وضاحت نہیں ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کا پیغام سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا ہو، بلکہ اس کے برعکس اسی روایت کی سطر نمبر 4 میں ہے کہ ''جواب میں کہا گیا وہ کھانا کھا رہے ہیں۔'' اس جملے سے یہ بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچے، ورنہ عبارت یوں ہوتی کہ ''میں کھانا کھا رہا ہوں'' لہٰذا ثابت ہوا سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بددعا کے مستحق نہ تھے۔

☆ مرزا صاحب! دھوکے اور خیانت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث بیان کرنے سے قبل امام مسلم رحمہ اللہ کی وہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ شرط رکھی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وعدہ کیا ہے) کہ میں جس کو بھی بددعا دوں اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس بددعا کو اے اللہ! تو اپنے قرب کا ذریعہ بنادے اور اس کو گناہوں سے پاکی اور نجات کا ذریعہ بنادے۔ جب نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے تو آپ بھی اس پر ایمان رکھیں اور اس حدیث کو ان کی فضیلت کے لیے ہی کافی سمجھیں نا کہ ان کی تنقیص کے لیے؟

نیز یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﷺ کی دعا قبول ہو گئی۔ مرزا جی امام صاحب نے بھی اس کو دعا کہا ہے، بددعا نہیں، تو اس دعا کی قبولیت کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملے کو اُن کے حق میں ''دعا'' بنا دیا اور اس کو قبول کر لیا۔ لہٰذا تمھارا اس کو بددعا سمجھنا فہم محدثین کے خلاف ہے

مرزا صاحب! اس میں حکومتی بگاڑ کی بات کہاں ہے اور ایک ماہ قبل کی بات کہاں ہے۔ یہ تو ان کی فضیلت کی بات ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ مرزا جی کبھی راویوں کے اقوال نقل کرتے ہیں، اور کبھی نماز میں ہاتھ چھوڑنے کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ کا باب بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں، لیکن اس مقام پر مرزا جی کو نہ امام مسلم کی پیش کردہ 8 روایات نظر آئیں، نہ امام نوویؒ کا باب اور نہ ان کی بیان کردہ تشریح دکھائی دی۔ حتیٰ کہ امام البانی اور امام ذہبی اور امام ابن عساکر وغیرہ سب نظروں سے اوجھل ہوگئے اور صرف ایک امام بیہقی کا قول نقل کرتے ہیں، اور ستم تو یہ ہے کہ امام بیہقی کے قول سے قبل ان کی بیان کردہ حدیث بھی بھول جاتے ہیں، اور امام بیہقی کے قول کا مفہوم بھی غلط بیان کرتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

نوٹ کا جواب ''امام بخاری نے یہاں صرف لفظ ''ذکرِ معاویہ'' بیان کیا اور فضیلت یا منقبت جیسے الفاظ ذکر نہیں کیے، کیونکہ اس حدیث سے کوئی فضیلت معلوم نہیں ہوتی۔''

مرزا جی! امام بخاری رحمہ اللہ نے ہی صحیح بخاری میں ''باب ذکر العباس بن عبدالمطلب، باب ذکر طلحة بن عبیداللہ (یکے از عشرہ مبشرہ)، ذکر اصهار النبي (نبی ﷺ کے سسرال)، باب ذکر جرير بن عبدالله البجلي، باب ذکر حذيفة بن اليمان (رازدارِ رسول ﷺ)، باب ذكر أُمّ سُلَيط رضی اللہ عنہا وغیرہ ابواب بھی صرف ''ذکر'' کے لفظ سے باندھے ہیں۔ کیا آپ یہاں بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ان تمام صحابہ کی (نعوذ باللہ!) ماسوائے صحابیت کے اور کوئی فضیلت نہیں۔ نہیں نہیں، اور یقیناً نہیں۔ لہٰذا آپ کا صرف لفظِ ذکر سے استدلال کرنا کہ ان کی کوئی فضیلت ہی نہیں، یہ استدلال درست نہیں۔ رہا مسئلہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا، تو ان کی مراد یہ تھی کہ اس مذکورہ روایت میں فضیلت کا تذکرہ نہیں۔ ان کے قول کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت ہی نہیں۔

نوٹ: مرزا صاحب نے خط کشیدہ ترجمہ غلط کیا ہے ''صحابیت کا بیان ہی بطورِ فضیلت کافی ہے۔''

جبکہ اصل عربی عبارت کا ترجمہ ہے کہ ان کا فقیہ اور صحابی ہونا ہی ان کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔ غور کریں مرزا جی! نے کس طرح عبارتوں کے ترجمے بگاڑے اور غلط کیے ہیں۔ عبارت میں ہے کہ ان کا فقیہ اور صحابی ہونا ہی ان کے لیے بڑی فضیلت ہے لیکن مرزا جی لکھتے ہیں کہ صحابیت کا بیان ہی بطورِ فضیلت کافی ہے۔

اسحاق بن راہویہ کا قول: سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں (صحابیت کے سوا) کوئی چیز ثابت نہیں۔

اس کا پہلا جواب: یہ قول اسحاق بن راہویہؒ سے ثابت نہیں، کیونکہ اس کی سند میں ''یعقوب بن یوسف بن معقل ابوالفضل النیسابوری'' ہے جس کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں، لہٰذا مجہول ہے اور اس کی بات ناقابلِ اعتبار ہے۔

دوسرا جواب: یہ قول اگر (بفرضِ محال) ثابت بھی ہو جائے تو اسحاق بن راہویہؒ اپنے علم کے اعتبار سے بات کر رہے ہیں، جبکہ قرآن و حدیث میں ان کے بہت زیادہ فضائل موجود ہیں، (جو مرزا جی بھی جانتے ہیں، لیکن جان بوجھ کر چھپا گئے ہیں)۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ حنین میں شرکت کی [البداية والنهاية: 396/11] اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

(1) ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [التوبة: 26] ''پھر اللہ تعالیٰ نے (غزوہ حنین میں) اپنی تسکین اپنے نبی ﷺ اور مومنین پر اتاری اور اپنے لشکر بھیجے جو تم دیکھ نہیں رہے تھے۔''

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ اس غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اس لیے ان کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت نازل فرمائی۔

(2) ﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ﴾ [الحديد: 10]

''تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ یا حدیبیہ) سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح (مکہ یا حدیبیہ) کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیا، اللہ نے سب سے (حسنیٰ یعنی جنت) کا وعدہ کیا ہے۔''

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی ''الحسنیٰ (یعنی جنت)'' کا وعدہ ہے، کیونکہ انہوں نے غزوۂ حنین و طائف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر قتال کیا ہے۔

(3) ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [المجادلة: 22، التوبة: 100] ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔''

قرآنِ مجید میں بیشتر مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں یہ آیتِ کریمہ آئی ہے، لہٰذا سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس فضیلت کے مستحق ہیں، کیونکہ انہوں نے نہ صرف نبی ﷺ کی

صحابیت کا شرف حاصل کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ مل کر کفار سے قتال بھی کیا ہے۔

احادیث سے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمومی فضائل:

(1) **خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ"** [صحيح بخاري:2536]

''میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔''

(2) سیّدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا ہے اور میرے لیے اصحاب کو چن لیا ہے، پس ان میں سے بعض کو میرے وزیر اور میرے مددگار اور میرے سسرال بنا دیا ہے۔ پس جو شخص ان کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت! قیامت کے دن نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ کوئی نفل۔'' [قال الذهبي: صحيح [مستدرك حاكم ، رقم :6656،632/3، عربي [الشريعة للآجري: 1973] یاد رہے، سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں اور آپ ﷺ کے برادرِ نسبتی ہیں۔ اور ان کو صحابی بنانا اور نبی ﷺ کا برادر نسبتی بنانا بھی اللہ تعالیٰ کا چناؤ ہے لہٰذا ان پر اعتراض کرنے والا در حقیقت (نعوذ) اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر کے اپنے ایمان کو ضائع کر رہا ہے۔

(3) سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيْفَهُ۔"**

''میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے ایک مد (صدقہ کیے ہوئے) بلکہ اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

[صحيح بخاري: 3673، مسلم: 6487، 6488]

احادیث میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل:

(4) سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی ﷺ کی دعا: " **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ** " [جامع ترمذی: 3842، الشريعة للآجری: 2437/5]

''اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دے، ہدایت یافتہ اور ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔''

(5) سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی ﷺ کی دوسری دعا:

''اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ'' [الشريعة للآجري:2438/5]

''اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم سکھا اور اسے ملکوں کی حکومت عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔''

(6) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ معاویہ کو بلا کر لاؤ۔'' میں نے آ کر بتایا وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ (ایسا دو مرتبہ ہوا) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: **''لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ''** اللہ اسے شکم سیر نہ کرے۔ [صحيح مسلم: 6628] اس حدیث کے تحت امام نووی رقم طراز ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا اس روایت کو اس باب میں لے کر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی ﷺ کی بددعا نہیں (بلکہ یہ ان کے لیے نبی ﷺ کی دعا ہے۔) اسی وجہ سے کئی ایک محدثین نے اس کو مناقب معاویہ میں بیان کیا ہے نیز کیونکہ یہ حدیث تو ان کے حق میں دعا بن گئی ہے۔ انتہی ابن عساکر رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: یہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد احادیث میں سب سے صحیح روایت ہے۔ [تاريخ دمشق: 24/62]

(7) سیّدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ نبوت سے یہ الفاظ سماعت کیے ''میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کے سفر پر روانہ ہوگا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' [صحيح بخاري: 2924] یاد رہے! سب سے پہلے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نے سمندر میں جہادی سفر کیا۔ [بخاري: 2800، فتح الباري، تحت رقم: 6283] لہٰذا ثابت ہوا کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ زبانِ نبوت سے جاری ہونے والے الفاظ کے مطابق جنتی ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام

(1) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی بھی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم نہیں ہے۔ [مصنف عبد الرزاق ، جلد3، صفحه 20، باب كم الوتر ، رقم:4641]

دوسرا قول: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اپنی زندگی میں خلافت اور حکومت کا سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار کسی کو نہیں دیکھا۔ [السنة للخلال : 677 ، جلد 2، صفحة :440، الامالي من آثار الصحابة للعبد الرزاق: 97]

(2) سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے بعد سب سے سخی اگر کسی کو دیکھا ہے تو سیّدنا امیر معاویہ کو دیکھا ہے۔[السنة امام خلال، حديث: 678،679]

(3) سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا اگر کسی کو دیکھا ہے تو اس گھر والے یعنی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[تاريخ دمشق، جلد 69، صفحة :161]

(4) سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ اگر کسی کی نماز دیکھی ہے تو وہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔[مجمع الزوائد: 595/9، رقم: 15920]

(5) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا: میرا دل چاہتا ہے کاش! اللہ میری عمر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا دے۔[الطبقات لأبي عروبة الحراني، صفحة41]

تابعین ومحدثین کے ہاں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام:

(1) سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ کی نظر میں: سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کچھ لوگ سیّدنا معاویہ اور سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے خود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہیں"۔[تاريخ دمشق لابن عساكر :206/59]

(2) سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سزا: ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو کبھی کسی انسان کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا، انہوں نے صرف اس شخص کو کوڑے مارے جس نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تھا"۔[تاريخ دمشق:211/59]

(3) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فتویٰ: ابن ہانی کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا میں اس شخص کے پیچھے نماز پڑھ لوں جو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دے؟ تو امام اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: اس کے پیچھے نماز مت پڑھو اور نہ اس کی عزت کرو۔ [سؤالات ابن هاني،رقم:296]

امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ:

عباسی حکمران، القائم بامراللہ، ابوجعفر ابن القادر ہاشمی نے 430ھ میں "الاعتقاد القادری" کے نام سے مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ شائع کیا، جس کا مخالف اہلِ علم کے ہاں متفقہ طور پر فاسق قرار پایا۔ اس عقیدے میں یہ بات بھی درج ہے: مسلمان سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اچھی بات کریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلافات ہوئے، ان میں دخل نہ دیں بلکہ ان سب کے لیے رحمت کی دعا کریں۔ [الاعتقاد القادري، المندرج في المنتظم لابن الجوزي:218/15وسنده صحيح]

مرزا صاحب نے لکھا: "امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب فضائل الصحابہ میں کوئی حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق جمع نہیں فرمائی۔"

جواب: امام نسائی رحمہ اللہ کا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے متعلق کسی روایت کو جمع نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کی کوئی فضیلت ہی ثابت نہیں، کیونکہ انہوں نے نہ تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل جمع کیے ہیں اور نہ انہوں نے اس میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل جمع کیے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ان کی اس کتاب میں تو نبی ﷺ کی صرف ایک بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ہیں، باقی تین بیٹیوں کے فضائل تو درکنار ان کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کی صرف دو بیویوں کا تذکرہ ہے، باقیوں کے فضائل اور تذکرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح بدر واُحد اور مہاجرین وانصار کے بے شمار صحابہ وصحابیات کے فضائل تو کجا، ان کا نام تک موجود نہیں ہے، تو کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ ان تمام کے کوئی فضائل نہیں ہیں؟ نہیں جناب! ایسا دعویٰ کرنا بالکل غلط ہوگا۔ لہٰذا امام نسائی رحمہ اللہ کے عدمِ ذکر سے عدم فضیلت پر استدلال کرنا ایک کم علمی ہے۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق امام نسائی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تو امام صاحب نے فرمایا: اسلام ایک گھر کی مانند ہے جس کا ایک دروازہ ہے اور اس کا دروازہ صحابہ ہیں، پس جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف دی، اس نے اسلام کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا، جس طرح کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر فرمایا: پس جس نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ (برا بھلا) کہنے کا ارادہ کیا (تو سمجھ لو) اس نے تمام صحابہ (کو برا بھلا کہنے) کا ارادہ کیا۔ [تاريخ دمشق:17471،تهذيب الكمال : 340/1]

مرزا جی! دیکھ لیں امام نسائی رحمہ اللہ آپ جیسے لوگوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا کس قدر کھلے لفظوں میں دفاع کر رہے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول کی حقیقت:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول کی سند میں (۱) ہبۃ اللہ بن احمد الجریری کی توثیق نہیں ملی، (۲) ابوالحسین عبداللہ بن ابراہیم بن جعفر بن نیاز البزار اور ابوسعید الحرف، دونوں راوی مجہول ہیں، لہٰذا سند ضعیف ہے۔ (۳) محمد بن علی بن الفتح اگرچہ صدوق ہے لیکن اس کی روایات میں کچھ ایسی روایات ملائی گئی ہیں جو بظاہر صحیح نظر آتی ہیں لیکن اس کی نہیں تھیں اور وہ خود بھی ان پر

متنبہ نہ تھا۔ [میزان الاعتدال: 7989] افسوس ہے مرزا صاحب پر کہ اپنے مقصد کے لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ایک ضعیف قول بھی دلیل بنا لیتا ہے اور اگر انھی کی تحقیق بسند صحیح [السنة لابي بكر الخلال: 463/2] میں ہو کہ سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق 28 احادیث ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں، تو مرزا صاحب اس قول کو (چونکہ ان کے مخالف ہے) ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: بات تو تحقیق کی ہے۔

نیز امام احمد بن حنبل کے اس ضعیف قول سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ امام احمد سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں کسی حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے تو اپنی کتاب فضائل الصحابہ میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک مستقل باب باندھا ہے: ''فضائل معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ'' اور اس کے تحت ان کے فضائل میں کئی احادیث ذکر کی ہیں۔

مرزا جی! اگر بات تحقیق کی ہے تو سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بسند صحیح ثابت ہو چکے ہیں، لہٰذا ضعیف اقوال کی کوئی حیثیت نہیں۔

مرزا جی لکھتے ہیں: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بے بنیاد فضائل گھڑ لیے جن کی کوئی اصلیت نہیں۔''

جی جناب، واقعتاً بعض لوگوں نے ان کی شان میں کچھ فضائل گھڑے تھے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ان کی کوئی فضیلت ہی ثابت نہیں۔ آپ مَن گھڑت فضائل نہ مانیں، لیکن جو ثابت شدہ ہیں ان کا انکار بھی تو نہ کریں۔ لوگوں کے فضائل گھڑنے سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے کوئی صحیح فضائل نہیں تھے۔ لوگوں نے تو سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بھی فضائل گھڑے تھے۔ خود امام ابنِ جوزی رحمہ اللہ ہی نے اپنی کتاب [الموضوعات 1/8] میں لکھا ہے کہ لوگوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سیّدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں دوگنا بڑھا چڑھا کر گھڑے تھے بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اتنے فضائل گھڑ دیے جو شمار سے باہر ہیں یعنی لاتعداد فضائل گھڑے ہیں، اور ابنِ قیم رحمہ اللہ نے [المنار المنيف، رقم: 247] میں لکھا ہے رافضیوں نے فضائل علی میں اتنی زیادہ احادیث گھڑی ہیں جو لاتعداد اور شمار سے باہر ہیں نیز لکھتے ہیں کہ ابویعلیٰ الخلیلی نے اپنی کتاب [الارشاد] میں لکھا ہے کہ رافضیوں نے سیّدنا علی اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں تین لاکھ احادیث گھڑی ہیں اور یہ کوئی عجیب بات نہیں اگر تم تحقیق کرو گے تو ایسا ہی پاؤ گے۔ تو مرزا جی! کیا ہم ان من گھڑت احادیث کی وجہ سے سیّدنا علی اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی ثابت شدہ مسلمہ شان کا انکار کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ ہم کہیں گے کہ من گھڑت کو نہ مانو، جو ثابت ہیں انھیں ضرور مانو۔ اسی طرح سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو من گھڑت فضائل ہیں ان کو نہ مانو لیکن جو فضائل بسند صحیح ثابت ہیں ان کا انکار بھی صحابہ دشمنی اور رافضیت کے سوا کچھ نہیں۔

حسبِ عادت مرزا جی نے اس عبارت کے ترجمے میں بھی ڈنڈی مارتے ہوئے لکھا ہے: ''(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو مقصد برآری کے لیے موزوں پایا۔''

جبکہ اصل عبارت میں یہ مقصد برآری والے الفاظ بالکل بھی نہیں ہیں۔ یہ بس مرزا صاحب کے اندر کا بغض تھا جس نے مرزا صاحب کو عبارت کا ترجمہ غلط کرنے پر مجبور کر دیا اور انھوں نے یہ نازیبا حرکت کر کے تحریفِ احادیث کے بعد تحریفِ اقوالِ آئمہ کا بیڑا بھی اٹھا لیا یہود و نصاریٰ کی یہ بدروش مرزا صاحب کو مبارک ہو۔

حدیث نمبر 28: سطر نمبر 6-5: ''تمہاری اس امت کی عافیت کا وقت اس کا ابتدائی دور ہے۔''

اس ابتدائی دور سے مراد مرزا صاحب کے نزدیک کتنا وقت ہے؟ ہمارے ہاں تو اس ابتدائی دور سے مراد فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ'' [بخاري: 3650] کی وجہ سے تمام صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے۔ لیکن اگر مرزا صاحب اس سے مراد کچھ اور لیتے ہیں تو اس کی کوئی دلیل بھی عنایت فرما دیں۔

سطر نمبر 10: ''اگر کوئی اور آ کر اس (پہلے حاکم) سے (اقتدار کے لیے) جھگڑا کرے تو دوسرے (مدعی اقتدار) کی گردن مار دو۔''

مرزا جی! سیّدنا امیر معاویہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہم کا اختلاف حصولِ اقتدار کا نہیں، بلکہ آپ خود بھی مان چکے ہیں کہ ان کا اختلاف قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں اختلافِ رائے کا تھا [''رافضیت و ناصبیت'' پمفلٹ صفحہ: 2] سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو اس وقت خلافت کا دعویٰ کیا ہی نہیں تھا [مجموع الفتاوى: 72/35]، بلکہ وہ تو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کو خلافت کا زیادہ حق دار مانتے تھے۔ [سير اعلام النبلاء: 140/3 مطبوعة الرسالة] [البداية والنهاية: 508/10] لہٰذا تمہارا اس حدیث کو اس عنوان کے تحت نقل کر کے سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا ایک بہت بڑا جرم ہے۔

سطر نمبر 14 ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے اموال حرام طریقے سے کھائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں۔''

امام نووی رحمہ اللہ شارح صحیح مسلم اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ''معترض کا خیال تھا کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا چونکہ درست نہ تھا، اس لیے ان کا رقم خرچ کرنا اور ان سے جنگ کرنا بھی ٹھیک نہ تھا۔'' انتہیٰ

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جنگ (صفین جس میں وہ اجتہادی خطاء پر تھے اور بقول مرزا صاحب ان کو ایک اجر بھی ملا تھا، اسی پمفلٹ کی رقم: 12 کے تحت) کے علاوہ کبھی کسی کو ناحق قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ حرام طریقے سے اموال کھانے کا حکم دیا۔ اور اگر کوئی شخص پھر بھی بضد ہے تو ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ صرف ایک حوالہ بسندِ صحیح نقل کرے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نے جنگ کے علاوہ کس کو ناحق قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا کس کو ناحق اموال کھانے پر ابھارا تھا، کیونکہ یہ ایک شخص کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ تھا اب جس وقت تک اس دعویٰ کی ٹھوس دلیل نہ ہوگی اس وقت تک اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ معترض سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان جنگوں پر اعتراض کر رہا ہے لیکن سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اپنی فراست سے اس کی اس چنگاری کو سمجھ چکے تھے اس لیے خاموش ہو گئے تا کہ بات دوبارہ شروع نہ ہو جائے۔ اس لیے انہوں نے جہاں کمال عقل مندی سے اس کو خاموش کروایا، وہاں امت کو بھی یہ سبق دیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر خواہ مخواہ اعتراض کرنا ناجائز اور فضول ہے نیز اس مسئلے میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ اور مرزا صاحب! کیا خیال ہے ان صحابہ کے متعلق جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تھے اور ان کی تعریفات کرنے والے تھے، کیا وہ ایک حرام کھانے والے اور ناحق قتل کرنے والے کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تھے؟ کیا آپ کا ایمان گوارہ کر سکتا ہے کہ سیدنا حسن سیدنا حسین رضی اللہ عنہما جنتی سرداروں نے ایک ایسے شخص کی صرف بیعت ہی نہیں بلکہ اس سے صلح کر کے پوری امت کی زمام اس کے ہاتھ میں تھما دی اور ساری زندگی تقریباً 20 سال تک ان سے اپنا حق وظیفہ بھی لیتے رہے؟ اور ایک مرتبہ بھی ان کو ناحق مال کھانے والا اور ناحق قتل کرنے والا نہیں کہا۔ مرزا صاحب! ہمارا تو ایمان یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ دونوں جنتی سردار کبھی بھی ناحق مال کھانے کا حکم دینے والے اور ناحق قتل کروانے والے کی بیعت نہیں کر سکتے تھے اور اگر بیعت کی ہے اور واقعتاً کی ہے تو پھر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے نہ تھے اور یہ ان پر ایک جھوٹا الزام ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں۔

حدیث نمبر 29: اس روایت میں حسبِ سابق نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ کسی حکومتی بگاڑ کی اور نہ اس بارے میں اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایک فرمان بیان ہوا۔ مرزا جی نے اس حدیث میں ایک بریکٹ لگا کر حدیث میں اپنی طرف سے تبدیلی کرنے کی سعی لاحاصل ہے۔

اس روایت کی دوسری سطر میں مرزا صاحب نے (''یعنی اناج مثلاً گندم اور جو وغیرہ'') لکھ کر حدیث کا مفہوم بدلنے کی کوشش کی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں (جس کا حوالہ مرزا جی نے دیا ہے) بریکٹ والے الفاظ نہیں ہیں اور یہی روایت جب [صحيح بخاري : 1510] میں بیان ہوئی تو سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خود لفظ ''طعام'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دنوں ہمارا کھانا جو، منقّی، پنیر اور کھجور ہوتا تھا۔ یعنی انہوں نے اس میں گندم کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ لیکن مرزا جی نے بریکٹ لگا کر سب سے پہلے گندم لکھ کر حدیث کا مفہوم بدل ڈالا۔ قارئین! آپ خود انصاف کریں کہ صحابی خود اپنی بات کی وضاحت کریں اور گندم کا تذکرہ بھی نہ کریں، اور مرزا صاحب بریکٹ لگا کر خواہ مخواہ لفظ بیچ میں گھسیٹ دیں تو یہ تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی روایت کی سطر نمبر 4 میں مرزا صاحب نے ''چنانچہ لوگوں نے بھی اسی (رائے اور اجتہاد) پر عمل شروع کر دیا'' لکھ کر مسئلہ ہی حل کر دیا کہ یہ فتویٰ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں دیا تھا، بلکہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فطرانے میں گندم نہیں دی جاتی تھی اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں شام سے گندم آئی۔ [بخاري: 1508] اور اس کی قیمت چونکہ جَو وغیرہ کے مقابلے میں زیادہ تھی اس تو سیّدنا امیر معایہ رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا کہ گندم کے دو مد جَو اور کھجور وغیرہ کے چار مد، یعنی ایک صاع کے برابر ہیں، لہٰذا صدقۂ فطر میں اگر دو مد گندم بھی دے دی جائے تو دونوں کی قیمت تقریباً برابر ہوگی، لہٰذا ایسا کرنا جائز ہوگا ہے۔ یہ ان کا اجتہاد تھا اور اس اجتہاد کو ماسوائے چند لوگوں کے سب نے قبول کر لیا اور اس پر عمل بھی کرتے رہے جب اکثر صحابہ و تابعین نے اس کو قبول کر کے عمل بھی کیا تو اب مرزا صاحب کو کیا پریشانی ہے۔ نیز حاکمِ وقت اور مجتہد اجتہاد کر سکتا ہے۔ اگر اجتہاد درست ہو تو دوہرا اجر ملے گا اور اگر غلط ہو تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ [سنن نسائي: 5383] سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اجتہاد ہی کیا تھا، (کہ گندم کے دو مد، جَو، کھجور وغیرہ کے چار مد کی قیمت میں برابر ہیں لہٰذا دونوں جائز ہیں) جیسا کہ مرزا جی نے خود بھی لفظ اجتہاد لکھ دیا ہے، چنانچہ ان کے اجتہاد پر ہرزہ سرائی کرنا اور ان کی توہین کرنے کی کوشش کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس روایت میں واقعۂ کربلا کا حقیقی پس منظر کہاں بیان ہوا اور اس میں حکومتی بگاڑ کی خبر کہاں دی گئی ہے؟ یاد رہے کہ یہ مرزا جی کے بغضِ معاویہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

14

کرنے سے گریز کیا ہے، تاہم اپنی گہری نظر سے ایسا استنباط فرمایا (یعنی حضرت معاویہ ؓ کو صحابی ثابت کیا ہے) کہ جس سے روافض کی سرکوبی ہوگئی ہے۔ اور امام نسائی رحمہ اللہ کا واقعہ اس بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے بھی اپنے اُستاد (امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ) کے قول پر اعتماد کیا (اور اپنی مشہور کتاب ''فضائل صحابہ ؓ'' میں کوئی حدیث حضرت معاویہ ؓ کی فضیلت سے متعلق نہیں جمع فرمائی)) اور پھر امام حاکم رحمہ اللہ کا قصہ بھی اسی طرح ہے۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن احمد سے اُن کے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مکالمہ بھی ذکر کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے (اختلافات سے) متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تھوڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر فرمایا: ''(میرے بیٹے! خوب) سمجھ لو کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کے دشمن بہت زیادہ تھے، جنھوں نے اُن کے عیوب تلاش کرنا چاہے مگر ناکام رہے۔ چنانچہ اُن دشمنوں نے (ایک متبادل چال کے طور پر) ایک دوسرے شخص (حضرت معاویہ ؓ) کو مقصد براری کے لئے موزوں پایا جو اُن سے جنگ کر چکا تھا۔ چنانچہ اُن دشمنوں نے سیدنا علی ؓ کے مقابلہ پر اُن (حضرت معاویہ ؓ کو) بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ (امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں)'' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس جواب میں اشارہ ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت معاویہ ؓ کیلئے بے بنیاد فضائل گھڑ لیے جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ ؓ کیلئے روایاتِ فضیلت تو بہت سی آئی ہیں مگر اُن احادیث میں سے کوئی بھی (اصول محدثین پہ) اسنادی حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔ (اسی لئے) امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اس مؤقف کو بڑے یقین کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ (یعنی صحابیت کے سوا حضرت معاویہ ؓ کے فضائل سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نقل نہیں ہوئی ہے)''

[فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی تحت "باب ذکر معاویة" ، صحیح بُخاری : 3766]

28 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما ہیں اور اُن کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے تو میں بھی اُن کے پاس آ بیٹھا۔ اُنہوں نے فرمایا: ''ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا تو کچھ لوگ وہاں اپنے خیمے درست کرنے لگ گئے تو کچھ تیر اندازی (کی مشق) میں مشغول ہو گئے جبکہ کچھ لوگ مویشی چرانے لگے۔ (اسی دوران) اچانک رسول اللہ ﷺ کے منادی نے صدا لگائی: ''نماز اکٹھا کرنے والی ہے'' (دراصل ان الفاظ سے اُس وقت لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا) یہ سن کر ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''مجھ سے پہلے بھی ہر نبی ﷺ کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنی اُمت کو اُن کی بھلائی (کے راستے) کی خبر دے اور اُن کو شر (کے راستے) سے خبردار کرے۔ اور تمہاری اس اُمت (اُمت محمدیہ ﷺ) کی عافیت (خیریت اور بھلائی) کا وقت اس کا ابتدائی دور ہے۔ بہت جلد اسکے بعد والے دور میں ایسی مصیبتیں اور (فتنے والی) چیزیں آئیں گی کہ تم اُن سے ناآشنا ہو گے۔ ایسے فتنے اٹھیں گے کہ ہر نیا آنے والا فتنہ پچھلے سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ ایسا فتنہ بھی آئے گا کہ مومن کہہ اٹھے گا کہ اسی (فتنے) میں میری موت ہوگی مگر وہ فتنہ چھٹ جائے گا۔ پھر ایسا فتنہ آئے گا کہ مومن پکار اٹھے گا کہ یہ سب سے بڑھ کر ہے لہٰذا جو چاہے کہ اُسے جہنم سے دور ہٹایا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اُسے چاہیے کہ اسکی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر (کامل اور حقیقی) ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو وہ لوگوں سے اپنے حق میں کروانا چاہتا ہے۔ اور جو امام (یعنی وقت کے حکمران) کی بیعت کر لے اور دل و جان سے اطاعت قبول کر لے، اُس سے جہاں تک ہو سکے اطاعت کرنی چاہیے۔ پھر اگر کوئی اور آ کر اُس (پہلے حاکم) سے (اقتدار کیلئے) جھگڑا کرے تو دوسرے (مدعی اقتدار) کی گردن مار دو۔'' عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ (یہ حدیث سن کر) میں اُن (حدیث بیان کرنے والے صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ) کے قریب ہوا اور عرض کی: ''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ ؓ نے کیا یہ ساری باتیں خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں؟'' (میرے اس سوال پر) اُنھوں نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں اور دل پر لے جا کر کہا: ''ہاں! میرے کانوں نے (خود رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو) سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ کر لیا۔'' پھر میں نے عرض کی: ''(آپ ہمیں امیر کی اطاعت پر ابھار رہے ہیں جبکہ ہمارا حکمران اور) آپ ؓ کے چچا کے بیٹے حضرت معاویہ ؓ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے اموال حرام طریقے سے کھائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں (یعنی مسلمانوں سے لڑیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں حکم دیتا ہے: ''اے ایمان والو! اپنے اموال آپس میں حرام طور پر مت کھاؤ، سوائے اسکے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔'' [النساء : 29] (میرا یہ سوال سن کر) وہ (سیدنا عبداللہ بن عمرو ؓ) کچھ دیر تک تو خاموش رہے پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت (کے کاموں) میں اُن (حضرت معاویہ ؓ) کی اطاعت کرو، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے کاموں) میں اُنکی نافرمانی کرو۔'' [صحیح مُسلم : 4776]

29 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں (رمضان کا) فطرانہ، ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) اشیائے خوردنی (یعنی اناج مثلاً گندم اور جو وغیرہ) کا نکالا کرتے، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع منقیٰ نکالا کرتے تھے۔ پس یہ سنت عمل اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ ہمارے پاس حضرت معاویہ ؓ (شام سے) حج یا عمرے کیلئے آئے اور اُنھوں نے منبر پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں سمجھتا ہوں کہ شامی گندم کے 2 مُد (نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔'' چنانچہ لوگوں نے بھی اسی (رائے و اجتہاد) پر عمل شروع کر دیا تو سیدنا ابوسعید خدری ؓ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو زندگی بھر اُسی طرح (سنت کے مطابق فطرانہ ایک صاع ہی) نکالتا رہوں گا جیسے میں زندگی بھر نکالتا رہا ہوں۔'' [صحیح مُسلم : 2284]

30 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرزمین شام میں سیدنا مسلم بن یسار رحمہ اللہ کے (علمی) حلقہ میں موجود تھا کہ وہاں سیدنا ابواشعث تابعی رحمہ اللہ تشریف لائے، تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: ابواشعث آ گئے، ابواشعث آ گئے (یعنی آنے پر خوشی کا اظہار کیا)۔ چنانچہ جب وہ تشریف فرما ہو گئے تو

15

میں نے سیدنا ابواشعث رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ ہمیں سیدنا عبادہ بن صامت ؓ والی حدیث تو سنا دیں۔ اُنھوں نے فرمایا ٹھیک ہے: ''(غور سے سنو!) ہم نے بہت ساری جنگی مہمات سر کیں اور بکثرت مال غنیمت حاصل کیا اور اُن دنوں حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ ہمارے حکمران تھے۔ ہمارے مال غنیمت میں چاندی کے برتن بھی تھے، حضرت معاویہ ؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ان برتنوں کو لوگوں کی تنخواہوں کے عوض فروخت کر دے۔ لوگوں نے اُس سودے میں بہت دل چسپی سے حصہ لیا۔ جب یہ بات سیدنا عبادہ بن صامت ؓ تک پہنچی تو اُنہوں نے اس عمل کی اعلانیہ مخالفت کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، گندم کو گندم، جو کو جو، کھجور کو کھجور اور نمک کو نمک کے بدلے خریدنے اور بیچنے سے منع فرماتے تھے سوائے اسکے کہ (ان میں سے ہر چیز) وہ آپس میں برابر وزن اور جنس والی ہو، لہٰذا جس نے لینے یا دینے میں (وزن کی) کمی بیشی کی اُس نے سود کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ (یہ سن کر) لوگوں نے خریدے ہوئے وہ چاندی کے برتن واپس لوٹا دیے۔ جب یہ خبر حضرت معاویہ ؓ تک پہنچی تو اُنھوں نے بھی خطبہ دیا اور کہا: ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسی احادیث بیان کرتے ہیں کہ جو ہم نے نہیں سنیں حالانکہ ہم بھی تو آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔'' (حدیث پر اعتراض سن کر) سیدنا عبادہ ؓ نے پھر اعلانیہ وہی حدیث دُہرائی اور فرمایا: ''ہم نے جو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اُسے ضرور بیان کریں گے، خواہ معاویہ ؓ اُسے ناپسند کریں یا کہا کہ خواہ حضرت معاویہ ؓ کی ناک خاک آلود ہو جائے اور مجھے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ مجھے (اس کلمہ حق پہ) تاریک رات میں اُنکے لشکر سے الگ ہونا پڑ جائے۔'' [صحیح مُسلم : 4061]

31 سُنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے: سیدنا خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ اور عمرو بن اسود اور بنی اسد کا ایک شخص، حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے پاس وفد بن کر گئے، (اس موقع پر ملاقات کے دوران) حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن بن علی ؓ فوت ہو گئے ہیں؟'' (**نوٹ:** سیدنا حسن ؓ کو ایک سازش کے تحت شہید کیا گیا تھا جسکی تفصیل حدیث نمبر 50 کے تحت آ رہی ہے) سیدنا مقدام ؓ نے فوراً پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک شخص (حضرت معاویہ ؓ جن کا نام اگلے طریق میں ہے) نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''تم اسے (یعنی سیدنا حسن ؓ کی موت کو) مصیبت سمجھتے ہو؟'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیونکر نہ سمجھوں حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن بن علی ؓ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: ''یہ (حسن ؓ) مجھ (محمد ﷺ) سے ہے اور حسین (ؓ) علی (ؓ) سے ہے۔'' بنو اسد کے ایک شخص نے کہا: ''وہ (حسن ؓ) تو ایک انگارہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے (یہ باتیں سننے کے بعد غصے میں آ کر ارشاد) فرمایا: ''میں اس وقت تک یہاں سے نہیں اٹھوں گا جب تک تجھ (حضرت معاویہ ؓ) کو غصہ نہ دلاؤں اور ایسی بات نہ سناؤں جو تجھے ناپسند ہو۔ اے معاویہ ؓ! اگر میں سچ بیان کروں تو میری تصدیق کر دینا اور اگر جھوٹ بولوں تو میری تردید کر دینا۔'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو سونا پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو ریشم پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو درندوں کی کھالوں (کے لباس) کو پہننے سے اور اُن پر (قالین کے طور پر) بیٹھنے سے روکا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اے معاویہ یہ سب (حرام اشیاء استعمال ہوتی ہوئی) میں نے تیرے گھر میں دیکھی ہیں۔'' یہ سن کر حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''اے مقدام! مجھے پتا ہے کہ میں تم سے جیت نہیں سکتا۔'' سیدنا خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ کیلئے اُن کے دونوں ساتھیوں سے بڑھ کر انعام و اکرام کا حکم صادر کیا۔ اور سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ نے سارا مال اپنے ساتھیوں میں ہی وہیں بانٹ دیا اور اسدی نے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس بات کی خبر جب حضرت معاویہ ؓ کو ہوئی تو اُنہوں نے کہا: ''سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ تو واقعی ایک سخی شخص ہیں جنہوں نے دل کھول کر دے دیا اور جو اسدی شخص ہے وہ اپنے مال کو اچھی طرح سے سنبھالنے والا ہے۔'' مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا خالد بن معدان تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ اور عمرو بن اسود حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ سے ملنے آئے تو حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن ؓ فوت ہو گئے ہیں؟'' سیدنا مقدام ؓ نے فوراً پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس پر حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''تم اسے (یعنی سیدنا حسن ؓ کی موت کو) مصیبت سمجھتے ہو؟'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیونکر نہ سمجھوں حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن ؓ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: ''یہ (حسن ؓ) مجھ (محمد ﷺ) سے ہے اور حسین (ؓ) علی (ؓ) سے ہے۔''

مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن بریدہ تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد سیدنا بریدہ ؓ حضرت معاویہ ؓ کے پاس ملنے گئے۔ حضرت معاویہ ؓ نے ہمیں فرشی نشست (یعنی قالین) پر بٹھایا، پھر کھانا لایا گیا جو ہم نے تناول کیا، پھر ہمارے سامنے ایک مشروب لایا گیا جو حضرت معاویہ ؓ نے پینے کے بعد (وہ مشروب والا برتن) میرے والد کو پکڑا دیا تو اُنھوں (سیدنا بریدہ ؓ) نے فرمایا: ''جب سے اس مشروب کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اسے نوش نہیں کیا۔'' پھر حضرت معاویہ ؓ فرمانے لگے: ''میں قریشی نوجوانوں میں سب سے حسین ترین اور خوبصورت دانتوں والا نوجوان تھا اور جوانی کے اُن دنوں میرے لئے دودھ اور اچھے قصہ گو آدمی سے بڑھ کر کوئی چیز لذت آور نہیں ہوتی تھی۔''

[سُنن ابی داؤد : 4131 ، مُسند احمد : 17321 (جلد - 7 ، صفحہ - 141) ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

[مُسند احمد : 23329 (جلد -10 ، صفحہ -661) ، قال الشیخ زبیر علیزئی و الشیخ شعیب الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

حدیث نمبر 30: اس روایت میں بھی نہ تو نبی ﷺ کی وفات سے ایک ماہ قبل کی بات ہے اور نہ نبی ﷺ کا کوئی فرمان ہی حکومتی بگاڑ کے متعلق ہے۔ مرزا جی کا اس روایت کو اس عنوان کے تحت نقل کرنا سیّدنا معاویہ ؓ کی دشمنی اور بغض کی ایک اور دلیل ہے۔

یہ بھی سیّدنا امیر معاویہ ؓ کا اجتہاد تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ چاندی وغیرہ کے برتنوں کا چاندی کے سکوں کے عوض تبادلہ کرنا جائز ہے اگرچہ وزن برابر نہ بھی ہو۔ لیکن سیّدنا عبادہ بن صامت ؓ فرماتے تھے کہ چاندی کی چیز کو اگر چاندی کے درہم کے بدلے میں لیا جائے گا تو اعتبار وزن کا ہوگا، لہٰذا وزن میں برابری ضروری ہے۔

سیّدنا عبادہ بن صامت ؓ اس حدیث کو عام سمجھتے تھے اور سیّدنا معاویہ ؓ کے نزدیک اس روایت کا مفہوم یہ تھا کہ اگر زیوارت یا سامان وغیرہ کا تبادلہ ہو تو وزن میں برابری ضروری ہے اور اگر کرنسی کے بدلے میں خریدا جائے تو وہاں وزن میں برابری ضروری نہیں۔

یاد رہے کہ یہ موقف صرف سیّدنا امیر معاویہ ؓ ہی کا نہیں تھا بلکہ مفسر قرآن اہلِ بیت کے فرزند سیّدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا بھی یہی مؤقف تھا کہ نقد میں وزن کی کمی بیشی جائز ہے [مسلم: 4088] یعنی سیّدنا امیر معاویہ ؓ کا جو موقف تھا وہی موقف ابن عباس ؓ کا بھی تھا۔ سو اب جو فتویٰ بھی آپ اہلِ بیت کے فرد مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس ؓ پر لگانا پسند کریں وہی فتویٰ سیّدنا امیر معاویہ ؓ پر لگا لیجئے گا۔ یہ کیسا بغض اور رافضیت پسندی ہے کہ ایک موقف اور اجتہاد سیّدنا امیر معاویہ ؓ کا ہو تو وہ انتہائی غلط، ناقابلِ قبول اور حکومتی بگاڑ کا سبب ہے اور اگر وہی موقف اہل بیت میں سے سیّدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا ہو تو اس پر ناطقہ بند ہو جاتا ہے؟ **تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ**۔ اگر مرزا صاحب کے نزدیک بگاڑ کی اصل وجہ یہی تھی تو کیا سیّدنا ابنِ عباس ؓ کا یہ فتویٰ بھی بگاڑ کی اصل وجہ تھی؟ **نعوذ باللہ من ذلک**۔ آپ بے باک آدمی ہیں، ذرا جرأت کر کے سیدنا ابن عباس ؓ پر یہی فتویٰ صادر فرمائیں تاکہ آپ کی حق گوئی وانصاف پسندی کی حقیقت عیاں ہو سکے

صفحہ 15 کی سطر نمبر 7 (حدیث پر اعتراض سن کر) مرزا صاحب! سیّدنا امیر معاویہ ؓ نے حدیث پر اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ لوگوں پر تعجب کا اظہار کیا تھا جیسا کہ ان کے جملے کے پہلے الفاظ بول بول کر گواہی دے رہے ہیں۔ سیّدنا معاویہ ؓ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔'' لہٰذا آپ کا یہ بریکٹ لگانا کہ (''حدیث پر اعتراض سن کر'') بالکل غلط اور جھوٹ

ہے۔ نیز اس جملے سے پتا چلتا ہے کہ سیّدنا معاویہ ؓ نے یہ روایت پہلی مرتبہ سنی تھی، اسی لیے لوگوں پر تعجب کا اظہار کیا تھا، اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو، ضروری نہیں کہ اس کے پاس تمام احادیث کا علم ہو، اور وہ پہلی مرتبہ نئی حدیث سن کر تعجب کا اظہار بھی نہ کرے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سیّدنا عمر ؓ نے سیّدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ کی تین مرتبہ اجازت لینے کے متعلق حدیث پر حیرانی کا اظہار کیا تھا۔[صحيح بخاري : 2062]

سطر نمبر 9: ''معاویہ کی ناک خاک آلود ہو جائے'' یہ جملے اہل عرب کے ہاں محاورتاً استعمال ہوتے تھے اور اہل عرب کی زبان پر عموماً بلا قصد تعجب کے موقع پر جاری ہو جایا کرتے تھے، ان سے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے ہیں۔ نبی ﷺ نے بھی کئی مرتبہ ایسے جملے اپنے صحابہ ؓ کے متعلق تعجب کے موقع پر بولے تھے۔

[صحيح بخاري: 5827، مسند احمد: 5428، 8776] جن کا اصل معنی مقصود نہیں ہوتا، لہذا مرزا جی کا اس سے استدلال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

حدیث نمبر 31: مرزا جی نے اس کے تحت تین روایات نقل کیں اور تینوں ہی ضعیف نیز تیسری روایت میں مرزا جی نے ترجمہ غلط کر کے حدیث کا مفہوم ہی بدل ڈالا ہے۔

ابوداؤد کی حدیث: یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، کیونکہ اس میں ''بقیہ بن ولید'' راوی ہے جو ''تدليس التسوية'' کیا کرتا تھا۔ ''تدليس التسوية'' کرنے والے راوی کے لیے صرف اپنے استاد ہی سے نہیں بلکہ پوری سند میں سماع کی تصریح کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس سند میں سماع کی صراحت نہیں ہے لہذا ضعیف ہے۔

بقیہ بن ولید کی ''تدليس التسوية'' کا ثبوت:

(۱) امام احمد بن حنبل ؒ ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

هذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَ بَقِيَّةُ مِنَ المُدَلِّسِينَ يُحَدِّثُ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَيَحْذِفُ ذِكرَهُم فِي أَوْقَاتٍ۔[الجامع لعلوم الامام أحمد،علل الحديث:۱۵/۲۲۷]

یہ منکر حدیث ہے، کیونکہ بقیہ راوی مدلسین میں سے ہیں۔ یہ بسا اوقات ضعیف راویوں سے روایت کر کے سند میں سے انہیں حذف کر دیتا ہے۔

(۲) امام ابو حاتم الرازی ؒ ''تدليس التسوية'' کی بابت کہتے ہیں: وَكَانَ بَقِيَّةُ مِنْ اَفعَلِ النَّاسِ لِهٰذا۔ بقیہ یہ کام یعنی ''تدليس التسوية'' والا لوگوں میں سب سے زیادہ کرنے والا تھا۔[علل الحديث لابن ابی حاتم: 115/1، الكفايه فی علم الرواية: 364]

(۳) امام ابن حبان ؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو گرا دیتا تھا۔[المجروحين: 200,201/1]

(۴) ابن القطان الفاسی ؒ ''بقية قال حدثنا بن جريج'' والی سند کے متعلق فرماتے ہیں: اس میں بقیہ نے اگرچہ اپنے سننے کی وضاحت کر دی ہے، لیکن اب بھی تدليس التسوية والی علت باقی ہے، تدليس التسوية والی مکمل سند میں سماع کی صراحت ضروری ہے، لہٰذا بقیہ کا صرف اپنے استاد سے سماع کی صراحت کرنا ناکافی ہے۔
[التلخيص الحبير: 309/3]

(۵) حافظ ابن الملقن ؒ ایک سند کے متعلق فرماتے ہیں: قُلتُ وَقَدْ صَرَّحَ بَقِيَّةُ بِالتَّحدِيثِ فَقَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ لٰكِن لَا يَنفَعُهُ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ مَعْرُوفٌ بِتَدْلِيسِ التَّسوِيَةِ۔
[البدر المنير: 102/5]

میں کہتا ہوں کہ بقیہ نے ''حدثنا شعبہ'' کہہ کر شعبہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے، لیکن یہ بات انھیں فائدہ نہیں دے گی (کیونکہ پوری سند میں سماع کی صراحت ضروری ہے) اس لیے کہ بقیہ تدليس التسوية کرنے میں مشہور ہے۔

(۶) حافظ بوصیری ؒ لکھتے ہیں: بَقِيَّةُ هُوَ ابنُ الوَلِيد يُدَلِّسُ بِتَدْلِيس التسوية۔ بقیہ بن ولید تدليس التسوية کرتا تھا۔[مصباح الزجاجة بزوائد ابن ماجه: 136/1]

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ اپنی ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: وبَقِيَّةُ صَدُوق لٰكِنَّه يُدَلِّسُ وَيُسَوِّي وَقَد عَنعَنَهُ عَن شَيخٍ وَعَن شَيخِ شيخه۔ (موافقة خبر الخبر فی تخريج احاديث المختصر 276/1)

بقیہ صدوق ہے لیکن تدليس التسوية کرتا ہے اور اس نے یہ روایت اپنے شیخ اور اپنے شیخ کے شیخ سے ''عن'' سے بیان کی ہے (لہٰذا ضعیف ہے)۔

قارئین! ان 7 حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور ثابت ہوگئی کہ بقیہ بن ولید راوی مدلس ہے اور تدليس التسوية کرتا ہے، لہٰذا اس کی روایت کی تمام سند میں سماع کی صراحت ضروری ہے ورنہ وہ روایت ضعیف ہوگی۔ زیر نظر روایت میں چونکہ بقیہ بحیر سے، اور بحیر خالد بن معدان سے لفظ ''عن'' سے روایت کر رہا ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو مرزا جہلمی صاحب کا اس سے استدلال کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

نوٹ: علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس روایت کو صحیح قرار دینا محل نظر ہے اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے، خود مرزا جہلمی صاحب نے اپنے اسی پمفلٹ میں کئی مقامات پر علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق سے اختلاف کیا ہے، مثلاً: [حدیث نمبر 2 کے تحت ابوداؤد کی حدیث:4646] کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن مرزا نے اسے صحیح کہا ہے اور حدیث نمبر 15 [ابو داؤد: 4656] کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن مرزا نے اسے بھی صحیح کہا ہے۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ اس مقام پر بھی علامہ البانی رحمہ اللہ کے برعکس 7 محدثین کی تصریحات پر اعتماد کریں اور اس روایت کو ضعیف قرار دیں۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص علامہ شیخ ابو اسحاق الحوینی حفظہ اللہ نے بھی اپنے استاذِ محترم علامہ البانی رحمہ اللہ سے بقیہ بن ولید کی تدلیس کے مسئلے میں اختلاف کیا ہے اور انہوں نے بھی بقیہ بن ولید کو "تدلیس التسویة" کا مرتکب قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: بقیہ "تدلیس التسویة" کرتا ہے اور قُدَمَاء (پہلے وقت کے محدثین اور ماہرین فن) اس کو تدلیس تجوید کہتے ہیں۔ (حدیث کی صحت کے لیے) ہم محتاج ہوتے ہیں کہ یہ سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت کرے۔ (ورنہ وہ روایت ضعیف ہوتی ہے) پہلے میں بھی سمجھتا تھا کہ بقیہ بن ولید، اعمش اور ابن جریج وغیرہ کی طرح "تدلیس الاسناد" (عام تدلیس) کرتا ہے۔ ہمارے شیخ ابو عبدالرحمٰن (ناصر الدین) البانی رحمہ اللہ نے بھی مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے مطابق بقیہ عام تدلیس کرتا ہے۔ لیکن بعد میں (شیخ البانی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد) دلائل سے ثابت ہوا کہ بقیہ عام تدلیس نہیں بلکہ تدلیسِ تسویہ کرتا تھا (اور میرے استاذِ محترم کی بات درست نہ تھی)۔ [نثل النبال بمعجم الرجال: 302/1]

پس ثابت ہوا کہ خود علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص کے نزدیک بھی یہ اُن کی یہ علمی خطا تھی، لہٰذا اب اس کو حوالے کے طور پر نقل کرنا ہٹ دھرمی اور ناانصافی ہے۔

مرزا جہلمی صاحب نے اس روایت کی سطر نمبر 3 میں نوٹ لگا کر لکھا "سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ایک سازش کے تحت شہید کیا گیا تھا" جس کی تفصیل حدیث نمبر 50 کے تحت آ رہی ہے۔ یہ بھی مرزا کا ایک اور دھوکا اور جھوٹ ہے، کیونکہ حدیث نمبر 50 میں اُن کی شہادت کی وجہ اور سازش کی تفصیل تو دُور کی بات، اس کی سازش کی طرف اشارہ تک نہیں ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ نوٹ لگانا بالکل جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔

مرزا صاحب نے اس ضعیف روایت میں بھی ایک جھوٹ بولا اور ایک جگہ حق چھپا کر اپنے اوپر پہلی آیت اور حدیث کو فٹ کیا۔

جھوٹ: مرزا صاحب لکھتے ہیں: اور سیدنا مقدام بن معدیکرب نے سارا مال اپنے ساتھیوں میں "وہیں" بانٹ دیا، حالانکہ اس روایت میں "وہیں" بانٹنے کی کوئی بات نہیں بلکہ اگلے جملے اس کے مخالف ہیں، کیونکہ وہاں ہے کہ اس بات کی خبر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی یعنی انہوں نے وہاں تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی گئی تھی۔ اگر اس جگہ تقسیم کیا ہوتا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود دیکھ لیتے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا "وہیں" لکھنا جھوٹ ہے۔

کتمانِ حق: اس روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں اور ان کے بیٹے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا۔ قارئین غور کریں! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام بن معدیکرب کے بیٹے کا حصہ مقرر کر دیا، اس کا وظیفہ لگا دیا اور دو سو والوں میں شامل کیا چونکہ اب بنو امیہ سے لینے کی بات تھی تو مرزا صاحب اس جملے کو چھپا کر کتمانِ علم والی تمام آیات اور احادیث کے مستحق بن گے۔

مسند احمد کی حدیث: یہ بھی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، کیونکہ بقیہ بن ولید مدلس ہے اور تدلیسِ تسویہ کرتا۔ اگر چہ اس سند میں انھوں نے اپنے استاد بحیر سے سننے کی وضاحت کر دی ہے، لیکن آگے بحیر کے خالد بن معدان سے سننے کی صراحت موجود نہیں۔ جبکہ تدلیس تسویہ والے راوی کے بعد آخر سند تک سماع کی صراحت کا ہونا اس حدیث کی صحت کے لیے ضروری ہے، جیسا کہ 7 حوالہ جات سے یہ بات سابقہ روایت کی تحقیق میں گزر چکی ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بعینہٖ اسی سند "بقية بن وليد ثنا بحير بن سعد عن خالد بن معدان" کے بارے میں لکھتے ہیں:

بقیہ نے اس سند میں اپنے سماع کی صراحت کر کے اپنی تدلیس سے تو بے خوف کر دیا، لیکن "بحير عن خالد" میں ابھی غور کیا جائے گا اور حدیث کی صحت کے لیے ان کے سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی، اگر مکمل سند میں سماع کی صراحت مل گئی تو روایت صحیح ہوگی ورنہ ضعیف ہوگی کیونکہ بقیہ تدلیسِ تسویہ کا مرتکب تھا۔ [اتحاف المهره لابن حجر: 233/13]

پس ثابت ہوا کہ بقیہ کا صرف اپنے سماع کی صراحت کرنا کافی نہیں بلکہ پوری سند میں سماع کی صراحت کرنا ضروری ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک اور حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: محدثین نے بقیہ پر تدلیس تسویہ کا عیب لگایا ہے، لیکن اس سند میں انہوں نے اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے سماع کی صراحت کررکھی ہے، لہٰذا تدلیس کا شک دور ہوگیا۔ [نتائج الأفكار لابن حجر: 367/2]

اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ کی تدلیس تسویہ کا شبہ تب ہی دور ہوگا جب وہ پوری سند میں سماع کی صراحت کرے گا، ورنہ نہیں اور اس سند میں چونکہ اس نے بحیر راوی کے اپنے شیخ خالد بن معدان سے سننے کی صراحت نہیں کی، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

نوٹ: ابوداؤد اور مسند احمد والی ان دونوں روایات کو شیخ شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ نے اسی بقیہ بن ولید کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [مسند أحمد بتحقيق شعيب ارنؤوط]

نیز اس ضعیف روایت کے مقابلے میں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح ثابت ہے کہ آپ درندوں کی کھالوں کو استعمال کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔ [المعجم الكبير طبراني: 373/19 قال الالباني صحيح] لیکن افسوس! وہ صحیح روایت مرزا صاحب چھپا گئے اور فتنہ پروری کے لیے ضعیف حدیث کا ڈھنڈورا پیٹنے لگے۔

مسند احمد کی دوسری حدیث: (۱) یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ بذاتِ خود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ بن احمد نے کہا کہ حسین بن واقد اور ابوالمنیب کی ابن بریدہ سے روایات کس قدر منکر ہیں۔ [العلل و معرفة الرجال: 85/1]

عقیلی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی روایات کو منکر کہا ہے۔

امام میمونی کہتے ہیں کہ حسین بن واقد کی کچھ منکر چیزیں ہیں، یعنی کچھ منکر روایات ہیں۔

قارئین! ایک راوی اگرچہ ثقہ بھی ہو لیکن اگر محدثین اس کی خاص اساتذہ سے روایت کو ضعیف قرار دے دیں تو اس استاد سے اس کی روایت ضعیف ہی قرار پاتی ہے۔ محدثین نے اس اُصول پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں: مثلاً: الثقات الذين ضعفوا في بعض شيوخهم۔

تو جب حسین بن واقد کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ حسین بن واقد کی ابن بریدہ سے روایت منکر ہوتی ہے تو اس روایت کے منکر ہونے میں اب کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔

(۲) مرزا جہلمی صاحب اور [اسلام: 360 ایپ] والے نے اس روایت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے۔

سطر نمبر ۳: خط کشیدہ عبارت مرزا صاحب کی تحریف کا نتیجہ ہے۔ ''میرے والد کو پکڑا دیا تو انہوں (سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا'': اصل عربی عبارت جو حدیث میں موجود ہے وہ اس طرح ہے: ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي ثُمَّ قَالَ ۔ ترجمہ: (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن) پھر میرے باپ کو پکڑایا، پھر انہوں (سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہاں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے کام بیان کیے جارہے ہیں کہ انہوں نے پیا، پھر انہوں نے وہ برتن میرے باپ کو پکڑایا، پھر انہوں نے ہی فرمایا۔

دراصل یہ جملہ عربی گرامر اور محاورے کے اعتبار سے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے، لیکن مرزا جہلمی صاحب نے بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حدیث کا ترجمہ بدل کر ان کی توہین کرنے کا شغل جاری رکھا۔

سطر نمبر ۳: مرزا صاحب نے لکھا: ''جب سے اِس مشروب کو'' اور ''کبھی اِسے نوش نہیں کیا۔'' ان دونوں جملوں میں لفظ ''اِس'' کے نیچے اور ''اِسے'' کے نیچے زیر ڈال کر بھی مرزا صاحب نے ترجمہ و مفہوم بدلنے کی کوشش کی۔ حالانکہ عربی عبارت میں لفظ ہے: مُنْذُ حَرَّمَهُ ۔ ترجمہ: جب سے اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، مَا شَرِبْتُهُ ۔ میں نے اُسے نہیں پیا۔ یہ مرزا جہلمی صاحب کی صحابہ دشمنی کا کرشمہ ہے کہ ''ہ'' ضمیر غائب کا ترجمہ بھی ''اِسے'' (یعنی حاضر کا) کر دیا ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ مرزا صاحب کو عربی گرائمر میں کتنا عبور حاصل ہے۔

اصل عربی متن اور حدیث کا ترجمہ یہ ہے: پھر ہمارے پاس مشروب لایا گیا، پس سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا پھر انہوں (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) نے وہ مشروب میرے باپ کو پکڑایا، پھر انہوں (سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب سے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے تب سے میں نے اسے کبھی نہیں پیا۔

قارئین غور فرمائیں! سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو شراب کے پینے کی نفی کر رہے ہیں، لیکن مرزا صاحب تحریف کے یہودی ہتھکنڈے استعمال کر کے انھیں شرابی ثابت کرنے پر تلے ہوئے

ہیں۔العیاذ باللہ

نیز مرزا صاحب! صحابی رسول ﷺ سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اگر شراب پی جا رہی ہوتی تو کیا وہ خاموش رہتے؟ اور کیا اس دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا پینا جائز ہے جہاں سرِ عام شراب پی جا رہی ہو؟ اور کیا نعوذ باللہ صحابہ کرام کی دینی غیرت و حمیت ختم ہو چکی تھی! ان میں سے کوئی بھی حق کا علمبردار نہیں تھا جو اس منکر کے خلاف آواز اٹھاتا۔ تف ہے آپ کی ایسی سوچ پر۔

کیا سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہم نے ایک شرابی سے صلح کر کے اپنی خلافت خود ہی ان کے حوالے کر دی تھی؟

کیا 20 سال تک کسی ایک صحابی اور تابعی نے بھی ان کو اس غلط کام سے کبھی نہ روکا؟

مرزا صاحب! یہ سب آپ کی ہفوات ہیں جو حدیث میں تحریف کر کے آپ ایک عظیم جنتی صحابی پر طعن کرنے کی لاحاصل کوشش کر رہے ہیں۔

درحقیقت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس الزام سے بری ہیں، والحمدللہ! روایت کے آخری جملے صاف بتا رہے ہیں کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت دودھ ہی پیا تھا اور وہ دودھ ہی کی تعریف کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس روایت پر "باب ما جاء فی اللبن" یعنی "دودھ کا بیان" والا باب باندھا ہے۔ مرزا صاحب! اس جگہ فہمِ سلف اور فہمِ محدثین آپ کو قابلِ قبول کیوں نہیں؟ کیونکہ وہ آپ کے باطل نظریات کے برعکس ہے۔

نوٹ: سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ وضاحت کیوں کی اور یہ جملے کیوں بولے؟

مذکورہ روایت کے درمیان سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ وضاحت جو کی ہے کہ میں نے آج تک اُسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے، اس وضاحت میں جس چیز کے نہ پینے کی بات ہو رہی ہے وہ شراب ہی ہے، کیونکہ اسے ہی رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا تھا۔ اور لفظ "مَا شَرِبْتُه" اور "مُنْذُ حَرَّمَهُ" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع محذوف ہے اور وہ "خمر" ہے۔ اہلِ عرب کبھی کبھی ضمیر بغیر مرجع کے بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اس کو بلاغت میں "الاضمار فی مقام الاظهار" کہتے ہیں، یعنی جس ضمیر کا مرجع معلوم ہو اس اور اس کو ظاہر کرنا ہو لیکن مرجع کو بعض مقاصد کے تحت حذف کر دینا۔ اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں ضمیر کے مرجع "خمر" کو حذف کر دیا۔ مقصد اس کی قباحت اور شناعت کو بیان کرنا تھا۔ یعنی ان کو شراب سے اتنی نفرت تھی کہ آپ نے اس کا نام تک لینا گوارہ نہیں کیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب سے نفرت کا اظہار کر کے دودھ کی تعریف کرنا اور اسے اپنا پسندیدہ مشروب قرار دینا تو ان کی فضیلت کو ظاہر کر رہا ہے جناب! لیکن افسوس رافضی عینک نے آپ کی آنکھیں چندھیا رکھی ہیں اور فضیلت کو بھی ان کی تنقیص بنا دیا۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک وضاحت کی ہے کہ قبل از اسلام بھی ان کے نزدیک دودھ ہی سب سے پسندیدہ مشروب تھا، اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، اس دور میں بھی وہ بلکہ اس کے بجائے وہ تو دودھ ہی پیا کرتے تھے۔ تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی انہیں دودھ ہی پسند تھا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ زمانۂ اسلام میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے اور نبی ﷺ کے اسے حرام قرار دینے کے باوجود وہ شراب پیتے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔ جب ان کو پسند ہی دودھ تھا تو یقیناً وہ اسے ہی پیتے تھے۔

قارئین کرام! یہ ہے مرزا صاحب کا صحیح الاسناد 72 احادیث والا پمفلٹ اور اس میں موجود من گھڑت استدلالات کی حقیقت! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض اور عداوت نے مرزا صاحب کو عقلی طور پر اپاہج کر دیا ہے۔

«فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے»

D چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی ؓ کے فضائل کا بیان اور اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟ 16

32 جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو حمزہ انصاری تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا زید بن ارقم ؓ کو سنا کہ وہ فرمایا کرتے: ''پہلا شخص جو اسلام لایا وہ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ تھے۔'' سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: ''پہلا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حرم میں باجماعت) نماز ادا کی وہ سیدنا علی ؓ تھے۔'' سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: ''بے شک پہلا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام قبول کیا وہ سیدنا علی ؓ تھے۔'' المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: ''بے شک پہلا شخص جو اسلام لایا وہ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ تھے۔'' المُستدرک للحاکم کی روایت میں ہے: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی بھی اور شخصیت کیلئے (احادیث مبارکہ میں) اتنے زیادہ فضائل نہیں آئے ہیں جتنے کہ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کیلئے آئے ہیں۔''

[جامع ترمذی : 3735 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

[سُنن نسائی الکبریٰ : 8391 اور 8392 ، قال الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری فی خصائص علی : اسنادہ صحیح]

[المُستدرک للحاکم : 4663 ، قال الامام حاکم و الذهبی : اسنادہ صحیح ، المُستدرک للحاکم : 4572 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

33 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا یزید بن حیان تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ تابعی رحمہ اللہ اور عمر بن مسلم تابعی رحمہ اللہ ، سیدنا زید بن ارقم ؓ سے ملنے گئے۔ جب ہم اُنکے پاس جا بیٹھے تو حصین نے اُنہیں مخاطب کرکے عرض کی: ''اے زید ؓ! آپ نے تو بہت زیادہ خیر پائی ہے، رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے، آپ ﷺ کے فرامین سنے ہیں، آپ ﷺ کے ساتھ غزوات (جہاد) میں شرکت کی اور آپ ﷺ کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھیں۔ اے زید ؓ! واقعی آپ نے بہت بھلائی حاصل کی ہے تو اب ہمیں وہ احادیث بھی تو سنایئے جو آپ ؓ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سماعت فرمائی تھیں۔'' سیدنا زید بن ارقم ؓ نے فرمایا: ''بیٹا! اللہ تعالیٰ کی قسم میری عمر بہت زیادہ ہو چکی ہے اور کافی عرصہ بیت گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کچھ باتیں تو میں بھول چکا ہوں، لہٰذا جو بیان کروں اُسی پر اکتفا کرنا اور جو نہ بتا سکوں تو اُسکے لئے مجھے مجبور نہ کرنا۔'' پھر سیدنا زید بن ارقم ؓ فرمانے لگے: ''ایک روز رسول اللہ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان خُم نامی ایک گاؤں میں پانی کے تالاب کے پاس (حجۃ الوداع سے واپسی پر 18 ذوالحجہ 10 ہجری میں اپنی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل) ہمیں خطبہ ارشاد فرمانے کیلئے کھڑے ہوئے، چنانچہ آپ ﷺ نے (اللہ تعالیٰ کی) حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ جلد ہی میرے رب کا قاصد (یعنی موت کا فرشتہ) آئے اور میں اُسے لبیک کہہ دوں (یعنی اس دُنیا سے رخصت ہو جاؤں)۔ میں (اپنے بعد) تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، (اُن میں سے) پہلی تو اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن حکیم) ہے جس میں سامانِ ہدایت اور نور ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھام لو اور مضبوطی سے پکڑ لو۔'' پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھامنے کی خوب ترغیب دلائی، پھر فرمایا: ''اور (دوسری گراں قدر چیز) میرے اہلِ بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں، (یعنی میرے بعد اُنکے ساتھ میری نسبت کی وجہ سے حسن سلوک کرنا)۔ حصین تابعی رحمہ اللہ نے سیدنا زید بن ارقم ؓ سے عرض کی: ''آپ ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں شامل نہیں ہیں؟'' (سیدنا زید بن ارقم ؓ نے) فرمایا: ''آپ ﷺ کی بیویاں (بھی) آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے ہیں، لیکن (اس حدیث میں) آپ ﷺ کے اہلِ بیت سے مراد (صرف) وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) صدقہ (کھانا) حرام کر دیا گیا ہے۔'' (حصین تابعی رحمہ اللہ نے) پوچھا وہ کون سے لوگ مراد ہیں؟ (سیدنا زید بن ارقم ؓ نے) فرمایا: ''وہ ہیں: آلِ علی ؓ، آلِ عقیل ؓ، آلِ جعفر ؓ اور آلِ عباس ؓ۔'' (حصین تابعی نے) پوچھا: ''کیا اُن سب پر ہی صدقہ حرام ہے؟'' (سیدنا زید ؓ نے) فرمایا: ''ہاں۔'' صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا زید بن ارقم ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! میں (اپنے بعد) تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، (اُن میں سے) پہلی تو اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن حکیم) ہے جو اللہ تعالیٰ کی رسّی ہے، جو اسکی پیروی کرے گا، ہدایت پر قائم رہے گا، اور جو اُسے چھوڑ دے گا، وہ گمراہی میں جا پڑے گا۔'' اور اسی حدیث میں ہے کہ تابعین نے جب پوچھا کہ آپ ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اُن میں ہیں؟ (تو سیدنا زید بن ارقم ؓ نے) فرمایا: ''نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! بیوی تو ایک لمبا عرصہ مرد کے ساتھ رہتی ہے، پھر وہ (خاوند) اُسے طلاق دے دیتا ہے، تو وہ اپنے میکے اور خاندان میں لوٹ جاتی ہے۔ (آپ ﷺ کے) اہلِ بیت تو آپ ﷺ کا اصل خاندان اور ددھیال والے رشتہ دار ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ حرام تھا۔'' السُنّۃ لابن ابی عاصم کی حدیث میں ہے: سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام خُم میں سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے، خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے؟'' سب نے عرض کیا: ''کیوں نہیں! (ہم گواہی دیتے ہیں)'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات کی بھی گواہی نہیں دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ تمہاری اپنی جان سے بڑھ کر تم پر حق رکھتے ہیں؟'' تمام صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: ''کیوں نہیں! (ہم گواہی دیتے ہیں)'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ تمہیں سب سے بڑھ کر محبوب ہیں؟'' تمام صحابہ ؓ نے عرض کیا: ''کیوں نہیں! (بیشک ایسا ہی ہے)۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو پھر (سن لو کہ) جس کا مولا (ولی محبوب) میں ہوں تو اُس کا مولا (ولی محبوب) یہ (علی ؓ) بھی ہے۔''

17 سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے (جنگ صفین کے موقعہ پر) لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں اکٹھا کیا اور پھر اُن سے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ہر اُس شخص سے پوچھتا ہوں کہ جس نے غدیرِ خُم میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا تھا؟'' اُس موقع پر کئی صحابہ کرام ؓ اُٹھ کھڑے ہوئے، جنہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیرِ خُم کے دن فرمایا تھا کہ تم جانتے ہو کہ میں مومنین پر اُن کی ذات سے بڑھ کر حق رکھتا ہوں، یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کا ہاتھ تھامے کھڑے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کا مولا (ولی محبوب) میں ہوں اُس کا مولا (ولی محبوب) علی ؓ ہے، اے اللہ تعالیٰ جو اس (سیدنا علی ؓ) سے محبت رکھے تُو بھی اُس سے محبت فرما اور جو بھی اس (سیدنا علی ؓ) سے دشمنی رکھے تُو بھی اُس سے دشمنی کر۔'' سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں (یہ گفتگو سن کر) وہاں سے نکلا تو میرے دل میں اس (گفتگو) کے بارے کچھ (شک باقی) تھا، چنانچہ میں سیدنا زید بن ارقم ؓ سے (جو سابقون الاولون صحابہ ؓ میں سے تھے) ملا اور اُنہیں ساری بات اور اشکال سنایا تو اُنہوں نے فرمایا: ''تمہیں کس بات پر شک ہے؟ یہ سب کچھ تو خود میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سُن رکھا ہے۔'' جامع ترمذی کی حدیث میں ہے کہ سیدنا زید بن ارقم ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کا مولا (ولی محبوب) میں ہوں اُسی کا مولا (ولی محبوب) علی ؓ ہے۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ ؓ (جنھوں نے صحابہ کرام ؓ میں سب سے آخر میں 110 ہجری میں وفات پائی) بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں اکٹھا کیا اور پھر اُن سے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ہر اُس شخص سے پوچھتا ہوں کہ جس نے غدیرِ خُم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سُنا، تو وہ اُٹھ کر بتائے۔ اس پر 30 افراد اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے گواہی دی (پھر آگے اس حدیث میں بھی آخر تک وہی الفاظ ہیں جو اوپر سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں گزر چکے ہیں) المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا زید بن ارقم ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن حکیم) اور میرے اہلِ بیت۔ اور یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہوں گے (اور ہمیشہ اکٹھے رہیں گے) حتیٰ کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس آ جائیں گے۔'' المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوذر غفاری ؓ کے غلام سیدنا ابو ثابت تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں جنگ جمل میں سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کے ساتھیوں میں تھا، اور جب میں نے اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو (اپنے مدمقابل) دیکھا تو میرے دل میں وہی بات آئی جو لوگوں کو آیا کرتی ہے (یعنی وسوسہ اور شک پیدا ہوا) پھر اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر کے وقت وہ (شک) مجھ سے دُور فرما دیا۔ چنانچہ میں (شرح صدر کے ساتھ) امیر المومنین (سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ) کی طرف سے لڑا، پھر فارغ ہوا تو میں مدینہ منورہ میں اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں کھانے پینے (کی غرض سے) حاضر نہیں ہوا، بلکہ میرا تعارف یہ ہے کہ میں سیدنا ابوذر غفاری ؓ کا غلام ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا: ''خوش آمدید'' پھر میں نے اپنا سارا قصہ اُنہیں سنایا تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''جب لوگ اپنی اپنی رائے کی پیروی کر رہے تھے تو اُس وقت تمہارا کیا موقف تھا؟'' میں نے عرض کیا: ''سورج ڈھلنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شک و شبہ زائل فرما دیا تو میں نے وہی (موقف اختیار) کیا (یعنی سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کا ساتھ دیا)۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تم نے بہت ہی اچھا کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان خود سنا: ''(سیدنا) علی ؓ قرآن کے ساتھ اور قرآن (سیدنا) علی ؓ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہونگے (اور ہمیشہ اکٹھے رہیں گے) حتیٰ کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس آ جائیں گے۔''

[صحیح مُسلم : 6225 اور 6228 ، السُنّۃ لابن ابی عاصم : 1158 ، سُنن نسائی الکبریٰ : 8478 ، جامع ترمذی : 3713 ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

[السلسلۃ الصحیحۃ : 1750 اور 2223 ، مُسند احمد : 19517 (جلد - 8 ، صفحہ - 411) ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی و الشیخ الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

[المُستدرک للحاکم : 4711 اور 4628 ، قال الامام حاکم والامام الذهبی : اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مُسلم]

34 صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو حازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا سہل بن سعد الساعدی ؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر صحابہ کرام ؓ سے ارشاد فرمایا: ''کل میں (لشکر کی قیادت کا) جھنڈا اُس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ بھی اُس سے محبت فرماتے ہیں۔'' چنانچہ ساری رات صحابہ کرام ؓ اسی پر تردد کرتے رہے کہ اُن میں سے کس (خوش نصیب) کو وہ جھنڈا ملے گا، اور صبح کے وقت سبھی پُرامید تھے (کہ جھنڈا انہیں ملے گا) تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''علی (ؓ) کہاں ہے؟'' آپ ﷺ کو عرض کی گئی کہ اُن (سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ) کی آنکھیں دُکھتی ہیں، آپ ﷺ نے (بلوا کر) اُن کی دونوں آنکھوں میں (اپنا) لعابِ دہن (مبارک) ڈالا اور اُن کیلئے دُعا فرمائی۔ پس وہ یوں اچھے بھلے ہو گئے گویا کبھی بیمار ہی نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی ؓ کو جھنڈا دیا۔ اس پر سیدنا علی ؓ نے پوچھا: ''کیا میں اُن (دشمن) سے اُس وقت تک لڑائی کرتا رہوں جب تک وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آرام سے چلتے رہو یہاں تک کہ تم اُن کے قریب پہنچ جاؤ، پھر تم اُن کو اسلام کی دعوت دینا اور اُنہیں بتانا کہ (مسلمان ہونے سے) اُن پر کیا فرض ہوگا، اللہ تعالیٰ کی قسم! (اے علی!) اگر تمہاری (دعوت و محنت کی) وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ بات تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگی۔'' صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: ''آج میں یہ جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔'' سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس پر سیدنا عمر بن خطاب ؓ فرماتے تھے کہ (زندگی میں) صرف اُسی دن مجھے قیادت کی تمنا ہوئی (کہ جھنڈا مجھے ملے اور میں اُس بشارت کا مصداق بن جاؤں) ساری رات میں نے اسی اُمید میں گزاری کہ مجھے (اُس قیادت کے لئے) بلایا

D۔ چوتھے خلیفہ راشد سیّدنا علی ؓ کے فضائل کا بیان اور ان پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟

حدیث نمبر 32: مرزا جہلمی صاحب اس مقام پر بھی **حق بات چھپا کر** اپنے ہی پمفلٹ کی پہلی آیت اور پہلی حدیث کی رُو سے اپنے اُوپر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت کے حق دار بن گئے۔ مثلاً: جامع ترمذی کی حدیث کے آگے متن میں اس کی تردید موجود ہے کہ راوی عمرو بن مرہ نے ابو حمزہ تابعی رحمہ اللہ سے یہ بات سن کر ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے بیان کی تو انہوں نے ابو حمزہ رحمہ اللہ کی اس بات کا انکار کیا اور واضح طور پر فرمایا کہ سب سے پہلے اسلام تو سیّدنا ابو بکر صدیق ؓ لائے تھے۔

قارئین! جب ایک ہی روایت، ایک ہی متن، ایک ہی جگہ پر ایک بات کی تردید کر کے اس کی تصحیح کر دی گئی ہے، تو پھر مرزا جہلمی صاحب کا اس تصحیح کو چھپا کر صرف غلطی کو بیان کرنا، روافض کو راضی اور خوش کرنا ہی ہے۔ یہ روایات چھپانا نہیں تو اور کیا ہے؟ علمائے حق کو احادیث چھپانے کا طعنہ دینے والے مرزا صاحب اپنے بارے میں کیا کہیں گے۔ (لزام ہمیں دیتے ہو قصور اپنا نکل آیا)

اور دکھ تو یہ ہے کہ خود ہی اپنے ''رافضیت و ناصبیت'' والے 2015ء کے پمفلٹ میں **ترمذی** کی اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا صاحب نے بذاتِ خود بریکٹ لگا کر وضاحت کی تھی کہ پہلا شخص جس نے (بچپن میں) اسلام قبول کیا، وہ سیدنا علی ؓ ہیں یعنی ابو بکر ؓ مردوں میں پہلے ہیں اور علی ؓ بچوں میں پہلے تھے اور اس پمفلٹ میں بچپن والا لفظ بھی غائب کر دیا اور آگے والی تصحیح بھی چھپا لی۔ افسوس کہ روافض کی محبت نے یہ گل کھلایا کہ سیّدنا ابو بکر ؓ سے دشمنی اور احادیث کا مفہوم بگاڑنا بھی معیوب نہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یا للعجب!

قارئین! حقیقتِ حال یہ ہے کہ سیّدنا علی ؓ بچوں میں پہلے مسلمان تھے اور سیّدنا ابو بکر ؓ مردوں میں پہلے مسلمان تھے مرزا جہلمی صاحب نے اگرچہ اپنے پرانے پمفلٹوں میں اس حقیقت کا اقرار بھی کیا تھا، لیکن پھر کس کی خوشنودی کے لیے اس کو یہاں سے حذف کر دیا؟

جبکہ صحیح بخاری میں واضح الفاظ ہیں: سیّدنا عمار بن یاسر ؓ جو کہ سیدنا علی ؓ کے بہت بڑے حامی اور سپاہی تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو تب سے دیکھا ہے جب آپ پر ایمان لانے والے ابھی صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور سیّدنا ابو بکر ؓ تھے۔ [بخاری: 3660] یعنی سیّدنا عمار ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ پر آزاد مردوں میں سے سب

سے پہلے ایمان لانے والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اگر اس وقت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایمان لائے ہوتے تو آپ انکا تذکرہ بھی ضرور کرتے۔

اور ترمذی ہی میں موجود ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں سب سے پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ یعنی وہ استفہامِ اثباتی کر رہے ہیں کہ میں ہی تو ہوں جو سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ [ترمذي: 3667] اور اس روایت کے تحت شارحِ ترمذی علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جمہور آئمہ ومحدثین کا اجماع ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔ [تحفة الاحوذي، رقم: 3667] فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل میں تو یہاں تک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا گیا کہ وہ (ابوبکر) سب سے پہلے مسلمان ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش ہوکر اس بات کی تصدیق اور تائید کی۔ [فضائل صحابة:133/1]

☆ مذکورہ بالا دلائل، محدثین کے اجماع، اور مرزا جہلمی صاحب کے پرانے پمفلٹ کی روشنی میں یہ حقیقت آشکار ہوگئی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور بچوں میں سب سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ۔ لیکن مرزا صاحب کا اس مسئلے کو بغیر اس وضاحت کے نقل کرنا بلکہ پرانے پمفلٹ میں ہی لکھی تحریر سے انحراف کرنا صحابہ دشمنی اور روافض پسندی کا بیّن ثبوت ہے۔

سنن نسائی الکبریٰ کی حدیث: اس میں بھی وہی راوی ہیں جنکی تردید وتصحیح جامع ترمذی میں گزر چکی ہے اور اگلی روایت میں بھی اسکی وضاحت آرہی ہے۔ لہذا اس روایت کا بھی مفہوم یہی ہوگا کہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے اور نماز ادا کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

مستدرک حاکم کی حدیث: قارئین! مرزا جہلمی صاحب نے یہ روایت بیان کرنے میں بھی خیانت کی اور یہودیانہ روش کا مظاہرہ کیا۔ کیونکہ امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی یہ بات نقل کرنے کے فوراً بعد ہی دوٹوک الفاظ میں یہ وضاحت لکھی ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ لیکن مرزا جہلمی صاحب اسے بھی شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے، کیونکہ پڑوسیوں سے محبت اس وضاحت کے اظہار میں مانع ہے۔

حدیث نمبر 33: مرزا صاحب فضائل علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں ازواج مطہرات کی فضیلت کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔

معزز قارئین! اس کے تحت مرزا صاحب نے صحیح مسلم کی دو احادیث ایک ہی صحابی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہیں جو کہ مرزا صاحب کی غلط بریکٹوں کی وجہ سے بظاہر ایک دوسرے سے متعارض نظر آرہی ہیں کیونکہ **پہلی حدیث** میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطرات کو اہلِ بیت میں شامل کیا ہے اور دوسری روایت میں بظاہر ان کو اہلِ بیت میں شامل نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے ان دونوں روایات کو نقل کر کے ان کا کوئی حل پیش نہیں کیا بلکہ الٹا **بریکٹیں لگا کر حدیث کا مفہوم بگاڑنے کی کوشش کی ہے**، جس کی وجہ سے ہر پڑھنے والا تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے اور خود سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر بھی سوال اٹھتا ہے کہ پہلی حدیث میں کچھ کہہ رہے ہیں اور دوسری حدیث میں کچھ! حالانکہ اگر تھوڑا سا غور کریں تو بات بالکل واضح ہے، سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اہلِ بیت میں شامل سمجھتے تھے اور تمام فضائل میں جو اہلِ بیت کے ساتھ خاص ہیں ازواجِ مطہرات کو شریک سمجھتے تھے۔

صحیح مسلم کی پہلی حدیث میں سوال یہ تھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہلِ بیت میں شامل نہیں؟ یعنی اہلِ بیت میں شمولیت کا سوال تھا تو سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہلِ بیت میں سے ہیں لیکن اہلِ بیت صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ اہلِ بیت وہ تمام افراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

(یاد رہے ازواجِ مطہرات پر بھی صدقہ حرام تھا۔ [مصنف ابن ابي شيبة: 10708,36528] جس میں آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس بھی شامل ہیں۔

اور صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں سائل کا سوال یہ تھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی اہلِ بیت ہیں؟ یعنی سائل یہ سمجھنا چاہتا تھا کیا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی اہلِ بیت ہیں یا کوئی اور بھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی اہلِ بیت نہیں بلکہ وہ تمام افراد بھی اہلِ بیت ہیں جو آپ کے خاندان سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ددھیال رشتہ دار جن پر صدقہ حرام ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے پہلی حدیث میں اہلِ بیت میں بیویوں کے شامل ہونے کا سوال تھا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں وہ شامل ہیں اور دوسری حدیث میں سوال یہ تھا کہ کیا صرف بیویاں ہی اہلِ بیت ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں صرف بیویاں نہیں بلکہ آپکا خاندان اور وہ ددھیال رشتہ دار جن پر صدقہ حرام ہے وہ بھی اہلِ بیت ہیں۔

نوٹ: پہلی حدیث 14 نمبر لائن میں مرزا صاحب نے **دو بریکٹیں لگائیں**، (لیکن اس حدیث میں) آپ نے اہلِ بیت سے مراد (صرف) ہیں۔ جبکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ تھا لیکن آپ کے

اہلِ بیت سے مراد وہ (بھی) ہیں۔ اور دوسری حدیث میں لائن نمبر 4 میں بھی ترجمہ غلط کیا ہے ''کیا (صرف) آپ ﷺ کی بیویاں اہلِ بیت ہیں؟

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اہلِ بیت میں شامل ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے:

ا۔فرشتوں نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اہلِ بیت کہا۔[ہود:73]

۲۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کو ان کے اہل میں شامل کیا۔[طٰہٰ:10،قصص:29]

۳۔اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو اہلِ بیت کہا ہے۔[الاحزاب:33]

۴۔اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی بیوی کو ان کا اہل کہا ہے۔[الانبیاء:84]

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا اہلِ بیت میں شامل ہونے کا حدیث سے ثبوت:

ا۔نبی ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کو الگ الگ اہل بیت کہا ہے۔[بخاری:4793]

۲۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہلِ بیت کہا۔[مسلم: 5172]

۳۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور حدیث میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت کہا۔[ابو داؤد:1346]

۴۔نبی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا اہل بیت کہا۔[بخاری:4141.2661]

۵۔سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی بیویاں اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ [مسلم :6225]

السنة لابن ابی عاصم کی حدیث: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ''علی مولیٰ'' یا ''مولیٰ علی'' کہنے کے حوالے سے چند باتیں ذہن نشین رکھیں:

(ا) نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مولیٰ بطورِ لقب نہیں بلکہ بطورِ خبر کہا تھا، لہٰذا اس کو اب بطورِ لقب وصفت استعمال کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی 'فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ' یا ''بضعة فاطمة'' کہے۔ کیونکہ جس طرح نبی ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذا عَلِيٌّ مَوْلَاه کہہ کر خبر دی ہے، اسی طرح سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی آپ ﷺ نے: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي (فاطمہ میرا ٹکڑا ہے) کہہ کر خبر دی ہے [صحیح بخاری: 3729]۔ لہٰذا جس طرح کوئی عاقل عربی دان اس روایت سے ''فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ'' کا استدلال نہیں کرتا، اور نہ ہی یہ جملہ بولتا ہے اُسی طرح علی مولیٰ کا بھی استدلال نہیں کرتا۔

(۲) نبی ﷺ نے مولیٰ کا لفظ ضمیر کے ساتھ استعمال کیا ہے، یعنی مولاہ اس کو بغیر اسم یا ضمیر کے استعمال کرنا بھی عربی سے جہالت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں (انجینئر نہیں) کہ بغیر صلے کے اس کو ذکر کرنے سے اس کا نا کوئی معقول ترجمہ بنتا ہے اور نہ جملہ، مثلاً! علی مولیٰ کا معنی بنتا ہیں: ''علی دوست''۔ اب اس ترجمے میں ابہام ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کس کے دوست ہیں؟ جب تک اس کی وضاحت نہیں ہوگی تب تک یہ جملہ درست نہیں ہوگا، اور اس کی وضاحت بغیر صلے کے (یعنی دوسرے اسم یا ضمیر کو ملائے بغیر) ممکن ہی نہیں لہٰذا صرف اتنا لفظ ''علی مولیٰ'' عربی گرامر اور لغت دونوں کے اعتبار سے درست نہیں۔

اور یہی حال ''مولیٰ علی'' کا ہے۔ اس کا ترجمہ ہے: علی کا دوست یا علی دوست۔ اس جگہ بھی وہی سوال ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) کا دوست کون ہے؟ یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کس کے دوست ہیں؟ جب تک اس کی وضاحت کلام کے اندر نہ ہوگی تب تک یہ جملہ درست نہیں ہوگا، اور یہ وضاحت بغیر صلے کے صرف ''علی مولیٰ'' یا ''مولیٰ علی'' کہنے سے نہیں ہوسکتی۔

(۳) صحابہ و تابعین وائمہ ومحدثین چونکہ عربی دان تھے، عربی کے معانی ومفاہیم سمجھتے تھے، اس لیے اہلِ بیت اور صحابہ وتابعین وسلف صالحین میں سے کوئی بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ''علی مولیٰ'' یا ''مولیٰ علی'' کہہ کر نہیں پکارتا تھا، جبکہ تقریباً سب ہی صحابہ ومحدثین اس حدیث سے اچھی طرح واقف تھے۔ یہ اس بات کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ اگر یہ جملہ صحیح ہوتا تو سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن، سیدنا حسین اور باقی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھی اُن کو ضرور ''علی مولیٰ'' یا ''مولیٰ علی'' کہہ کر پکارتے۔ لیکن چونکہ وہ عربی جانتے تھے اور ان کو علم تھا کہ اس کا ترجمہ درست نہیں بنتا، اس لیے انھوں نے کبھی بھی ایسا نہیں کہا، اور انجینئر صاحب چونکہ عربی سے کورے ہیں اس لیے انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ جہاں ایک بدعت کو رواج دیا ہے، وہاں اپنی عربی دانی کا بھانڈا بھی پھوڑ دیا ہے۔ اکثر مرزا صاحب فہم سلف کی بات بھی کرتے ہیں ہمارا چیلنج ہے مرزا صاحب سلف صالحین صحابہ وتابعین ائمة ومحدثین فقہاء ومفسرین میں سے کسی ایک سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو علی مولا کہہ کر پکارنا ثابت کریں۔

(۴) یہ جملہ تو نبی ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی استعمال کیا: اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا، لیکن آپ نے بھی اُنھیں مولانا کہا ہے، صرف مولیٰ نہیں کہا۔

[مسند احمد: 7279]

تو کیا آج تک کسی صحابی "تابعی، محدث یا اہل علم نے مولیٰ زید" کہا ہے؟ نہیں کیونکہ وہ عربی جانتے ہیں لیکن مرزا جی چونکہ عربی نہیں جانتے اس لیے صرف ظاہری الفاظ دیکھ کر ہی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے خود کو بھی مولا کہا ہے لہٰذا اگر علی رضی اللہ عنہ کو مولا کہنا جائز ہے تو نبی ﷺ کو بالاولیٰ مولا کہنا جائز ہوتا لیکن سلف صالحین نے کبھی مولا نبی نہیں کہا ،ثابت ہوا کہ یہ جملہ ہی غلط ہے اور ایسا کہنا جہالت ہے۔

سنن نسائی الکبریٰ کی حدیث: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دلی دوست ہونے میں اختلاف نہیں، اصل اختلاف "مولیٰ علی" کہنے میں ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ یقیناً ہمارے دلی دوست ہی ہیں، لیکن یہ "علی مولا" یا "مولا علی" والا جملہ کہنا نہ اہلِ بیت سے ثابت ہے اور نہ سلف میں کسی سے ثابت ہے اور نہ عربی گرامر و لغت کے اعتبار سے صحیح ہے، باقی اُن کی عظمت و رفعت کا اقرار کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

مستدرک حاکم کی حدیث: ان دونوں روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور یقیناً حق پر تھے، بلکہ زیادہ حق پر تھے، لیکن مدمقابل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی اپنے اجتہاد کے سبب حق پر تھے، جس کی وضاحت حدیث نمبر 21 کے تحت پہلے گزر چکی ہے۔

17 سنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (جنگ صفین کے موقعہ پر) لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں اکٹھا کیا اور پھر اُن سے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ہر اُس شخص سے پوچھتا ہوں کہ جس نے غدیر خُم میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا تھا؟" اس موقع پر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُٹھ کھڑے ہوئے، جنہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خُم کے دن فرمایا تھا کہ تم جانتے ہو کہ میں مومنین پر اُن کی ذات سے بڑھ کر حق رکھتا ہوں، یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھامے کھڑے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کا مولا (دلی محبوب) میں ہوں اُس کا مولا (دلی محبوب) علی رضی اللہ عنہ ہے، اے اللہ تعالیٰ جو اس (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے تُو بھی اُس سے محبت فرما اور جو بھی اس (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے دشمنی رکھے تُو بھی اُس سے دشمنی کر۔" سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں (یہ گفتگو سن کر) وہاں سے نکلا تو میرے دل میں اس (گفتگو) کے بارے کچھ (شک باقی) تھا، چنانچہ میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے (جو سابقون الاولون صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے) ملا اور اُنہیں ساری بات اور اشکال سنایا تو اُنہوں نے فرمایا: "تمہیں کس بات پر شک ہے؟ یہ سب کچھ تو خود میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سُن رکھا ہے۔" جامع ترمذی کی حدیث میں ہے کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کا مولا (دلی محبوب) میں ہوں اُس کا مولا (دلی محبوب) علی رضی اللہ عنہ ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں 110 ہجری میں وفات پائی) بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں اکٹھا کیا اور پھر اُن سے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ہر اُس شخص سے پوچھتا ہوں کہ جس نے غدیر خُم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سُنا، تو وہ اُٹھ کر بتائے۔ اس پر 30 افراد اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے گواہی دی (پھر آگے اس حدیث میں بھی آخر تک وہی الفاظ ہیں جو اوپر سنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں گزر چکے ہیں) المستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن حکیم) اور میرے اہل بیت۔ اور یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہوں گے (اور ہمیشہ اکٹھے رہیں گے) حتیٰ کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس آ جائیں گے۔" المستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام سیدنا ابوثابت تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "میں جنگ جمل میں سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں تھا، اور جب میں نے اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو (اپنے مدمقابل) دیکھا تو میرے دل میں وہی بات آئی جو لوگوں کو آیا کرتی ہے (یعنی وسوسہ اور شک پیدا ہوا) پھر اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر کے وقت وہ (شک) مجھ سے دُور فرما دیا۔ چنانچہ میں (شرح صدر کے ساتھ) امیر المومنین (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی طرف سے لڑا، پھر فارغ ہوا تو میں مدینہ منورہ میں اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں کھانے پینے (کی غرض سے) حاضر نہیں ہوا، بلکہ میرا تعارف یہ ہے کہ میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا: "خوش آمدید" پھر میں نے اپنا سارا قصہ اُنہیں سنایا تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب لوگ اپنی اپنی رائے کی پیروی کر رہے تھے تو اُس وقت تمہارا کیا موقف تھا؟" میں نے عرض کیا: "سورج ڈھلنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شک و شبہ زائل فرما دیا تو میں نے وہی (موقف اختیار) کیا (یعنی سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا)۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "تم نے بہت ہی اچھا کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان خود سنا: "(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ اور قرآن (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہوں گے (اور ہمیشہ اکٹھے رہیں گے) حتیٰ کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس آ جائیں گے۔"

[صحیح مُسلم: 6225 اور 6228، السنۃ لابن ابی عاصم: 1158، سُنن نسائی الکبریٰ: 8478، جامع ترمذی: 3713، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی: اسنادہ صحیح]
[السلسلۃ الصحیحۃ: 1750 اور 2223، مُسند احمد: 19517 (جلد - 8، صفحہ - 411)، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی و الشیخ الارنؤوط: اسنادہ صحیح]
[المستدرک للحاکم: 4711 اور 4628، قال الامام حاکم والامام الذھبی: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مُسلم]

34 صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوحازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: "کل میں (لشکر کی قیادت کا) جھنڈا اُس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ بھی اُس سے محبت فرماتے ہیں۔" چنانچہ ساری رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی پر تردد کرتے رہے کہ اُن میں سے کس (خوش نصیب) کو وہ جھنڈا ملے گا، اور صبح کے وقت سبھی پُراُمید تھے (کہ جھنڈا انہیں ملے گا) تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟" آپ ﷺ کو عرض کی گئی کہ اُن (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی آنکھیں دُکھتی ہیں، آپ ﷺ نے (بلوا کر) اُن کی دونوں آنکھوں میں (اپنا) لعاب دہن (مبارک) ڈالا اور ان کیلئے دُعا فرمائی۔ پس وہ یوں اچھے بھلے ہو گئے گویا کبھی بیمار ہی نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا میں اُن (دشمن) سے اُس وقت تک لڑائی کرتا رہوں جب تک وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آرام سے چلتے رہو یہاں تک کہ تم اُن کے قریب پہنچ جاؤ، پھر تم اُن کو اسلام کی دعوت دینا اور اُنہیں بتانا کہ (مسلمان ہونے سے) اُن پر کیا فرض ہوگا، اللہ تعالیٰ کی قسم! (اے علی!) اگر تمہاری (دعوت و محنت کی) وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ بات تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگی۔" صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: "آج میں یہ جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ (زندگی میں) صرف اُسی دن مجھے قیادت کی تمنا ہوئی (کہ جھنڈا مجھے ملے اور میں اُس بشارت کا مصداق بن جاؤں) ساری رات میں نے اسی اُمید میں گزاری کہ مجھے (اُس قیادت کے لئے) بلایا

18 جائے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور اُنہیں جھنڈا عطا کیا اور ارشاد فرمایا: "سیدھے روانہ ہو جاؤ اور یکسو رہنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرما دے۔" (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، تھوڑی دیر بعد رُکے اور واپس مُڑے بغیر بلند آواز سے پوچھا: "اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں کس مقصد کی خاطر لڑائی کروں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اُن سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، (اور جب وہ یہ گواہی دے دیں) تو پھر تیرے ہاتھوں سے اُن کی جانیں اور اموال محفوظ ہو گئے، سوائے قانونی جواز کے اور اُن کا (اُخروی) حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔"

[صحیح بُخاری: 3701، صحیح مُسلم: 6222 اور 6223]

35 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا مصعب بن سعد تابعی رحمہ اللہ اپنے والد (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (اپنے پیچھے) قائم مقام کے طور پر چھوڑا۔ اس پر انہوں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے (آپ ﷺ کی جدائی پہ اظہارِ افسوس کرتے ہوئے) پوچھا: "آپ ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟" تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(اے علی رضی اللہ عنہ!) کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تمہارا مجھ سے وہی رشتہ ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا؟" (یعنی جیسا کہ کوہِ طور پر جاتے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا قائم مقام بنایا تھا، ویسے ہی میں بھی تبوک پہ جاتے وقت تمہیں اپنا قائم مقام بنا کر جا رہا ہوں) صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے علی (رضی اللہ عنہ)! تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرا دل چاہا کہ میں براہِ راست یہ حدیث سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنوں، چنانچہ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُنہیں اسی طرح کی حدیث سنائی جو میں نے اُن کے بیٹے سیدنا عامر بن سعد تابعی رحمہ اللہ سے سنی تھی، (اس پر) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "(ہاں) میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) اسی طرح سنا تھا۔" نوٹ: وہ چونکہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا دورِ ملوکیت تھا اور بنواُمیہ کے منبروں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہ لعنت کرنے کی بدعت کا رواج عام تھا، جسکی تفصیل آگے حدیث نمبر: 37 سے 48 تک آ رہی ہے، تو ایسے حالات میں سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اتنی شان بیان کرنے والی حدیث کو ہضم کرنا انتہائی مشکل کام تھا، چنانچہ) سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر (دوبارہ تاکیداً) پوچھا "کیا واقعی آپ رضی اللہ عنہ نے خود (رسول اللہ ﷺ سے) سنا تھا؟" چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے (غصے کی حالت میں) اپنی دونوں اُنگلیاں اپنے کانوں پر رکھ کر فرمایا: "ہاں! ورنہ (اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو میرے) یہ دونوں کان ہی بہرے ہو جائیں۔"

[صحیح بُخاری: 4416، صحیح مُسلم: 6217 اور 6218]

36 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح (گھر سے) نکلے اور آپ ﷺ نے منقش سیاہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، اسی دوران سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں (اپنی چادر میں) داخل فرما لیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں بھی (اپنی چادر میں) داخل فرما لیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ ﷺ نے اُنہیں بھی (چادر میں) داخل فرما لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں بھی داخل فرما لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک اور صاف کر دے۔" : [سُورۃ الاحزاب: 33]

[صحیح مُسلم: 6261]

37 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی مت دو، کیونکہ تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کر دے تو بھی وہ اُن (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے مُد (یعنی تقریباً 600 گرام وزن کی گندم کو خیرات کرنے کے ثواب) کو نہیں پا سکتا بلکہ اُس کے آدھے کو بھی نہیں پا سکتا۔" صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ (اختلاف ہوا) تھا، تو (جذبات میں آ کر) سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُن (سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) کو گالی دی تو آپ ﷺ نے (سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے) ارشاد فرمایا: "تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی مت دو، کیونکہ اب تم (بعد میں اسلام لانے والوں) میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کر دے تو بھی وہ اُن (پہلے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کے مُد (یعنی تقریباً 600 گرام وزن کی گندم کو خیرات کرنے کے ثواب) کو نہیں پا سکتا بلکہ اُس کے آدھے کو بھی نہیں پا سکتا۔"

[صحیح بُخاری: 3673، صحیح مُسلم: 6488]

38 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مردہ لوگوں کو گالی مت دو کیونکہ وہ اپنے کیے ہوئے اعمال (کے انجام) تک پہنچ چکے ہیں۔" (یعنی اُنہوں نے جو اچھا یا برا اس دُنیا میں بویا، عالم برزخ میں اُسی کی جزا یا سزا کو کاٹ رہے ہیں) [صحیح بُخاری: 1393]

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ بالا مبارک فرمان پوری اُمت کیلئے یکساں ہے اور اس حکم سے کوئی ایک شخص بھی باہر نہیں ہے، چاہے وہ شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اسی ضمن میں صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مخزومیہ عورت (جسکا نام فاطمہ بنت اسود تھا) نے چوری کی تھی۔ اس واقعہ نے قریش کو فکرمند کر دیا تھا۔ اُنہوں نے مشورہ کیا کہ (اونچے گھرانے کی اُس چور عورت کو سزا سے بچانے کی خاطر) اُس سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کون سفارش کرے گا؟ چنانچہ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام تو صرف رسول اللہ ﷺ کے محبوب سیدنا اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی کر سکتے ہیں۔ جب اُسامہ

حدیث نمبر 34: بخاری و مسلم کی حدیث: ان میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُن کے فضائل کا منکر نہیں۔ والحمد للہ

حدیث نمبر 35: اس کے تحت مرزا جی نے ایک تابعی پر الزام تراشی کر کے ان کی توہین کی ہے۔

مرزا صاحب نے نوٹ لگا کر جہاں ایک تابعی پر الزام لگایا ہے اور وہاں اُن کی توہین بھی کی ہے، کیونکہ براہِ راست صحابی سے حدیث کی خواہش کرنا اور اس کی تصدیق کرنا اس بات کی دلیل کیسے بن گئی کہ سیّدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کو اتنی شان والی حدیث ہضم نہیں ہو رہی تھی اور بہت مشکل پیش آ رہی تھی، اس لیے انہوں نے بار بار سوال کیا۔ یہ صرف اور صرف مرزا صاحب کے غلیظ ذہن کی پراگندگی ہے اور کچھ نہیں کیونکہ سیدنا سعید رحمہ اللہ نے تو ایک حدیث تابعی سے سنی تھی اور اس کو بیان کرنے والے صحابی بھی زندہ تھے، انہوں نے وہ حدیث براہِ راست صحابی سے سننے کی خواہش کی اور تصدیق کر لی، اور بس۔ اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ ان کو وہ شان ہضم نہیں ہو رہی تھی؟ معاذ اللہ! کیا وہ تابعی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے؟ کیا وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ

کے گستاخ تھے؟ کیا انہوں نے کبھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت نہ سنی تھی؟

یہ تابعی تو حدیث سننے کے لیے صحابی کے پاس آئے تھے تابعی نے چونکہ وہ حدیث پہلے ایک تابعی سے سنی تھی اب وہ صحابی کی زبان سے ڈائریکٹ سننا چاہتے تھے اور تابعی اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس روایت کی تصدیق کرے۔ جبکہ [بخاري، رقم78] کے ترجمۃ الباب میں تو یہ ہے کہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ ایک صحابی کی روایت کو براہِ راست دوسرے صحابی سے سننے کے لیے مدینہ سے شام کی طرف سفر کر کے گئے اور سیّدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے صرف ایک حدیث سن کر واپس آ گئے۔ کیا ان کو بھی اس حدیث کے بارے میں شک تھا اور ان کو بھی وہ حدیث ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ نہیں نہیں اور نہیں، بلکہ صحابہ و تابعین اور آئمۂ محدثین تو روایت کی سند میں راویوں کی تعداد، یعنی واسطے کم کرنے کی خاطر تحویل سفر کر کے براہِ راست احادیث سننے کی کوشش کرتے تھے۔ اور ان کا بار بار سوال کرنا بھی اسی بات کی مزید تاکید اور یاد دہانی کی خاطر تھا، نہ کہ انکار کی صورت تھی۔ اگر مرزا جہلمی صاحب کی عقل میں نہیں آتا تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ اس روایت پر بھی، جو ہم ابھی بیان کرنے لگے ہیں، خدارا ایسی نوٹ لگا کر اپنے پمفلٹ میں یہ روایت بھی درج کر دیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ رافضیت کی محبت اور صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی اور خلفائے ثلاثہ کا بغض کبھی مرزا صاحب کو اسے لکھنے کی اجازت نہیں دے گا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا: لوگو! کیا تمہیں اس اُمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت کے سب سے بہترین آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر آپ نے خود ہی بتا دیا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر آپ نے کہا! ان کے بعد دوسرے آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ پھر آپ نے سیّدنا عمر کا نام لیا۔

[مسند احمد، رقم:12154]

مرزا صاحب! جس طرح اس روایت پر یہ حاشیہ نہیں لگایا جا سکتا کہ اس وقت لوگ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت کو نہیں مانتے تھے اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات پر بھی یقین نہیں آ رہا تھا وغیرہ وغیر، بالکل اسی طرح آپ کا اپنی بیان کردہ روایت پر حاشیہ آرائی کرنا بھی غلط اور عبث ہے۔ وہ تو صرف اتنی سی بات ہے کہ تابعی نے سند سے ایک راوی کم کرنے کے لیے براہِ راست جا کر حدیث سنی اور اس کی تصدیق کی، اور بس...!

نوٹ: مرزا صاحب نے صحیح مسلم کی حدیث کے آخر میں یہ بریکٹ لگائی: چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص نے (غصے کی حالت میں)۔ مرزا صاحب کیا آپ دیکھ رہے تھے کہ انھوں نے ایسا غصے کی حالت میں کیا تھا یا کسی محدث نے یہ تشریح کی ہے اگر کی ہے تو حوالہ دیں ورنہ یہ لازم ہوگا کہ شیطان نے آپ کی طرف وحی کی ہے جو آپ نے بریکٹ لگائی ہے۔

حدیث نمبر 36: مرزا صاحب! اس میں تو اختلاف نہیں کہ یہ پانچ افراد بھی اہل بیت میں شامل تھے، لیکن ان سے دوسروں کی نفی نہیں کیسے ہوگئی؟ کیونکہ اس حدیث میں تو آلِ عقیل، آلِ جعفر رضی اللہ عنہم اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ کا بھی تذکرہ نہیں۔ جس طرح یہ تمام دوسرے دلائل سے اہل بیت میں شامل ہیں، بالکل اسی طرح ازواجِ مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیاں اور بیٹے بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں، جس کی تفصیل حدیث نمبر 33 کے تحت گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر 37: سطر نمبر1: "میرے صحابہ کو گالی مت دو۔"

مرزا صاحب! امیر معاویہ، عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم بھی بالاتفاق صحابہ ہیں اور کبار صحابہ میں شامل ہیں، لہٰذا ان کے متعلق آپ بھی اپنی زبان کو لگام دیں۔ شکریہ! نیز مرزا صاحب! اگر آپ کے اس طرزِ عمل، یعنی آنکھوں کے غلط اشارے، زبان کے غلط الفاظ اور توہین آمیز بریکٹوں اور صحابہ پر طعن کی وجہ سے اگر کوئی شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور یقیناً آپ کے ویڈیو کلپس کے نیچے کمنٹس میں کتنے ہی لوگ صحابہ کو طعنے دیتے ہیں اور ان کو گالیاں بکتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)۔ اس کا حساب آپ کو روزِ محشر دینا پڑے گا ان شاء اللہ۔ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں یا پھر اس کی تیاری کر کے جائیں۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

18

جائے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا علی ؓ کو بلوایا اور اُنھیں جھنڈا عطا کیا اور ارشاد فرمایا: ''سیدھے روانہ ہو جاؤ اور یکسور ہنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھیں فتح عطا فرما دے۔'' (سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے) فرمایا کہ سیدنا علی ؓ روانہ ہوئے، تھوڑی دیر بعد رُکے اور واپس مُڑے بغیر بلند آواز سے پوچھا: ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں کس مقصد کی خاطر لڑائی کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُن سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، (اور جب وہ یہ گواہی دے دیں) تو پھر تیرے ہاتھوں سے اُن کی جانیں اور اموال محفوظ ہو گئے، سوائے قانونی جواز کے اور اُن کا (اُخروی) حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔''

[صحیح بخاری : 3701 ، صحیح مسلم : 6222 اور 6223]

35 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا مصعب بن سعد تابعی رحمہ اللہ اپنے والد (سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کو (اپنے پیچھے) قائم مقام کے طور پر چھوڑا۔ اس پر اُنھوں (سیدنا علی ؓ) نے (آپ ﷺ کی جدائی پہ اظہار افسوس کرتے ہوئے) پوچھا: ''آپ ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(اے علی ؓ!) کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تمہارا مجھ سے وہی رشتہ ہے جو ہارون ؑ کا موسیٰ ؑ سے تھا؟'' (یعنی جیسا کہ کوہِ طور پر جاتے وقت سیدنا موسیٰ ؑ نے سیدنا ہارون ؑ کو بنی اسرائیل پر اپنا قائم مقام بنایا تھا، ویسے ہی میں بھی تبوک پہ جاتے وقت تمھیں اپنا قائم مقام بنا کر جا رہا ہوں) **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے علی (ؓ)! تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون ؑ کو موسیٰ ؑ سے تھی، سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرا دل چاہا کہ میں براہِ راست یہ حدیث سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ سے سنوں، چنانچہ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ سے ملا اور اُنھیں اسی طرح کی حدیث سنائی جو میں نے اُن کے بیٹے سیدنا عامر بن سعد تابعی رحمہ اللہ سے سنی تھی، (اس پر) سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے فرمایا: ''(ہاں) میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) اسی طرح سنا تھا۔'' (**نوٹ:** وہ چونکہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کا دورِ ملوکیت تھا اور بنو اُمیہ کے منبروں سے سیدنا علی ؓ پہ لعنت کرنے کی بدعت کا رواج عام تھا، جسکی تفصیل آگے حدیث نمبر: 37 سے 48 تک آ رہی ہے، تو ایسے حالات میں سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کی اتنی شان بیان کرنے والی حدیث کو ہضم کرنا انتہائی مشکل کام تھا، چنانچہ) سیدنا سعید تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر (دوبارہ تاکیداً) پوچھا ''کیا واقعی آپ ؓ نے خود (رسول اللہ ﷺ سے) سنا تھا؟'' چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے (غصے کی حالت میں) اپنی دونوں اُنگلیاں اپنے کانوں پر رکھ کر فرمایا: ''ہاں! ورنہ (اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو میرے) یہ دونوں کان ہی بہرے ہو جائیں۔''

[صحیح بخاری : 4416 ، صحیح مسلم : 6217 اور 6218]

36 **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح (گھر سے) نکلے اور آپ ﷺ نے منقش سیاہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، اسی دوران سیدنا حسن بن علی ؓ آئے تو آپ ﷺ نے اُنھیں (اپنی چادر میں) داخل فرمالیا، پھر سیدنا حسین بن علی ؓ آئے تو آپ ﷺ نے اُنھیں بھی (اپنی چادر میں) داخل فرمالیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ ﷺ نے اُنھیں بھی (چادر میں) داخل فرمالیا، پھر سیدنا علی ؓ آئے تو آپ ﷺ نے اُنھیں بھی داخل فرمالیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کر دے اور تمھیں خوب پاک اور صاف کر دے۔'' [سُورۃ الاحزاب : 33]

[صحیح مُسلم : 6261]

37 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ ؓ کو گالی مت دو، کیونکہ تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کر دے تو بھی وہ اُن (صحابہ کرام ؓ) کے مُد (یعنی تقریباً 600 گرام وزن کی گندم کو خیرات کرنے کے ثواب) کو نہیں پاسکتا بلکہ اُس کے آدھے کو بھی نہیں پاسکتا۔'' **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید ؓ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے درمیان کچھ (اختلاف ہوا) تھا، تو (جذبات میں آ کر) سیدنا خالد بن ولید ؓ نے اُن (سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف ؓ) کو گالی دی تو آپ ﷺ نے (سیدنا خالد بن ولید ؓ سے) ارشاد فرمایا: ''تم میرے صحابہ ؓ میں سے کسی کو گالی مت دو، کیونکہ اب تم (بعد میں اسلام لانے والوں) میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کر دے تو بھی وہ اُن (پہلے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین) کے مُد (یعنی تقریباً 600 گرام وزن کی گندم کو خیرات کرنے کے ثواب) کو نہیں پاسکتا بلکہ اُس کے آدھے کو بھی نہیں پاسکتا۔''

[صحیح بخاری : 3673 ، صحیح مُسلم : 6488]

38 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مُردہ لوگوں کو گالی مت دو کیونکہ وہ اپنے کیے ہوئے اعمال (کے انجام) تک پہنچ چکے ہیں۔'' (یعنی اُنہوں نے جو اچھا یا بُرا اِس دُنیا میں بویا، عالمِ برزخ میں اُسی کی جزا یا سزا کو کاٹ رہے ہیں) [صحیح بخاری : 1393]

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ بالا مبارک فرمان پوری اُمت کیلئے یکساں ہے اور اس حکم سے کوئی ایک شخص بھی باہر نہیں ہے، چاہے وہ شخص صحابہ کرام ؓ میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اسی ضمن میں **صحیح بخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مخزومیہ عورت (جسکا نام فاطمہ بنت اسود تھا) نے چوری کی تھی۔ اس واقعہ نے قریش کو غمزدہ کر دیا تھا۔ اُنہوں نے مشورہ کیا کہ (اونچے گھرانے کی اس چور عورت کو سزا سے بچانے کی خاطر) اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کون سفارش کرے گا؟ چنانچہ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام تو صرف رسول اللہ ﷺ کے محبوب سیدنا اُسامہ بن زید بن حارثہ ؓ ہی کر سکتے ہیں۔ جب اُسامہ

19

بن زید ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اُسکی سفارش کی تو آپ ﷺ نے (انتہائی غصہ کی حالت میں) ارشاد فرمایا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے معاملہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں میں) کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ صرف اسی (جرم کی) وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے کہ جب اُن میں سے کوئی اونچے گھرانے والا چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اُس پہ حد جاری کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر (بالفرض) فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اُسکے ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔ (یعنی اسلام کے قوانین و حدود کا اطلاق سبھی پہ ایک جیسا ہوگا)'' **جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:** سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہلِ شام میں سے ایک شخص کو سُنا کہ وہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کے حوالے سے (میرے والدِ محترم) سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے سوال کر رہا تھا (یعنی حجِ تمتع جائز ہے کہ نہیں؟) تو سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: ''ہاں ایسا کرنا بالکل حلال ہے۔'' اس پر اُس شامی نے عرض کی کہ آپ کے والد امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب ؓ تو اس (حجِ تمتع) سے منع فرماتے تھے۔ اُسکی اس بات پر سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: ''اگر کسی بات سے میرے والدِ محترم منع کر دیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اس عمل کو جاری فرمایا ہو، تو مجھے بتاؤ کہ پھر میرے باپ کی بات مانی جائے گی یا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا جائے گا؟'' اُس نے عرض کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کا حکم ہی مانا جائے گا۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: ''(پھر سن لو کہ) بیشک رسول اللہ ﷺ نے حجِ تمتع کا حکم دیا ہے۔'' [صحیح بُخاری : 6788 ، صحیح مُسلم : 4410 ، جامع ترمذی : 824 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

39 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابو حازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا سہل بن سعد الساعدی ؓ کے پاس آ کر بتانے لگا کہ فلاں (بنو اُمیہ سے تعلق رکھنے والا) شخص جو امیرِ مدینہ ہے، اپنے منبر پر سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کا (بُرے انداز سے) ذکر کرتا ہے۔ (سیدنا سہل بن سعد الساعدی ؓ نے) پوچھا: ''وہ کیا کہتا ہے؟'' اُس نے بتایا کہ وہ (حقارت سے) اُن (سیدنا علی ؓ) کو ابوتراب (یعنی مٹی والا) کہتا ہے۔'' اُسکی اس بات پر سیدنا سہل بن سعد الساعدی ؓ ہنس پڑے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن (سیدنا علی ؓ) کا یہ نام (ابوتراب) تو خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن (سیدنا علی ؓ) کو اس نام سے بڑھ کر کوئی اور نام محبوب نہ تھا۔'' (سیدنا ابو حازم تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اُنکی یہ بات سن کر) میں نے سیدنا سہل بن سعد الساعدی ؓ کو سارا قصہ سنانے کی درخواست کی۔ اور کہا کہ اے ابو عباس! یہ قصہ کیسے پیش آیا؟ تو اُنھوں نے وہ قصہ یوں بیان فرمایا: ''ایک روز سیدنا علی ؓ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پھر (کسی بات پہ اُن سے ناراض ہو کر) گھر سے باہر نکل گئے اور مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا: ''تمہارا چچازاد (یعنی سیدنا علی ؓ) کہاں ہے؟'' اُنھوں نے عرض کیا کہ مسجد میں ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اُنکے پاس مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدنا علی ؓ کی کمر سے لباس ہٹا ہوا ہے اور اُس پہ مٹی لگ گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدنا علی ؓ کی کمر سے مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے: ''اے ابوتراب (مٹی والے)! اُٹھ جاؤ۔ اے ابوتراب! اُٹھ جاؤ۔'' **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا سہل بن سعد الساعدی ؓ بیان فرماتے ہیں کہ (بنو اُمیہ کے دورِ ملوکیت میں) آلِ مروان میں سے ایک شخص کو مدینہ کا والی بنا کر بھیجا گیا۔ اُس گورنر نے سیدنا سہل ؓ کو بُلوایا اور حکم دیا کہ وہ سیدنا علی ؓ کو گالی دیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا سہل ؓ نے صاف انکار فرما دیا۔ پھر اس انکار پر اُس (گورنر) نے کہا کہ چلو کم از کم اتنا ہی کہہ دو کہ: ''**اللہ تعالیٰ ابوتراب (مٹی والے) پر لعنت کرے۔**'' (نعوذ باللہ من ذالک) اُسکی اس بات پر سیدنا سہل ؓ نے فرمایا کہ سیدنا علی ؓ کو تو ابوتراب (مٹی والا) سے بڑھ کر کوئی اور نام محبوب ہی نہ تھا۔ وہ تو اس نام سے پکارے جانے پر خوش ہوا کرتے تھے۔ اس پر اُس (والی مدینہ) نے کہا کہ ہمیں ساری بات سناؤ کہ اُنکا یہ نام کیونکر رکھا گیا تھا؟ سیدنا سہل ؓ نے فرمایا: ''(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو وہاں سیدنا علی ؓ موجود نہ تھے، تو آپ ﷺ نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا: ''تمہارا چچازاد (یعنی سیدنا علی ؓ) کہاں ہے؟'' اُنھوں نے عرض کی کہ میرے اور اُنکے درمیان کوئی (جھگڑے کی) بات ہوئی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور دوپہر باہر گزاری۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو وہ کہاں ہے؟ کسی نے آ کر عرض کی کہ وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اُنکے پاس مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدنا علی ؓ کی کمر سے لباس ہٹا ہوا ہے اور اُس پہ مٹی لگ گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدنا علی ؓ کی کمر سے مٹی جھاڑتے جاتے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے: ''اے ابوتراب (مٹی والے)! اُٹھ جاؤ۔ اے ابوتراب! اُٹھ جاؤ۔''

[صحیح بخاری : 3703 ، صحیح مُسلم : 6229]

40 **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص تابعی رحمہ اللہ اپنے والد سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ کو حکم دیا (تو اُنھوں نے صاف انکار فرما دیا) پس حضرت معاویہ ؓ نے اُن سے پوچھا کہ آپ ؓ کو ابوتراب (سیدنا علی بن ابی طالب ؓ) کو گالی دینے سے کس بات نے روک رکھا ہے؟ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے جواب میں فرمایا: ''میں ہرگز اُنھیں کبھی بھی گالی نہیں دوں گا، کیونکہ 3 باتیں (بہت ہی زیادہ فضیلت والی ایسی ہیں) جو سیدنا علی ؓ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمائی تھیں۔ اور اگر اُن 3 باتوں میں سے مجھے ایک بھی مل جاتی تو (وہ فضل) مجھے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بھی بہتر ہوتا۔ (پہلی فضیلت سیدنا علی ؓ کیلئے یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو سُنا کہ آپ ﷺ نے جب کسی غزوہ (تبوک) میں سیدنا علی ؓ کو پیچھے چھوڑا تو اُنھوں نے (بطورِ شکوہ) کہا کہ آپ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس (عزت افزائی) پر خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون ؑ کو موسیٰ ؑ سے تھی، سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' اور (دوسری فضیلت سیدنا علی ؓ کیلئے یہ ہے کہ) میں نے غزوہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: ''کل میں (لشکر کی قیادت کا) جھنڈا اُس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ بھی اُس سے محبت

حدیث نمبر 38: نوٹ کی سطر نمبر 1: مرزا جی! اگر آپ کے نزدیک مندرجہ بالا فرمانِ مبارک واقعتاً پوری اُمت کے لیے یکساں ہے تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا عمرو بن عاص اور سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اور یزید بن معاویہ، حجاج بن یوسف وغیرہ بھی وفات پا چکے ہیں، لہٰذا اگر آپ اسے مبارک فرمان سمجھتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں تو اس پر عمل کرتے ہوئے آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو بھی اپنی زبانیں کنٹرول میں رکھنی چاہییں۔

صفحہ نمبر 19، سطر نمبر 3،4 اس میں مرزا جی نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''تو میں اس کے ہاتھ بھی کٹوا دیتا'' مرزا جی! حدیث کے الفاظ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔'' نمبر 1 آپ کا کیا ہوا ترجمہ ''کٹوا دیتا'' یہ غلط ہے اور ''کاٹ دیتا'' یہ ترجمہ درست ہے۔ نمبر 2: اس ''کے'' ہاتھ نہیں بلکہ اس ''کا'' ہاتھ کیونکہ ہاتھ ایک کاٹنا تھا نہ کہ دونوں لہٰذا آپ صحابہ کو مطعون کرنے کی بجائے اپنی عربیت کی اصلاح پر توجہ دیں تو آپ کے ساتھ پوری امت کا بھی بھلا ہوگا۔

نوٹ: حدیث نمبر 38 کے تحت مرزا صاحب نے تین احادیث نقل کیں بخاری، مسلم اور جامع ترمذی سے، لیکن ان تینوں روایات میں سے کسی کا بھی عنوان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بس گنتی پوری کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اُنھیں نقل کر دیا۔ مرزا صاحب! اگر گنتی ہی پوری کرنی تھی تو آپ ایک طرف سے بخاری ہی نقل کر دیتے، اتنا تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

حدیث نمبر 39: صحیح بخاری کی حدیث: اس روایت میں مرزا جی نے **تین بریکٹیں لگا کر تحریف کی** ہے:

مرزا صاحب نے اس حدیث کی سطر نمبر 1 میں (''بنو امیہ سے تعلق رکھنے والا'') اور سطر نمبر ۲ میں (بُرے انداز سے) اور سطر نمبر ۳ میں (حقارت سے)، یہ **تین بریکٹیں** لگا کر حدیث کا مفہوم بگاڑ نے بلکہ اُلٹ کرنے کی مسموم کوشش کی ہے۔ قارئین! درحقیقت مسئلہ یہ تھا کہ سننے والے کو غلطی لگی۔ وہ سمجھا کہ امیر مدینہ کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کہنا اُن کی توہین ہے۔ اس نے یہ بات سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کی تو سیّدنا سہل رضی اللہ عنہ اس کی کم علمی اور سادگی پر مسکرا پڑے۔

قارئین! غور کریں کس قدر واضح بات ہے کہ اس میں قصور، بیان کرنے والے کا نہیں تھا، بلکہ اصل غلطی تو سننے والے آدمی کی تھی، لیکن مرزا صاحب نے (بنو امیہ سے تعلق رکھنے والا)، (حقارت سے) وغیرہ کی بریکٹ لگا کر جہاں اس تابعی امیرِ مدینہ پر الزام لگایا ہے، وہاں رافضیوں کو خوش کرنے کے لیے حدیث کے ترجمے میں تبدیلی کر کے یہودیانہ روش بھی اپنائی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس امیر مدینہ کے خلاف ایک جملہ بھی نہیں بولا اور نہ کسی ناراضی کا اظہار کیا، کیونکہ وہ تو جان گئے تھے کہ غلطی سننے والے کو لگی ہے نا کہ بیان کرنے والے کو۔ لیکن مرزا صاحب نے بنو امیہ کی دشمنی میں جان بوجھ کر اس تابعی پر الزام تراشی کی اور بریکٹیں لگا کر حدیث کے معنی ہی بدل دیے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) نیز قارئین! اگر آپ مرزا صاحب کی ان معاندانہ بریکٹوں کو چھوڑ کر اس روایت کا صرف متن ہی پڑھیں تو آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ یہ روایت بھی مرزا صاحب نے صرف گنتی پوری کرنے کے لیے لکھی ہے، ورنہ اس کا بھی اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث:

نمبر۱: آلِ مروان میں سے وہ کون شخص تھا؟ یہ نا معلوم ہے، اور اس میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ اس کو کسی نے کہا تھا یا وہ خود ہی ایسا کہہ رہا تھا۔ لہٰذا کسی نامعلوم شخص کی بنا پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا ان کی حکومت کو برا بھلا کہنا مناسب نہیں۔

نمبر۲: اس شخص کو درحقیقت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل، حتیٰ کہ ان کی کنیت ابو تراب کی حقیقت سے بھی واقفیت نہ تھی، اسی لیے اس نے ابو تراب کی حقیقت سننے میں دلچسپی لی تھی۔

نمبر۳: اگر ایک شخص کسی برائی کا ارادہ رکھتا ہو اور جب اس کو سمجھایا جائے اور وہ سمجھ جائے تو اس کے بعد اُس پر اعتراض کرنا اور اس کی اس غلطی کو اچھالنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

نمبر۴: [صحیح بخاری: 6491] کی روایت کے مطابق تو یہ روایت اس شخص کی فضیلت ثابت کر رہی ہے کیونکہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص گناہ کا ارادہ کرے پھر وہ گناہ نہ کرے تو اس کو اجر ملتا ہے۔ اس اعتبار سے تو اس کو اجر ملا اور اس کی فضیلت ثابت ہوئی لیکن افسوس کہ مرزا صاحب اس کو بھی توہین ہی سمجھ رہے ہیں۔

19 بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اُسکی سفارش کی تو آپ ﷺ نے (انتہائی غصہ کی حالت میں) ارشاد فرمایا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے معاملہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں میں) کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ صرف اسی (جرم کی) وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے کہ جب ان میں سے کوئی اونچے گھرانے والا چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر (بالفرض) فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اُسکے ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔ (یعنی اسلام کے قوانین و حدود کا اطلاق سبھی پہ ایک جیسا ہوگا)'' جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہلِ شام میں سے ایک شخص کو سنا کہ وہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کے حوالے سے (میرے والد محترم) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہا تھا (یعنی حج تمتع جائز ہے کہ نہیں؟) تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں ایسا کرنا بالکل حلال ہے۔'' اس پر اُس شامی نے عرض کی کہ آپ کے والد امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تو اس (حج تمتع) سے منع فرماتے تھے۔ اُسکی اس بات پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر کسی بات سے میرے والد محترم منع کر دیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اس عمل کو جاری فرمایا ہو، تو مجھے بتاؤ کہ پھر میرے باپ کی بات مانی جائے گی یا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا جائے گا؟ اُس نے عرض کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کا حکم ہی مانا جائے گا۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(پھر سن لو کہ) بیشک رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کا حکم دیا ہے۔'' [صحیح بخاری: 6788، صحیح مسلم: 4410، جامع ترمذی: 824، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی: اسنادہ صحیح]

39 صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو حازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بتانے لگا کہ فلاں (بنو اُمیہ سے تعلق رکھنے والا) شخص جو امیرِ مدینہ ہے، اپنے منبر پر سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا (بُرے انداز سے) ذکر کرتا ہے۔ (سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے) پوچھا: ''وہ کیا کہتا ہے؟'' اُس نے بتایا کہ وہ (حقارت سے) اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو ابو تراب (یعنی مٹی والا) کہتا ہے۔'' اُسکی اس بات پر سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کا یہ نام (ابو تراب) تو خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو اس نام سے بڑھ کر کوئی اور نام محبوب نہ تھا۔'' (سیدنا ابو حازم تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اُنکی یہ بات سن کر) میں نے سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کو سارا قصہ سنانے کی درخواست کی۔ اور کہا کہ اے ابو عباس! یہ قصہ کیسے پیش آیا؟ تو انہوں نے وہ قصہ یوں بیان فرمایا: ''ایک روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پھر (کسی بات پہ اُن سے ناراض ہو کر) گھر سے باہر نکل گئے اور مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا: ''تمہارا چچا زاد (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ مسجد میں ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اُنکے پاس مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمر سے لباس ہٹا ہوا ہے اور اُس پہ مٹی لگ گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمر سے مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے: ''اے ابو تراب (مٹی والے)! اُٹھ جاؤ۔ اے ابو تراب! اُٹھ جاؤ۔'' صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (بنو اُمیہ کے دورِ ملوکیت میں) آلِ مروان میں سے ایک شخص کو مدینہ کا والی بنا کر بھیجا گیا۔ اُس گورنر نے سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور حکم دیا کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے صاف انکار فرما دیا۔ پھر اس انکار پر اُس (گورنر) نے کہا کہ چلو کم از کم اتنا ہی کہہ دو کہ: ''اللہ تعالیٰ ابو تراب (مٹی والے) پر لعنت کرے۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) اُسکی اس بات پر سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تو ابو تراب (مٹی والا) سے بڑھ کر کوئی اور نام محبوب ہی نہ تھا۔ وہ تو اس نام سے پکارے جانے پر خوش ہوا کرتے تھے۔ اس پر اُس (والی مدینہ) نے کہا کہ ہمیں ساری بات سناؤ کہ اُنکا یہ نام کیونکر رکھا گیا تھا؟ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو وہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، تو آپ ﷺ نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا: ''تمہارا چچا زاد (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟'' اُنھوں نے عرض کی کہ میرے اور اُنکے درمیان کوئی (جھگڑے کی) بات ہوئی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور دوپہر باہر گزاری۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو وہ کہاں ہے؟ کسی نے آ کر عرض کی کہ وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اُنکے پاس مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمر سے لباس ہٹا ہوا ہے اور اُس پہ مٹی لگ گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمر سے مٹی جھاڑتے جاتے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے: ''اے ابو تراب (مٹی والے)! اُٹھ جاؤ۔ اے ابو تراب! اُٹھ جاؤ۔''

[صحیح بخاری: 3703، صحیح مسلم: 6229]

40 صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص تابعی رحمہ اللہ اپنے والد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا (تو انھوں نے صاف انکار فرما دیا) پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ابو تراب (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کو گالی دینے سے کس بات نے روک رکھا ہے؟ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ''میں ہرگز اُنہیں کبھی بھی گالی نہیں دوں گا، کیونکہ 3 باتیں (بہت ہی زیادہ فضیلت والی ایسی ہیں) جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمائی تھیں۔ اور اگر اُن 3 باتوں میں سے مجھے ایک بھی مل جاتی تو (وہ فضل) مجھے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بھی بہتر ہوتا۔ (پہلی فضیلت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیلئے یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے جب کسی غزوہ (تبوک) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا تو انھوں نے (بطور شکوہ) کہا کہ آپ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس (عزت افزائی) پر خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' اور (دوسری فضیلت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیلئے یہ ہے کہ) میں نے غزوہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کل میں (لشکر کی قیادت کا) جھنڈا اُس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ بھی اُس سے محبت

«فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے»

20 فرماتے ہیں۔'' (یہ سن کر) ہم سب اسی اُمید میں رہے (کہ شاید جھنڈا ہمیں مل جائے) مگر (صبح ہونے پر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''علی (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بُلا کر لاؤ۔'' انھیں لایا گیا تو اُن کی آنکھیں دُکھتی تھیں، پس آپ ﷺ نے اُن کی آنکھوں میں (اپنا) لعابِ دہن مبارک لگایا اور جھنڈا انہیں دے دیا اور (پھر) اُن کے ہاتھوں پر فتح حاصل ہوئی۔ اور (تیسری فضیلت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیلئے یہ ہے کہ) جب (عیسائی پادریوں کو مباہلے کا چیلنج دینے کیلئے) قرآن کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: ''اے پیغمبر ﷺ! فرما دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں، اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی، اور پھر بڑی عاجزی سے (اللہ تعالیٰ کے حضور) التجا کریں پھر لعنت بھیجیں اللہ تعالیٰ کی جھوٹوں پر۔'' [آلِ عمران: 61] تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پھر یوں عرض کی: ''اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔'' سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ابو تراب (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کو گالی دینے سے کس بات نے روک رکھا ہے؟ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ''جب تک 3 باتیں (بہت ہی زیادہ فضیلت والی) جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمائی تھیں، مجھے یاد رہیں گی، اُس وقت تک میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی نہیں دوں گا۔ اُن 3 باتوں میں سے مجھے ایک (بات) بھی مل جائے تو (وہ) مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ (پھر آگے اس حدیث میں بھی آخر تک وہی الفاظ ہیں جو صحیح مُسلم کی حدیث میں گزر چکے ہیں، لیکن اس کے آخر میں ہے کہ) پھر سیدنا عامر بن سعد رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو سُن لینے کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جتنا عرصہ مدینہ شریف میں مقیم رہے اس موضوع پر ایک حرف کا بھی کلام نہ کیا۔'' سُنن ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کسی حج کے موقع پر (مدینہ شریف) آئے تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (اُنکے سامنے) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی توہین کی تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور اُنہوں نے فرمایا تم ایسی باتیں اس شخص کے متعلق کہتے ہو جس کے متعلق میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''جس کا مولا (ولی محبوب) میں ہوں (تو پھر) اُس کا مولا (ولی محبوب) علی رضی اللہ عنہ ہے، اور میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' اور میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''آج میں (لشکر کی قیادت کا) جھنڈا اُس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ بھی اُس سے محبت رکھتے ہیں۔''

[صحیح مُسلم: 6220، سُنن نسائی الکبریٰ: 8439، قال الشیخ غلام مصطفیٰ فی خصائص علی: اسنادہ صحیح، سُنن ابن ماجہ: 121، قال الشیخ الالبانی: اسنادہ صحیح]

41 سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوبکر بن خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا سعد بن مالک (ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ملنے گیا تو وہ ہم سے پوچھنے لگے کہ: ''میں نے سنا ہے کہ تم لوگ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دیتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: کیا واقعی آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے متعلق ایسی بات سُنی ہے؟ تو اُنھوں نے فرمایا: ''ہاں ایسا ہی ہے، شاید تم نے بھی اُنہیں گالی دی ہوگی؟'' میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ کی پناہ! (کہ ہم نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی)۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کبھی گالی نہ دینا۔ بے شک اگر میری مانگ (یعنی سر کے درمیانے حصے) پر آرا بھی رکھ دیا جائے (یعنی مجھے انکار کرنے پہ اپنی جان چلے جانے کا خوف ہو اور مجھے مجبور کیا جائے) کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دوں تو میں پھر بھی اُنہیں گالی نہیں دوں گا کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں) بہت کچھ سن رکھا ہے۔'' المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا قیس بن ابو حازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے بازار میں گھوم پھر رہا تھا۔ اسی دوران جب میں احجار زیت (نامی جگہ پر) پہنچا تو دیکھا کہ لوگ ایک گھوڑا سوار کے گرد جمع ہیں اور وہ گھوڑا سوار سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں بک رہا ہے اور وہ لوگ (اُس گستاخ گھوڑ سوار کو منع کرنے کی بجائے) اُس کے گرد مجمع لگائے کھڑے ہیں۔ اسی دوران اتفاقاً سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے اور پوچھا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: ''یہ شخص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا ہے۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) اس پر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو لوگوں نے (احترام میں) اُن کیلئے راستہ کھلا کر دیا اور وہ اُس شخص کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے اور پھر فرمایا: ''اے شخص! تو کس بنا پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا ہے؟ (اے گستاخ مجھے بتا) کیا وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سب سے پہلے مسلمان نہیں تھے؟ کیا وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی شخصیت نہیں تھے؟ کیا وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والی شخصیت نہیں تھے؟ کیا وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سب سے بڑھ کر علم رکھنے والی شخصیت نہیں تھے؟ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے) مزید فضائل ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا: ''کیا وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے رشتے سے آپ ﷺ کے داماد نہیں تھے؟ کیا رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) آپ ﷺ کے علم بردار (جھنڈا اُٹھانے والے) نہیں تھے؟'' پھر سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی: ''اے اللہ تعالیٰ! یہ شخص تیرے ولیوں میں سے ایک ولی کو گالیاں بک رہا ہے، اس ہجوم کے منتشر ہونے سے پہلے پہلے اسے اپنی قدرت کا مظاہرہ دکھا دے۔'' سیدنا قیس بن ابو حازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ہم ابھی منتشر بھی نہیں ہوئے تھے کہ اُس (گستاخ سوار) کی سواری (زمین میں) دھنسنے لگی اور اُسکی سواری نے اُس کو کھوپڑی کے بل پتھروں پر پٹخ دیا، جس کی وجہ سے اُس (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گستاخ سوار) کا دماغ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔''

[سُنن نسائی الکبریٰ: 8477، قال الشیخ غلام مصطفیٰ فی خصائص علی: اسنادہ صحیح، المُستدرک للحاکم: 6121، قال الامام حاکم والامام الذہبی: اسنادہ صحیح]

حدیث نمبر 40: اس کے تحت مرزا جی نے بریکٹ لگا کر حدیث میں اضافہ کیا ہے۔

نمبر۱: دوسری لائن میں مرزا صاحب نے بریکٹ لگا کر حدیث میں تحریف کی اور سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر بہتان لگایا کہ (انہوں نے صاف انکار کر دیا)۔ ہم مرزا صاحب کو ایک بار پھر چیلنج کرتے ہیں کہ یہ جملہ کسی معتبر صحیح روایت یا کسی معتبر محدث کی شرح سے پیش کریں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے گالی کا حکم دیا اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے (گالی دینے کا) انکار کر دیا، اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو خدارا! ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ [المائدۃ: 8]

’’اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے‘‘۔

ہی کو یاد رکھ لیں۔

نمبر۲: شارحِ صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ نے اسی حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غلط نہ کہنے کی وجہ اور سبب پوچھا تھا کہ آپ کس وجہ سے ان کو غلط نہیں کہتے، اور خود مرزا صاحب نے بھی 40 نمبر حدیث کے تحت سنن نسائی کی جو روایت نقل کی ہے، اس میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کو حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ان سے پوچھا تھا کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غلط کیوں نہیں کہتے پھر جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے وضاحت پیش کی تو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو اس پر اعتراض کیا اور نہ ان کو غلط کہنے کا حکم دیا بلکہ خاموش ہو گئے۔ غور کریں، اگر وہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گالیاں ہی دلوانا چاہتے ہوتے تو ضرور ان سے ناراض ہوتے، یا ان کا عہدہ ختم کرتے، یا ان کو مجبور کرتے، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ لہٰذا اس روایت میں بھی مرزا صاحب نے تحریف کر کے زبردستی سیدنا معاویہ کے خلاف بنانے کی کوشش کی ہے، اور کچھ نہیں۔

سنن نسائی الکبریٰ، پہلی لائن ’’حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا‘‘ اس جملے سے واضح ہو گیا کہ پچھلی حدیث کا ترجمہ مرزا صاحب نے غلط کیا تھا کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اور بریکٹ لگا کر تحریف کی اور جھوٹا الزام اور تہمت بھی لگائی تھی کہ انہوں نے صاف انکار کر دیا، بلکہ حقیقت تو اس حدیث کے ترجمے میں واضح ہو گئی کہ درحقیقت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تھا، اور یہی بات امام نووی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے۔

[شرح صحیح مسلم، تحت رقم: 6220]

’’جتنا عرصہ مدینہ شریف میں مقیم رہے اس موضوع پر ایک حرف کا بھی کلام نہ کیا‘‘

اس حدیث کے مندرجہ بالا آخری جملے سے تو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے کہ انہوں نے ایک حرف بھی ان کے خلاف نہیں کہا۔ اگر نعوذ باللہ، وہ گالیاں دیتے یا دلواتے ہوتے تو وہ کیونکر خاموش رہ سکتے تھے۔ یہ تو ان کی عظمت اور ان کے بہترین ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن افسوس! مرزا صاحب نے اپنی دریدہ دہنی سے اس روایت کو بھی ان کے خلاف باور کرا دیا۔

سنن ابنِ ماجہ کی حدیث: مرزا صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی جہالت اور نادانی کا ایک اور ثبوت دیتے ہوئے حدیث کا غلط ترجمہ کیا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا جبکہ عربی عبارت ہے: فَذَكَرُوا عَلِيًّا، جس کا ترجمہ ہے کہ ان لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، یعنی تذکرہ کرنے والے وہ لوگ تھے لیکن مرزا جی نے اپنی جہالت کی وجہ سے تذکرہ کرنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنا دیا۔

قارئین! عربی زبان وسیع المشرب زبان ہیں۔ اس کے الفاظ کے کئی معانی اور تراجم ہوتے ہیں۔ یہ ترجمہ کرنے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ ان میں سے کس ترجمے کو پسند کر کے ترجمہ کرتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی ہر ممکن کوشش یہ ہوتی ہے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کسی طرح ایسا ترجمہ کیا جا سکے جس سے ان کی عزت میں کمی واقع ہو، چاہے وہ ترجمہ وہاں درست نہ بھی ہو۔ اس مقام پر بھی عربی عبارت کچھ یوں ہے: ’’فَنَالَ مِنْهُ‘‘ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا: اور ان (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ) کی توہین کی۔‘‘ حالانکہ عربی لغت، گرامر اور محاورے کے اعتبار سے اس کا یہ ترجمہ بھی بالکل درست تھا کہ لوگوں نے جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا (اور قصاصِ عثمانؓ کے مسئلے میں اپنی سوچ کے مطابق ان کی غلطی بیان کی)۔ اب غور کریں کہ کسی کی توہین کرنے اور اس کی غلطی بیان کرنے میں کتنا فرق ہے! لیکن مرزا صاحب نے بغضِ بنوامیہ سے مجبور ہو کر وہ ترجمہ کیا جس سے فرقہ واریت کو فروغ ملا اور اتفاق واتحاد کی فضاء ناہموار ہوئی۔

حدیث نمبر 41: بحمد اللہ تعالیٰ، ہم تو صحابہ کرامؓ واہل بیتؓ سے محبت کرنے والے ہیں۔ نہ ہم نے کبھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور نہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں کبھی گالی دی، اور نہ انہوں نے کبھی گالی دلوائی۔ اور واقعتاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا یا کسی بھی صحابی بشمول سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص کو گالی دینا بہت برا فعل ہے۔ لیکن مرزا صاحب یہ وجہ آپ اور آپ کے پیروکاروں کے لیے بھی ہے

مستدرک حاکم کی حدیث: یہ روایت ’’حسن بن علی بن زیاد السری‘‘ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اگر وہ صحیح بھی ہو تو یہ ان ناصبیوں کے خلاف ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں، ہم تو خود ایسے لوگوں کے لیے بددعا کرتے ہیں لیکن یاد رہے کہ سیدنا معاویہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کا خود گالیاں دینا یا دلوانا کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟۔

21

42 سُنن ابی داوٗد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب فلاں شخص (یعنی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جن کا نام حدیث کے اگلے طریق میں آیا ہے) کوفہ میں آیا تو اُنھوں نے فلاں شخص (یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جن کا نام اسی حدیث کے اگلے طریق میں آیا ہے) کو خطیب مقرر کیا۔ (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر) سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اس ظالم (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھ رہے ہو ؟ (جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کر رہا ہے، جس کی خبر اسی حدیث کے اگلے طریق میں آ رہی ہے) سیدنا عبداللہ بن ظالم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ (جو پہلے 10 اسلام لانے والوں میں شامل تھے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بہنوئی بھی تھے) نے 9 افراد کے بارے میں جنتی ہونے کی گواہی دی (اور فرمایا کہ) میں اگر دسویں شخص کی گواہی بھی دے دوں تو کوئی گناہ نہیں ہوگا (یعنی بالکل درست ہوگا)۔'' میں نے پوچھا کہ وہ 9 افراد کون کون سے ہیں؟ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوہ حراء پر کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا تھا: ''اے حراء پہاڑ! تھم جا، تجھ پر (اس وقت صرف) نبی ﷺ یا صدیق یا شہید ہی تو (موجود) ہیں۔'' میں نے (پھر) پوچھا کہ وہ 9 افراد کون سے ہیں؟'' سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا (وہ 9 افراد یہ ہیں): ''رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔'' میں نے (پھر) پوچھا کہ اور دسواں شخص کون ہے ؟ وہ (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) تھوڑی دیر (عاجزی کے باعث) خاموش رہے پھر فرمایا: ''(وہ دسواں شخص) میں ہوں۔'' (**نوٹ**: اسی حدیث سے ایک اور ملتی جلتی روایت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے جامع ترمذی میں حدیث نمبر 3747 نقل ہوئی ہے، لیکن اُس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی بجائے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے) سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خطباء مقرر کیے جو کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کر رہے تھے۔ چنانچہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اس ظالم شخص (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھتے ہو کہ یہ ایک جنتی شخص (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) پر لعنت کرواتا ہے۔'' پھر اُنھوں نے 9 افراد کے بارے میں گواہی دی کہ وہ جنتی ہیں۔ اور (فرمایا:) ''اگر میں دسویں شخص کے جنتی ہونے کی خبر دے دوں (تو وہ بھی سچ ہوگا)۔'' میں نے پوچھا کہ وہ 9 افراد کون سے ہیں؟ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوہ حراء پر کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا تھا: ''اے حراء پہاڑ! تھم جا، تجھ پر (اس وقت صرف) نبی ﷺ یا صدیق یا شہید ہی تو (موجود) ہیں۔'' میں نے (پھر) پوچھا کہ وہ 9 افراد کون سے ہیں؟'' سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا (وہ 9 افراد یہ ہیں): ''رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔'' میں نے پوچھا کہ اور دسواں شخص کون ہے؟ وہ (سیدنا سعید رضی اللہ عنہ) تھوڑی دیر (عاجزی میں) خاموش رہے پھر فرمایا: ''میں ہوں۔'' سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو میں نے عرض کی: کیا آپ رضی اللہ عنہ اس ظالم شخص سے تعجب نہیں کرتے کہ جس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے کے لئے خطباء مقرر کیے ہوئے ہیں؟ تو اُنھوں نے فرمایا: ''کیا واقعی وہ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) ایسا کر رہے ہیں؟ (جبکہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ 9 افراد کے بارے میں کہ وہ جنتی ہیں۔ اور (فرمایا:) ''اگر میں دسویں شخص کے جنتی ہونے کی خبر دے دوں (تو وہ بھی سچ ہوگا)۔'' میں نے پوچھا کہ وہ 9 افراد کون سے ہیں؟ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوہ حراء پر کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا تھا: ''اے حراء پہاڑ! تھم جا، تجھ پر (اس وقت صرف) نبی ﷺ یا صدیق یا شہید ہی تو (موجود) ہیں۔'' میں نے (پھر) پوچھا کہ وہ 9 افراد کون کون سے ہیں؟'' سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا (وہ 9 افراد یہ ہیں): ''رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔'' میں نے پوچھا کہ اور دسواں شخص کون ہے ؟ انھوں (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ''میں ہوں۔''

[سُنن ابی داوٗد : 4648 ، سُنن نسائی الکبریٰ : 8208 اور 8190 ، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علیزئی والشیخ غلام مصطفی ظہیر فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

[صحیح ابن حبان : 6996 ، السنۃ لابن ابی عاصم : 1220 ، مُسند احمد : 1644 (جلد -1 ، صفحہ -654) ، قال الشیخ شعیب الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

43 سُنن ابی داوٗد کی حدیث میں ہے: سیدنا ریاح بن حارث تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں فلاں شخص (یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جن کا نام اسی حدیث کے اگلے طریق میں آیا ہے) کے پاس کوفہ کی مسجد میں بیٹھا تھا اور اہل کوفہ بھی موجود تھے کہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے تو اُس (فلاں شخص) نے انھیں خوش آمدید کہا اور تخت پر اپنے پاؤں والی طرف پاس بٹھالیا۔ اسی دوران وہاں ایک کوئی شخص آیا جس کا نام قیس بن علقمہ تھا۔ اُس (فلاں شخص) نے اُس کا بھی استقبال کیا۔ پھر اُس (قیس بن علقمہ) نے مسلسل گالی گلوچ شروع کر دی۔ اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ''یہ شخص کسے گالیاں دیئے جا رہا ہے؟'' اُس (فلاں شخص) نے کہا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا ہے۔ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے افسوس سے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سامنے اصحاب رسول ﷺ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور تم (فلاں شخص) اس (جرم) کو نہ تو بُرا سمجھ رہے ہو اور نہ (ہی) منع کرتے ہو! (جبکہ اسکے برعکس) میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا، اور میں کوئی من گھڑت بات آپ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کروں گا کہ کل (روز قیامت) آپ ﷺ سے ملاقات ہونے پر مجھے جواب دہی بھگتنی پڑ جائے، (آپ ﷺ نے) فرمایا تھا: ''(رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) سیدنا ابوبکر جنتی ہیں، سیدنا عمر جنتی ہیں، سیدنا عثمان جنتی ہیں، سیدنا علی جنتی ہیں، سیدنا طلحہ جنتی ہیں، سیدنا زبیر جنتی ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔'' اور اگر میں چاہوں تو دسویں (خوش نصیب) کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔ تو لوگوں نے با اصرار پوچھا کہ وہ دسویں کون ہیں؟ تو فرمایا: ''وہ (دسواں شخص) سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہے۔'' پھر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ (عاجزی کے باعث) خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا: ''(تم سب کان کھول کر سن لو) رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کسی صحابی کا چہرہ غبار آلود ہونا، تم میں سے کسی کے ساری عمر کے نیک اعمال کرنے

22

سے بہتر ہے خواہ اُسے سیدنا نوح علیہ السلام جتنی عمر (ہی کیوں نہ) دے دی جائے۔'' مُسند احمد کی حدیث میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بڑی مسجد میں تھے اور ان کے پاس دائیں بائیں اہل کوفہ موجود تھے، اسی دوران اُن کے پاس سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ صحابی تشریف لائے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انھیں خوش آمدید کہا اور (شاہی) تخت پر اپنے پاؤں کی جانب اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر ایک کوئی شخص آیا اور اُس نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر مسلسل گالیاں دینا شروع کر دیں۔ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اے مغیرہ! یہ کس کو گالیاں دے رہا ہے ؟'' اُنھوں نے کہا: ''یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دے رہا ہے۔'' اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے (غصہ میں آکر) فرمایا: ''اے مغیرہ بن شعبہ! اے مغیرہ بن شعبہ! میں یہ کیا سُن رہا ہوں کہ اصحاب رسول ﷺ کو تمہارے پاس گالیاں دی جاتی ہیں اور تم اس (جرم) کو نہ تو بُرا سمجھ رہے ہو اور نہ (ہی) منع کرتے ہو! (جبکہ اسکے برعکس) میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق گواہی دیتا ہوں، وہ جو کچھ میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کر لیا، اور میں کوئی من گھڑت بات آپ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کروں گا کہ کل (روز قیامت) آپ ﷺ سے ملاقات ہونے پر مجھے جواب دہی بھگتنی پڑ جائے، (آپ ﷺ نے) فرمایا تھا: سیدنا ابوبکر جنتی ہیں، سیدنا عمر جنتی ہیں، سیدنا علی جنتی ہیں، سیدنا عثمان جنتی ہیں، سیدنا طلحہ جنتی ہیں، سیدنا زبیر جنتی ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔'' اور ایک نواں مسلمان بھی جنتی ہے، اگر میں چاہوں تو اُس کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔'' اس پر اہل مسجد نے با اصرار اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا: ''اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! وہ نواں شخص کون ہے ؟'' سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے ڈالا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ نواں مسلمان میں (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) ہوں اور رسول اللہ ﷺ دسویں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا شخص، جس کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں گرد آلود ہوا، اُس کا یہ عمل تمہاری تمام عمر کی نیکیوں سے بہتر ہے خواہ تمہیں سیدنا نوح علیہ السلام جتنی عمر (ہی کیوں نہ) دے دی جائے۔''

[سُنن ابی داوٗد : 4650 ، مُسند احمد : 1629 (جلد -1 ، صفحہ -649) ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی والشیخ شعیب الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

44 سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اُس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کا نشانہ بنایا تو اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ بات سنی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اے حراء پہاڑ! تھم جا، تجھ پر (اس وقت صرف) نبی ﷺ یا صدیق یا شہید ہی تو (موجود) ہیں۔'' اور اُس وقت اُس (پہاڑ) پر رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سعید بن زید (رضی اللہ عنہم اجمعین) تھے۔ سُنن نسائی الکبریٰ کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، تو وہ فرمانے لگے: ''ہمارے یہ حکمران ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر لعنت کریں، اور بے شک ہم تو لعنت نہیں کریں گے بلکہ ہم تو ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عافیت کی دعا کریں گے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ بات سنی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''عنقریب میرے بعد بہت سے فتنے رونما ہوں گے اور ایسے ایسے ہوگا۔'' اسی دوران ایک شخص وہاں آیا اور سیدنا سعید رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ مجھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت ہے! اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: ''(تمہیں بشارت ہو کہ) تم تو ایک جنتی انسان سے محبت کرتے ہو۔'' پھر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدنا سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) تھے، اگر میں چاہوں تو دسویں (جنتی) آدمی کا نام بھی بتا سکتا ہوں، یعنی وہ (سیدنا سعید رضی اللہ عنہ) خود تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حراء پہاڑ! تھم جا، تجھ پر نبی ﷺ یا صدیق یا شہید (موجود) ہیں۔'' سُنن نسائی الکبریٰ اور سُنن ابی داوٗد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبدالرحمٰن بن اخنس تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے متعلق کچھ (نازیبا الفاظ میں) کہا تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ وہیں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ بات سنی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اہل قریش میں سے 10- آدمی جنت میں ہیں، (رسول اللہ ﷺ جنت میں ہیں)، سیدنا ابوبکر جنت میں ہیں، سیدنا عمر جنت میں ہیں، سیدنا علی جنت میں ہیں، سیدنا عثمان جنت میں ہیں، سیدنا طلحہ جنت میں ہیں، سیدنا زبیر جنت میں ہیں، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں اور سیدنا سعید بن زید جنت میں ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔''

[سُنن نسائی الکبریٰ : 8205 ، 8206 اور 8210 ، سُنن ابی داوٗد : 4649 ، قال الشیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

45 صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ماہ ذی القعدہ میں عمرہ کا قصد فرمایا تو اہل مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخلے کی اجازت سے انکار کر دیا۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ (آئندہ سال) 3 دن اس (مکہ مکرمہ) میں ٹھہر سکیں گے اور معاہدے کی تحریر میں لکھا گیا: ''یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طے پایا ہے۔'' اس پر قریش مکہ بگڑ گئے اور کہا کہ ہم تو آپ ﷺ کو (رسول اللہ ﷺ) نہیں مانتے کیونکہ اگر ہمیں (یقینی) علم ہو کہ آپ ﷺ نبی ہیں تو ہم آپ ﷺ کو (مکہ مکرمہ میں) داخلے سے کیوں روکتے؟ لہٰذا یہاں محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) بھی ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''لفظ رسول اللہ (ﷺ) مٹا دو۔'' سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (جذبات محبت میں) عرض کی: ''نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ ﷺ (کے نام مبارک کے ساتھ لکھے رسول اللہ) کو نہیں مٹا سکتا۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے (معاہدے کی) تحریر خود پکڑی، حالانکہ آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے، پھر لکھا (گیا): ''یہ (وہ معاہدہ) ہے جو محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے طے کرلیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی ہتھیار لیکر نہیں آئیں گے، سوائے ایک تلوار کے جو نیام میں بند ہوگی اور یہ کہ اہل مکہ میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کے پیچھے (مدینہ منورہ) جانا چاہے تو آپ ﷺ اُسے نہیں لے جائیں گے اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں روکیں گے اگر وہ اس (مکہ)

حدیث نمبر 42: مرزا صاحب نے اس کے تحت تین روایات نقل کی ہیں: ایک ابوداوٗد سے اور دو سنن نسائی الکبریٰ سے اور ابوداوٗد کی ایک حدیث میں پانچ جھوٹ بولے ہیں، جبکہ تینوں روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، اور ان کے ضعف کی دو وجوہات ہیں:

نمبر1: تینوں روایات کے مرکزی راوی عبداللہ بن ظالم تابعی ہیں اور یہ تینوں روایات سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کر رہے ہیں۔ انھی کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن ظالم کی سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ روایت صحیح نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔[الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 1538/4، رقم : 1035۔ العلل دار قطني: 4/412 ۔ تهذيب التهذيب، راوی نمبر: 3248۔ديوان الضعفاء:219/3 ۔ ميزان الاعتدال: 448/2 ۔ مستدرك حاكم: 32/4 ۔ نسائی الکبریٰ: 8205]

نمبر2: تینوں روایات کی سندوں میں ہلال بن یساف عبداللہ بن ظالم سے بیان کر رہا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ سنن نسائی الکبریٰ جس کا مرزا صاحب نے حوالہ دیا اور اس کی دو روایات نقل کیں، اسی کتاب میں امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق بھی پیش کی اور امت کو خبردار بھی کیا کہ ہلال بن یساف نے یہ روایت عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنی، یعنی یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن افسوس کہ مرزا صاحب اس عبارت چھپا گئے۔ اور خود ہی اپنے پمفلٹ کے پہلے صفحے کی پہلی آیت اور پہلی حدیث کے تحت اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کے مستحق بنے۔ والعیاذ باللہ ایسا تحقیقی لٹریچر (جو حقیقت میں تخریبی لٹریچر ہے) مرزا ہی کو مبارک ہو۔

قارئین! ہم نے دلائل کے ساتھ ان تینوں روایات پر دو معقول اور مدلل اعتراضات کئی ایک محدثین کے حوالہ جات سے پیش کیے ہیں۔ اگر مرزا صاحب میں ہمت ہے تو ہمارے ان دو اعتراضات کے جوابات تحریر کریں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ فلاں نے صحیح کہا، کافی نہیں، بلکہ جناب والا ان اعتراضات کے جوابات لکھنا بھی آپ کے ذمے ہے۔

سنن ابوداوٗد کی حدیث: اس روایت کے ترجمے میں مرزا صاحب نے جھوٹ بول کر 5 دھوکے دیے یا 5 مرتبہ تحریف کی ہے اور ترجمہ بدلا ہے۔

جھوٹ نمبر1: دوسری لائن میں ''انہوں نے فلاں شخص کو خطیب مقرر کیا۔'' یہ غلط ترجمہ ہے، جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''فلاں شخص نے خطیب مقرر کیا۔''

فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب کے ترجمے میں مقرر کرنے والا سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا ہے، حالانکہ اصل عبارت میں ''أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا'' مقرر کرنے والا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ کوئی اور

ہےاوراس کی تائیداگلی روایت سنن نسائی الکبریٰ (جوضعیف ہے) کی پہلی لائن کے آخر سے ہورہی ہے کہ خطیب مقرر کرنے والے سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے نہ کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

جھوٹ نمبر۲: دوسری لائن میں مرزا صاحب نے بریکٹ لگا کر لکھا کہ ''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوخطیب مقرر کیا گیا جس کا نام اسی حدیث کے اگلے طریق میں آیا ہے''۔

قارئین! یہ مرزا صاحب کی بوکھلاہٹ اور سیاہ جھوٹ ہے۔ اگلے طریق میں یہ بات بالکل بھی نہیں کہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوخطیب مقرر کیا گیا تھا بلکہ اس میں تو ہے کہ انہوں نے خطباء مقرر کیے تھے۔ دیکھیں اگلی حدیث کی سطر نمبر 2-1۔

جھوٹ نمبر۳: مرزا صاحب نے سطر نمبر دو کے آخر میں لکھا: ''سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر''۔ مرزا جی! آپ نے خود ہی اگلے طریق میں لکھ دیا کہ انہوں نے خطباء مقرر کیے تھے، لہٰذا ان کا خود تقریر کرنا تو ثابت ہی نہیں۔ یہ بھی آپ کا جھوٹ اور سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے، جس کا کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر۴: سطر نمبر۳ میں مرزا صاحب نے لکھا: ''اس ظالم (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھ رہے ہو''۔ یہ بھی مرزا صاحب کا ایک محبّ وخادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابی پر بہتان اور جھوٹ ہے۔ اس ضعیف روایت میں اس ظالم سے مراد وہ خطیب ہے جسے سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا نہ کہ وہ خود ہیں۔

جھوٹ نمبر۵: سطر نمبر۳ میں مرزا صاحب نے لکھا: ''جو (یعنی سیّدنا مغیرہ بن شعبہؓ) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کررہا ہے، جس کی خبر اسی حدیث کے اگلے طریق میں آرہی ہے''۔

یہ بھی مرزا صاحب کا سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر بہتان اور جھوٹ ہے۔ اگلے کسی طریق میں نہیں ہے کہ سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتے تھے، بلکہ ان ضعیف روایات میں بھی (جن کی تفصیل بیان کردی گئی ہے) لعنت اور برا بھلا کہنے والے خطیب تھے، نہ کہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

خلاصۂ کلام: خود امام بخاری اور امام نسائی رحمہما اللہ نے اس روایت کی جو وجہ ضعف بیان کی ہے مرزا صاحب نے اسے چھپالیا۔ نیز اس میں مرزا صاحب نے 5 جھوٹ بولے ہیں اور اصل مسئلہ بھی ثابت نہیں کرسکے، اُلٹا سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کا بہتان لگایا اور ازرُوئے قرآن وحدیث مرزا جی نے خود بہت سی لعنتیں اپنے دامن میں سمیٹ لیں۔

سنن نسائی الکبریٰ کی پہلی حدیث: اس میں مرزا صاحب کے دو جھوٹوں کا ثبوت ہے۔

پہلا جھوٹ: یہ روایت بھی اگرچہ ضعیف ہے (جیسا کہ پہلے گزرچکا ہے) اس کے باوجود مرزا صاحب کا اصل مسئلہ ثابت نہیں ہوا، کیونکہ اس کی پہلی لائن کے آخر اور دوسری لائن کے شروع میں ہے کہ ''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خطباء مقرر کیے۔'' معلوم ہوا کہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ خود خطیب نہیں تھے، بلکہ ''خطباء مقرر کیے تھے'' کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا گزشتہ روایت میں دوسری لائن کے آخر میں یہ لکھنا (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر) ایک بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔

دوسرا جھوٹ: اس ضعیف روایت میں واضح الفاظ ہیں کہ لعنت کروا رہا ہے، لیکن مرزا صاحب نے گزشتہ روایت میں تحریف کرتے ہوئے تیسری لائن میں جھوٹ بولا تھا کہ ''جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کررہا ہے جس کی خبر اسی حدیث کے اگلے طریق میں آرہی ہے''، یہ بھی مرزا صاحب کا بہتان تھا اور ترجمے میں تبدیلی کرکے صحابہ دشمنی کا ایک اور ثبوت تھا۔

سنن نسائی الکبریٰ کی دوسری حدیث: یہ روایت بھی ضعیف ہے اور اسی کتاب میں خود امام نسائی رحمہ اللہ کا اپنا تبصرہ بھی موجود ہے کہ ''ہلال بن یساف'' نے اس روایت کو عبداللہ بن ظالم تابعی سے نہیں سنا۔ افسوس! ضعیف ہونے کے باوجود یہ روایت مرزا صاحب کی صحابہ دشمنی اور تحریف سے نہ محفوظ نہ رہ سکی۔ مرزا جی نے اس روایت کی سطر نمبر 3 کے درمیان بریکٹ لگائی اور حدیث کا ترجمہ بدل کر سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر بہتان لگاتے ہوئے جیسے مذموم اور مکروہ دھندے سے گریز نہ کیا۔

اصل عبارت یہ ہے: ''أَوَ قَـدْ فَـعَـلُـوهَـا'' ''یعنی کیا واقعی ان لوگوں نے (جمع کا صیغہ ہے اور مراد وہ خطباء ہیں) ایسا کیا ہے؟'' لیکن افسوس صد افسوس! مرزا صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ ہی بدل دیا اور اپنی دشمنی کی خاطر حدیث کی عبارت ہی بدل ڈالی اور ترجمہ یہ لکھا: ''کیا واقعی وہ (مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) ایسا کررہے ہیں؟''

مرزا صاحب! اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور خواہ مخواہ! اپنی اور اپنے مقلدین کی آخرت برباد نہ کریں اور احادیث کے تراجم میں تحریف وتبدیلی کرکے اپنے اور اپنے سادہ لوح مداحین کے لیے اللہ تعالیٰ اور اہل دنیا کی لعنتوں کو دعوت نہ دیں۔

حدیث نمبر43: اس روایت میں مرزا جی جہاں خود اپنی ہی دلیل کا شکار ہوگئے ہیں، وہاں حدیث کے ترجے میں بھی غلطی کرکے اپنی علمی صلاحیت کی قلعی بھی کھول دی ہے۔ اسی طرح اس روایت میں مرزا صاحب کے سارے مقدمے کی عمارت بھی کئی اعتبار سے زمین بوس ہوگئی ہے، والحمدللہ۔

(ا) مرزا جی ہمیشہ یہ تأثر دیتے ہیں کہ شامی فوج اور شامی لوگ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی گستاخیاں کرتے تھے، جبکہ اس میں دوسری لائن میں ہی واضح بات لکھی ہے کہ وہاں اہلِ کوفہ موجود تھے، یعنی کوفیوں کی مجلس تھی۔ اور اس میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس میں شامی بھی موجود تھے۔ مرزا جی! اب تو اللہ کا کچھ خوف کریں اور آج سے کوفیوں پر چڑھائی شروع کردیں۔

(۲) کوفیوں کی مجلس میں آنے والا اور برا بھلا کہنے والا کوئی شامی نہیں تھا، اور نہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا کوئی کارِخاص، نہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا کوئی فرد، بلکہ وہ بدبخت کوفی ہی تھا۔لہٰذا آج کے بعد خود اپنے پمفلٹ کے مطابق یہ بات کوفیوں پر فِٹ کریں (جو بظاہر سیّدنا علی، سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہم کے قریبی ساتھی تھے)۔آج کے بعد کسی شامی فوج اور شامی افراد یا بنوامیہ پر الزام تراشی کرنا قرینِ انصاف نہیں۔

(۳) اس روایت میں واضح ہے کہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نہ کسی کو حکم دیا تھا نہ ترغیب، بلکہ وہ کوفی تھے ہی ایسے بدبخت کہ انہوں نے کبھی بھی خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم دردی نہیں کی اور نہ ان کی حفاظت ہی کی، بلکہ ان کی عزت، جان اور مال پر ہاتھ انہوں ہی نے ڈالا اور حملے انھی کی طرف سے ہوئے۔

(۴) جب سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کو روکا تو سیّدنا مغیرہ بن شعبہؓ نے سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بالکل کچھ نہیں کہا، بلکہ خاموش رہ کر ان کی تائید ہی کی۔ ورنہ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرما دیتے کہ اے مغیرہ بن شعبہ! تو نے حکم دیا ہے اور تو نے یہ بہت بڑی غلطی کی ہے، یا خود وہ آدمی (قیس بن علقمہ) ہی کہہ دیتا کہ مجھے مغیرہ نے حکم دیا ہے، یا کم از کم سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہی اس کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے۔

ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہوئی۔ یہ بہت واضح دلیل ہے کہ یہ کوفی لوگوں کی کھلی شرارت تھی اور انہی لوگوں کا خبثِ باطن تھا، اس میں شامی فوجوں اور شامی افراد اور بنوامیہ کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ **والحمد للّٰہ علی ذلك۔**

(۵) مرزا صاحب نے تیسری لائن کے درمیان ترجمہ لکھا: ''اس (فلاں شخص) نے اس کا بھی استقبال کیا۔'' یہ ترجمہ اس جگہ عبارت اور حالات کے اعتبار سے درست نہیں، کیونکہ (۱) اس سے پہلے جب سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ آئے تھے تو سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انھیں مرحبا کہہ کر ان کا استقبال کیا تھا اور اپنے پاس تخت پر بٹھایا تھا۔تو اگر سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کا استقبال کیا تھا تو ہمارا سوال یہ ہے کہ کس طرح استقبال کیا تھا؟ کیا اس کو مرحبا کہا یا اس کو اپنے پاس بٹھایا یا کیا تھا؟ حالانکہ ایسا کوئی تذکرہ حدیث میں موجود نہیں ہے۔

(۲) اگر انہوں نے اس آدمی کا استقبال کیا ہوتا تو ضرور سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ یہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا ہے اور آپ اس کا استقبال کر رہے ہیں۔لیکن انہوں نے ایسا بالکل نہیں کہا۔کوئی جملہ تو دور کی بات، کوئی اشارہ بھی نہیں کیا۔

(۳) اس کا صحیح ترجمہ جو عربی لغت اور عربی گرامر کے اعتبار سے اور سیاق وسباق کے اعتبار سے درست ہے، وہ یہ ہے کہ ''وہاں ایک کوفی شخص آیا جس کا نام قیس بن علقمہ تھا، پھر وہ اس مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور برا بھلا کہنے لگا۔عربی عبارت ہے: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْكُوفَةِ يُقَالُ لَه قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهٗ فَسَبَّ فَسَب۔اس میں فَاسْتَقْبَلَهٗ کے معنی استقبال کرنے کے نہیں، بلکہ اس کے معنی ''متوجہ ہونے کے ہیں۔'' اور لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس روایت میں تحریف کے بعد مسند احمد کی اگلی ہی حدیث میں اس کا ترجمہ خود بھی ''متوجہ ہونا'' ہی کیا ہے۔

نوٹ: قیس بن علقمہ کوفی نے کوفیوں کی مجلس میں صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، لیکن (اس حدیث کی سطر نمبر 5 میں) سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں دیکھ رہا ہوں تمہارے سامنے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں۔'' قارئینِ کرام! غور فرمائیں کہ اس نے برا بھلا تو ایک صحابی کو کہا تھا، لیکن صحابہ ایک صحابی کو برا بھلا کہنا بھی ایسے ہی سمجھتے تھے جیسے اس نے سب صحابہ کو برا بھلا کہا ہے۔لہٰذا مرزا جی! آپ اور آپ کے پیروکار اور اندھے مقلد کسی خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہم تو صرف ایک دو صحابہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں، بلکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا مغیرہ بن شعبہ اور سیّدنا عمرو بن عاص وغیرہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی کو بھی گالی دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا۔اس کی مثال قرآنِ مجید سے یوں ملتی ہے: ﴿كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الشعراء:123] ''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔''

حالانکہ قومِ عاد کی طرف تو صرف ایک رسول سیّدنا ہود علیہ السلام ہی مبعوث ہوئے تھے، لیکن اس ایک پیغمبر کے انکار کو اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں کے انکار سے تعبیر کیا۔ بعینہٖ (1) ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الشعراء:141] ''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' (2) ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الشعراء:176] ''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' (3) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الشعراء:160] ''لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔''

(4) ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الحجر:80] ''اور بلاشبہ یقیناً ''حجر'' والوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔'' ان تمام مقامات پر ایک رسول کو جھٹلانا تمام رسولوں کو جھٹلانا شمار کیا گیا ہے۔اسی طرح سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کی برائی بیان کرنے کو تمام صحابہ کی برائی کرنا شمار کیا ہے۔مرزا جی! آپ تو ایک سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق نازیبا

جملے اوراشارے کرتے ہیں۔قرآنی اُسلوب اورسیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ بھی تمام صحابہ کے ساتھ ہی نامناسب رویہ رکھتے ہیں۔ذراغور کریں کہ یہ کتنا سنگین جرم ہے۔

نوٹ: اسی صفحے کی آخری لائن میں ہے:(تم سب کان کھول کرسن لو) مرزاجی! آپ بھی کان کھول کرسن لیں اوراپنے اعمال کی فکر کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کسی صحابی کا چہرہ غبار آلود ہونا سیدنا نوح علیہ السلام جتنی عمر کی نیکیوں سے بہتر ہے۔

مرزاصاحب! غور کریں سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا مغیرہ بن شعبہ اورعمرو بن عاص رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی جنگوں میں شریک ہوئے تھے، اور کئی مرتبہ ان کے چہرے بھی غبار آلود ہوئے تھے، اوران کے چہروں کا غبار آلود ہونا، تابعین کی تمام عمر کے نیک اعمال سے بہتر ہے، خواہ اسے سیّدنا نوح علیہ السلام جتنی عمر ہی کیوں نہ دے دی جائے۔مرزاجی! اگر تابعین، جو عظیم ترین ہستیاں تھیں، وہ کسی صحابی کے ایک عمل کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے، تو آپ اورآپ کے مقلدین سیّدنا معاویہ، سیّدنا مغیرہ بن شعبہ اورسیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم وغیرہم کا مقابلہ کیسے کرسکتے ہیں۔؟

لہٰذا مرزاصاحب! ان تمام کا احترام کریں اوراحترام ہی کی تلقین کریں۔جتنے لوگ آپ کوسن کریا آپ کارویہ دیکھ کرصحابہ رضی اللہ عنہم گالیاں دیں گے ان کا گناہ بھی آپ کے ذمے ہوگا، کیونکہ اس کا سبب صرف آپ ہی ہیں۔

مسند احمد کی حدیث:

☆ اس حدیث کی سطر نمبر 3 میں واضح ہے کہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا استقبال نہیں کیا تھا بلکہ وہ شخص آپ کی طرف متوجہ ہوا تھا، لہٰذا مرزاصاحب کا گذشتہ حدیث میں ''استقبال کرنے والا'' ترجمہ کرنا بالکل غلط ہے اور بہتان تراشی ہے۔

☆ برا بھلا کہنے والا کوفہ کا (جو سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا دارالحکومت بھی رہا) باشندہ تھا، اوریہی لوگ سیّدنا علی اورسیّدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے قاتل بھی تھے۔

☆ مرزاصاحب! اس روایت کے آخر کو دیکھیں، پڑھیں اورسوچیں کہ سیّدنا ابوسفیان، سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا عمرو بن عاص اورسیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کیا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کسی غزوے میں شریک ہوئے؟ اگر ہوئے اوریقیناً ہوئے، تو آپ اپنے اعمال کی خیر منائیں۔

حدیث نمبر 44: 8 ضعیف روایات جن کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اوریہ روایت بھی ان میں سے ایک ہے مرزاصاحب ان کو بار بار بالتفصیل ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہمی بغض اوران کی دشمنی بیان کرنے کی مذموم کوشش کررہے ہیں۔

سنن نسائی الکبری کی پہلی حدیث: امام نسائی رحمہ اللہ نے خود اسی حدیث کے آخر میں فیصلہ سنادیا ہے کہ ''ہلال بن یساف'' نے یہ روایت ''عبداللہ بن ظالم'' سے نہیں سنی۔[سنن نسائی الکبری، رقم: 8135، 8148] قارئین کس قدر دھوکا اوردجل ہے کہ اسی حدیث کے آگے امام صاحب نے اس کا ضعف بھی لکھا ہے لیکن مرزاجی نے اس کو چھپا کر پھر وہی روش اختیار کی طعنے غیروں کو دیتے رہے اورقصور اپنا نکل آیا۔لہٰذا یہ روایت جب ضعیف ہے تو ضعیف روایات پیش کرنا اوراوپر صحیح الاسناد لکھنا صرف جہالت ہی نہیں بلکہ سادہ لوح عوام سے دھوکا بھی ہے۔

سنن نسائی الکبری کی دوسری حدیث: اس میں فلاں بن فلاں مجہول ہے جس کی وجہ سے روایت ضعیف ہے۔

☆ یہ آخری روایت ''سنن نسائی اورابوداؤد'' والی میں مرزاصاحب نے **بریکٹ لگا کر تحریف کی** ہے اوراپنا جملہ حدیث کے کھاتے ڈالنے کی کوشش کی ہے۔نسائی کے الفاظ ہیں: ''فَذَكَرَ مِنْ عَلِيٍّ شَيئاً۔'' ''انہوں (سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا کچھ تذکرہ کیا۔'' اورابوداؤد میں الفاظ ہیں ''فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا'' ''ایک آدمی نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔'' اور بس۔ان دونوں روایات میں صرف ان کے تذکرے کی بات ہے، لیکن پتا نہیں مرزاصاحب کو شیطان نے وحی کرکے بتایا تھا کہ انہوں نے نازیبا کلمات کہے، یا مرزاصاحب وہاں موجود تھے جو یہ کلمات سن رہے تھے، یا ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔نہیں نہیں، بالکل نہیں، یہ صرف اورصرف ان کے دل کی غلاظت ہے جو ان کی زبان سے عیاں ہورہی ہے۔﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ [آل عمران: 118] ''ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔''

22

سے بہتر ہے خواہ اُسے سیدنا نوح ﷺ جتنی عمر (ہی کیوں نہ) دے دی جائے۔'' مُسند احمد کی حدیث میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بڑی مسجد میں تھے اور اُن کے پاس دائیں بائیں اہلِ کوفہ موجود تھے، اسی دوران اُن کے پاس سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ صحابی تشریف لائے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہا اور (شاہی) تخت پر اپنے پاؤں کی جانب اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر ایک کوفی شخص آیا اور اُس نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مسلسل گالیاں دینا شروع کر دیں۔ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اے مغیرہ! یہ کس کو گالیاں دے رہا ہے؟'' اُنہوں نے کہا: ''یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دے رہا ہے۔'' اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے (غصہ میں آ کر) فرمایا: ''اے مغیرہ بن شعبہ! اے مغیرہ بن شعبہ! میں یہ کیا سُن رہا ہوں کہ اصحابِ رسول ﷺ کو تمہارے پاس گالیاں دی جاتی ہیں اور تم اس (جرم) کو نہ تو بُرا سمجھ رہے ہو اور نہ (ہی) منع کرتے ہو! (جبکہ اسکے برعکس) میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق گواہی دیتا ہوں، وہ جو کچھ میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے محفوظ کر لیا، اور میں کوئی مَن گھڑت بات آپ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کروں گا کہ کل (روزِ قیامت) آپ ﷺ سے ملاقات ہونے پر مجھے جواب دہی جھگتنی پڑ جائے، (آپ ﷺ نے) فرمایا تھا: سیدنا ابوبکر جنتی ہیں، سیدنا عمر جنتی ہیں، سیدنا علی جنتی ہیں، سیدنا عثمان جنتی ہیں، سیدنا طلحہ جنتی ہیں، سیدنا زبیر جنتی ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔'' اور ایک نواں مسلمان بھی جنتی ہے، اگر میں چاہوں تو اُس کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔'' اس پر اہلِ مسجد نے باصرار اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا: ''اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! وہ نواں شخص کون ہے؟'' سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تُم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے ڈالا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ نواں مسلمان میں (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) ہوں اور رسول اللہ ﷺ دسویں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا شخص، جس کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں گرد آلود ہوا، اُس کا یہ عمل تمہاری تمام عمر کی نیکیوں سے بہتر ہے خواہ تمہیں سیدنا نوح ﷺ جتنی عمر (ہی کیوں نہ) دے دی جائے۔''

[سُنن ابی داؤد : 4650 ، مُسند احمد : 1629 (جلد -1 ، صفحہ -649) ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی والشیخ شعیب الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

44 سُنن نسائی الکبری کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اُس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کا نشانہ بنایا تو اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ بات سنی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اے حرا پہاڑ! تھم جا، تجھ پر (اس وقت صرف) نبی ﷺ یا صدیق یا شہید ہی تو (موجود) ہیں۔'' اور اُس وقت اُس (پہاڑ) پر رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سعید بن زید (رضی اللہ عنہم اجمعین) تھے۔ سُنن نسائی الکبری کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن ظالم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، تو وہ فرمانے لگے: ''ہمارے یہ حکمران ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر لعنت کریں، اور بے شک ہم تو لعنت نہیں کریں گے بلکہ ہم تو اُن کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عافیت کی دُعا کریں گے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ بات سنی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''عنقریب میرے بعد بہت سے فتنے رونما ہوں گے اور ایسے ایسے ہوگا۔'' اسی دوران ایک شخص وہاں آیا اور سیدنا سعید رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ مجھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت ہے! اس پر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: ''(تمہیں بشارت ہو کہ) تم تو ایک جنتی انسان سے محبت کرتے ہو۔'' پھر سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدنا سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) تھے، اگر میں چاہوں تو دسویں (جنتی) آدمی کا نام بھی بتا سکتا ہوں، یعنی وہ (سیدنا سعید رضی اللہ عنہ) خود تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حرا پہاڑ! تھم جا، تجھ پر نبی ﷺ یا صدیق یا شہید (موجود) ہیں۔'' سُنن نسائی الکبری اور سُنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبدالرحمٰن بن اخنس تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے متعلق کچھ (نازیبا الفاظ میں) کہا تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ وہیں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ بات سنی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اہلِ قریش میں سے 10- آدمی جنت میں ہیں، (رسول اللہ ﷺ جنت میں ہیں)، سیدنا ابوبکر جنت میں ہیں، سیدنا عمر جنت میں ہیں، سیدنا علی جنت میں ہیں، سیدنا عثمان جنت میں ہیں، سیدنا طلحہ جنت میں ہیں، سیدنا زبیر جنت میں ہیں، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں اور سیدنا سعید بن زید جنت میں ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔''

[سُنن نسائی الکبری : 8205 ، 8206 اور 8210 ، سُنن ابی داؤد : 4649 ، قال الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

45 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ماہِ ذی القعدہ میں عمرہ کا قصد فرمایا تو اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخلے کی اجازت سے انکار کر دیا۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ (آئندہ سال) 3 دن اس (مکہ مکرمہ) میں ٹھہر سکیں گے اور معاہدے کی تحریر میں لکھا گیا: ''یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طے پایا ہے۔'' اس پر قریش مکہ بگڑ گئے اور کہا کہ ہم تو آپ ﷺ کو (رسول اللہ ﷺ) نہیں مانتے کیونکہ اگر ہمیں (یقینی) علم ہو کہ آپ ﷺ نبی ہیں تو ہم آپ ﷺ کو (مکہ مکرمہ میں) داخلے سے کیوں روکتے؟ لہٰذا یہاں محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) بھی ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''لفظ رسول اللہ (ﷺ) مٹا دو۔'' سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (جذباتِ محبت میں) عرض کی: ''نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ ﷺ (کے نام مبارک کے ساتھ لکھے رسول اللہ) کو نہیں مٹا سکتا۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے (معاہدے کی) تحریر خود پکڑی، حالانکہ آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے، پھر لکھا (گیا): ''یہ (وہ معاہدہ) ہے جو محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے طے کر لیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی ہتھیار لیکر نہیں آئیں گے، سوائے ایک تلوار کے جو نیام میں بند ہوگی اور یہ کہ اہلِ مکہ میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کے پیچھے (مدینہ منورہ) جانا چاہے تو آپ ﷺ اُسے نہیں لے جائیں گے اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں روکیں گے اگر وہ اُس (مکہ)

23

میں مقیم ہونا چاہے۔'' .... چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے (بطورِ دل جوئی کے) ارشاد فرمایا: ''(اے علی!) تم مُجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔'' جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر ایک مسلمان کے ولی (دلی دوست) ہوں گے۔'' جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ تھا، آپ ﷺ نے دُعا کی: ''اے اللہ تعالیٰ! اپنی مخلوق میں سے سب سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج جو میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے۔'' پس (دُعا قبول ہوئی اور اُسی وقت ہی) سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ پرندہ تناول فرمایا۔ المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں میں سب سے بڑھ کر محبوب کون تھا؟ فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پوچھا گیا: مردوں میں کون تھا؟ فرمایا: اُن کے شوہر (سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) جو بہت ہی روزے رکھنے والے اور شب زندہ دار تھے۔ مُسند ابی یعلی ، المُعجم الصغیر اور سُنن نسائی الکبری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوعبداللہ جدلی تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (انتہائی دُکھی ہو کر) مجھ سے فرمانے لگیں: ''کیا رسول اللہ ﷺ کو منبروں پر گالیاں دی جاتی ہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ یہ (انتہائی گستاخانہ اور قبیح فعل) کیونکر ہو سکتا ہے؟ تو اُنھوں نے فرمایا: ''کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُن سے محبت کرنے والوں کو گالیاں نہیں دی جاتیں؟ (جبکہ) میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اُن سے محبت فرمایا کرتے تھے۔'' (یعنی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منبروں پہ گالیاں دینا حقیقت میں تو رسول اللہ ﷺ پہ گالیاں بکنے کے ہی مترادف ہے)۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

[صحیح بُخاری : 4251 ، جامع ترمذی : 3712 اور 3721 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مشکوۃ المصابیح تحت الحدیث 6094 : اسنادہ صحیح]

[المُستدرک للحاکم : 4744 ، قال الامام حاکم : اسنادہ صحیح ، مُسند ابی یعلی : 6977 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مشکوۃ تحت الحدیث 6101 : اسنادہ صحیح]

[المُعجم الصغیر للطبرانی : 889 ، سُنن نسائی الکبری : 8476 ، قال الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری فی خصائص علی تحت الحدیث 8476 : اسنادہ صحیح]

نوٹ علامہ جلال الدین السیوطی (المتوفی -911 ھجری) لکھتے ہیں: ''بنو اُمیہ (اپنے) خطبات میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دیا کرتے تھے، پھر جب سیدنا عمر بن عبدالعزیز تابعی رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو اُنھوں نے اس (غلیظ، انتہائی گستاخانہ اور قبیح رسم) کو بند کروا دیا، اور حکومتی کارندوں کے نام حُکم نامہ جاری فرمایا کہ اس (غلیظ رسم) کو بند کر دیا جائے۔ پھر اُسکی جگہ اس (آیت) کو جاری فرمادیا: ''بے شک (اے ایمان والو!) اللہ تعالیٰ تمہیں (ان 3 کاموں کا) حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف سے کام لو اور احسان کرو، اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ، اور (تمہیں ان 3 کاموں سے) منع فرماتا ہے بے حیائی سے اور بُرے کاموں سے اور سرکشی سے۔ وہ (اللہ تعالیٰ) تمہیں وعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کر سکو۔'' [النحل : 90] ، چنانچہ اُس وقت سے اَب تک خطبات میں اس (آیت مبارکہ) کی قرأت مسلسل جاری ہے۔'' [تاریخ الخلفاء للسیوطی "باب عمر بن عبد العزیز"]

46 سُنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میدانِ عرفات میں تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) کی آواز سنائی نہیں دے رہی؟'' میں نے عرض کیا کہ لوگ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (کے منع کرنے کی وجہ) سے ڈرتے ہیں۔'' (اس لئے بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی بجائے آہستہ آواز میں ہی کہہ لیتے ہیں)۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (غصہ کی حالت میں) اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا: لبیک اللھم لبیک ، لبیک اللھم لبیک ، (اور ساتھ ہی فرمایا) بے شک اُن لوگوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بُغض رکھنے کی وجہ سے (بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی) سُنت مبارکہ کو (ہی) چھوڑ دیا ہے۔ سُنن الکبری للبیھقی کی حدیث میں ہے کہ: سیدنا سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم میدانِ عرفات میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو انہوں نے سوال فرمایا: ''کیا وجہ ہے کہ مجھے لوگوں کے تلبیہ کی آواز سنائی نہیں دے رہی؟'' میں نے عرض کیا کہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ڈرتے ہیں۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (غصہ کی حالت میں) اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور پکارا: ''لبیک اللھم لبیک ، خواہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو جائے (یعنی وہ میرے اس سنت پر عمل کرنے کو خواہ بُرا ہی مان جائیں)، (اور ساتھ ہی فرمایا) اے اللہ تعالیٰ! ان لوگوں پر لعنت فرما بے شک ان لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بُغض کی وجہ سے (بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی) سُنت مبارکہ کو (ہی) چھوڑ دیا ہے۔'' (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بلند آواز سے تلبیہ کہنا تو سنت پر عمل تھا نہ کہ ذاتی اجتہاد تھا)۔

[سُنن نسائی : 3009 ، قال الشیخ زبیر علیزئی و الالبانی : اسنادہ صحیح ، سُنن الکبری للبیھقی : 9447 ، قال الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

47 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (نباتات نکالے) اور مخلوقات کو پیدا فرمایا، بے شک نبی اُمّی ﷺ نے مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ مُجھ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور منافق ہی مُجھ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے نفرت کرے گا۔'' [صحیح مُسلم : 240]

48 فضائل الصحابۃ لاحمد ابن حنبل کی حدیث میں ہے: سیدنا ابومریم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: ''میری (ذات کی) وجہ سے دو (قسم کے) لوگ ہلاک (یعنی گمراہ) ہو جائیں گے، (پہلی قسم) حد سے زیادہ محبت میں غلو کرنے والے، اور (دوسری قسم مجھ سے) بُغض رکھنے والے۔'' فضائل الصحابۃ اور السُنۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوالسوار تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ کی غیبی خبر کی بنیاد پر) فرمایا: ''کچھ لوگ مجھ سے محبت کریں گے یہاں تک کہ محبت (میں غلو) اُن (رافضیوں) کو آگ میں داخل کر دے گا اور کچھ لوگ مجھ سے بُغض رکھیں گے یہاں تک کہ یہ بُغض اُن (ناصبیوں) کو آگ میں لے جائے گا۔''

[فضائل الصحابۃ لاحمد ابن حنبل : 984 اور 952 ، السُنۃ لابن ابی عاصم : 819 ، قال الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

حدیث نمبر 45: اس کے تحت مستدرکِ حاکم والی روایت کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن مرزا جی نے اس کو چھپا لیا اور اسی روایت میں ڈنڈی مارتے ہوئے الفاظ ہی حذف کر کے کتمانِ علم کا ثبوت بھی دیا۔

صحیح بخاری کی حدیث: مرزا صاحب نے اس روایت کی سطر نمبر 5 میں بریکٹ لگائی کہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (جذباتِ محبت میں) عرض کی۔ اے کاش! مرزا صاحب اسی طرح کی ایک دو بریکٹ حدیثِ قرطاس میں بھی لگا دیتے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جذباتِ محبت ہی میں کہا تھا کہ آپ آرام فرمائیں، اللہ کی (بتائی ہوئی اور آپ کی سمجھائی ہوئی) شریعت ہمیں کافی ہے۔ لیکن افسوس کہ کم بخت تعصب وہاں ایسی بریکٹ لگانے سے مانع رہا۔

نوٹ: مرزا صاحب! کوئی اہلِ حدیث واہلِ سنت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا منکر نہیں۔

جامع ترمذی کی پہلی حدیث: جی ہر مسلمان سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، لیکن اختلافِ رائے کا ہو جانا ان کے دلی دوست ہونے سے مانع نہیں، کیونکہ اختلاف تو سیّدنا علی وسیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے مابین بھی ہو جاتا تھا، سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما (دونوں اہلِ بیت) کے درمیان بھی ہو گیا تھا۔ تو جس طرح ان پر کوئی حکم نہیں لگے گا، اسی طرح جنگِ جمل وصفین کے صحابہ پر بھی کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا۔

جامع ترمذی کی دوسری حدیث: مرزا صاحب! اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ کاش! آپ حوالہ جات میں یہ بھی لکھ دیتے کہ یہ روایت محدثِ اعظم علامہ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ''سفیان بن وکیع'' ضعیف اور ساقط الحدیث ہے اور ''اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الکبیر'' روایت میں وہم کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ تشیع سے متہم بھی ہے۔ اس روایت میں تشیع بھی ہے۔ تاہم اگر بعض کی تحقیق کے مطابق یہ روایت درست بھی ہو تو اس سے مرزا صاحب کا مزعومہ دعویٰ ثابت نہیں ہو رہا۔

مستدرکِ حاکم کی حدیث:

نمبر 1: امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی تلخیص سے صرف اس لیے حذف کیا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور یہ جملہ مستدرکِ حاکم ہی میں لکھا ہوا ہے کہ وحذفہ الذھبی من التلخیص لضعفہ (اس حدیث کو امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب تلخیص مستدرکِ حاکم میں اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے)۔ لیکن مرزا صاحب نے اس عبارت کو چھپا کر خود کو حق چھپانے

والی آیات واحادیث کا مصداق قرار دیا۔

نمبر۲: مرزا صاحب! یاد رکھیں، ہم سیّدنا علی المرتضیٰ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن ضعیف روایات میں وارد شدہ فضائل در حقیقت ان کے فضائل ہیں ہی نہیں، اس لیے ان کا انکار کیا جارہا ہے۔ لیکن آپ کو کیا خاص ضرورت پڑ گئی کہ صحیح بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت چھوڑ کر ایک ضعیف روایت بیان کریں، وہ روایت کہ جس میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبت کے متعلق بتائیں (کہ مجھے مردوں میں سب سے زیادہ پیارا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے اور عورتوں میں ان کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے ہے [بخاری :3662]

اس مستند روایت کو چھوڑ کر ایک ضعیف روایت بیان کرنا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ایک دوسرے فرد سے پوچھا گیا، محض لوگوں کے ذہن سے سیّدہ عائشہ اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما کی محبت اور عظمت کم کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟

نمبر۳: مرزا صاحب نے اس روایت کے ترجمے میں بھی اپنی انجینئرنگ کرتے ہوئے سیّدہ عائشہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی باہمی محبت چھپانے کی کوشش کی ہے۔

اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں: ''اِنْ کَانَ مَا عَلِمْتُہٗ'' کہ میرے علم کے مطابق وہ بہت زیادہ روزہ دار اور شب زندہ دار تھے، اور واقعتاً وہ ایسے ہی تھے۔ لیکن مرزا صاحب نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلے الفاظ اپنی کتاب سے حذف کر کے خیانت کی اور ایک مرتبہ پھر خود کو پمفلٹ کی اسی پہلی آیت اور حدیث کا مصداق ثابت کیا۔

مسند ابی یعلی، المعجم الصغیر اور سنن نسائی الکبریٰ کی حدیث:

مرزا صاحب! اس روایت میں لفظ ''یُسَبُّ'' استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی ہر جگہ ''گالی دینا'' کے نہیں ہوتے۔

''سب'' کے مختلف معانی:

(1) ڈانٹ پلانا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے موقع پر اپنے دو صحابہ پر سبّ کیا (یعنی ڈانٹا)۔ [صحیح مسلم:5947]

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سبّ کیا۔ [صحیح بخاری:602]

سیّدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سبّ کیا۔ [صحیح مسلم:989]

باب ہے اس شخص کے بارے میں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی (اور وہ اس کا حقدار نہ تھا) یا اس کو ڈانٹا یا اس کے خلاف بددعا کی۔ شارحِ صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: ''بَابُ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ اَوْ سَبَّهُ اَوْ دَعَا عَلَيْهِ'' [صحیح مسلم، کتاب البر والصلة]۔ اب کیا یہاں کوئی مسلمان سبّ کا مطلب گالی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا محدثین بھی سبّ سے صرف گالی مراد نہیں لیتے تھے بلکہ اسے متعدد معانی پر محمول کرتے تھے جیسے یہاں اس کا مطلب ڈانٹنا ہے۔

(2) عار دلانا: سبّ کے دوسرے معنی ہیں: عار دلانا۔ جب سیّدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے گئے تو اس وقت ان کو کعب بن اشرف نے کہا کہ اپنے بچوں کو میرے پاس گروی رکھوا دو، تو سیّدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''يُسَبُّ ابْنُ اَحَدِنَا'' ہمارے بچے کو عار دلائی جائے گی (کہ تم تو گروی رکھوائے گئے تھے)۔ [مسلم:4664]

(3) کسی کی مخالفت کرنا: یعنی کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کہ یہ ہمارے معبودوں پر سَبّ کرتے ہیں (یعنی ان کی مخالفت کرتے ہیں)۔ [مسند احمد:10525]

(4) کسی سے اختلافِ رائے کرنا: ایک مسلمان اور یہودی کا اختلاف ہوا تو دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ کیا (یعنی اختلافِ رائے کیا)۔ [صحیح بخاری:2411]

(5) کسی کے فیصلے کو غلط کہنا: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے پر سب کیا (یعنی ایک دوسرے کے فیصلے کو غلط کہا)۔ [صحیح بخاری:4033]

(6) ''سب'' کے معنی کسی کی غلطی بیان کرنا، برا کہنا، عیب لگانا اور آڑے ہاتھوں لینا بھی ہوتے ہیں۔ [القاموس الوحید]

اب آپ سب سے پہلے لفظِ ''سَبَّ'' کے معنی اگر یہ لیں کہ وہ منبروں پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر عیب لگاتے اور ان کی غلطی بیان کرتے تھے کہ انہوں نے قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ کیوں نہیں لیا اور ان کا یہ فعل ان کی نظر میں ایک غلطی تھا، تو وہ مفہوم جو مرزا صاحب بنا رہے ہیں وہ بالکل ختم ہو کر رہ جائے گا۔

مرزا صاحب! سبَّ کے معنی اگر آپ ہر جگہ گالی ہی کریں گے تو بتائیں [صحیح بخاری، رقم: 4033] میں الفاظ ہیں ''فاستَبَّ عَلِيٌّ وَ عَبَّاس'' سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے پر سب کیا تو اس کا ترجمہ آپ کیا کریں گے؟ اور کیا پھر اس پر سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت کو فٹ کر کے آپ کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ! سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ نہیں نہیں! اور کبھی نہیں! تو جس طرح آپ صحیح بخاری کی اس روایت میں احتیاط کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہاں اختلاف کی صورت میں اپنے آپ کو درست کہنا اور دوسرے کی غلطی بتانا یا ان کو آڑے ہاتھوں لینا مقصود ہے، تو بالکل یہی ترجمہ اس جگہ بھی کیا جا سکتا ہے جہاں آپ گالیوں کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ اور یہ بات حقیقت

ہے کہ جس طرح یہاں سیّدنا عباس اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں عظیم ہستیاں اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر دوسرے کو غلطی پر سمجھ رہے تھے، بالکل اسی طرح اس موقع پر بھی ایک جماعت (اگر چہ یہ خود اجتہادی خطا پر تھے، لیکن) دوسری جماعت کو خطا پر سمجھ کر اس کی غلطی بیان کرتے تھے۔لیکن مرزا صاحب نے ترجمہ ''گالیاں بکنا'' کر کے معاملے کو ایک عجیب رنگ دینے کی مسموم کوشش کی ہے۔اور یہ بات بھی یاد رہے کہ کسی صحیح صریح روایت میں سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یا سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خود سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا یا گالی کا حکم دینا ثابت نہیں۔

مرزا جہلمی صاحب کے جھوٹے نوٹ کا جواب: مرزا صاحب نے اس نوٹ کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی کی ایک عبارت نقل کی جو سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔افسوس کہ مرزا صاحب نے اس پمفلٹ کے 32 صفحات کی اوپر والی لائن ہر صفحے پر جو لکھی وہ خود نہ پڑھ سکے، شاید وہ ان کے لیے معتبر نہ تھی، اور اس پمفلٹ میں ایک اور جھوٹی، بے سند بات نقل کر دی، اور یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر مرزا صاحب نے اس کتاب کا صفحہ نمبر تک بتانے کی بھی ضرورت نہ سمجھی کہ کہیں کوئی اس مقام پر پہنچ کر موصوف کی چوری اور سینہ زوری سے مطلع نہ ہو جائے۔مرزا جی! آپ نے خود لکھا ہے کہ ''یہ پمفلٹ جھوٹی، بے سند اور ضعیف الاسناد تاریخی روایات کے فتنوں سے بچنے والوں کے لیے۔'' لیکن افسوس کہ آپ نے اتنی بڑی جھوٹی بات نقل کر دی اور وہ بھی بے سند۔آپ نے خود لکھا کہ جلال الدین سیوطی صاحب 911ھ میں فوت ہوئے اور انہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں یہ واقعہ بیان کرنے سے قبل کوئی سند بھی بیان نہیں کی تو گزشتہ 8 سو سال سے زائد دورانیے میں جو سند تھی وہ کہاں ہے؟ اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے لکھا ہے ''کہا جاتا ہے''۔مرزا صاحب! کہنے والا کون ہے اور اس کی سند کہاں ہے؟ قارئین کرام! یہ ہے مرزا جی کا دھوکہ و دجل کہ ہمیشہ 60 سال تک منبروں پر لعنت کی رٹ لگاتے رہتے ہیں لیکن جب اس کا حوالہ نقل کیا تو اس کی سند ہی نہیں ہے یہ ہیں مرزا جی کے دعوے اور عقیدے کہ ان کی کوئی سند ہی دنیا میں موجود نہیں۔بالکل گپ اور جھوٹی بات مرزا صاحب نے اپنی دلیل بنا رکھی ہے۔مرزا صاحب! ہم آپ کو آپ کی وفات تک مہلت دیتے ہوئے چیلنج کرتے ہیں کہ کسی ایک صحیح صریح سند سے ثابت کریں کہ بنو امیہ کے حکمران و گورنر اور خطباء امیر معاویہ یا سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کے کہنے پر سیّدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور تک منبروں پر لعنت کرتے رہے تھے۔مرزا جی! قیامت تک اس کی کوئی صحیح سند نہیں مل سکے گی۔لہٰذا آپ اپنی اس بات سے علی الاعلان رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔

مرزا صاحب ہمیشہ ملوکیت ملوکیت کی رٹ لگاتے رہتے ہیں لیکن یہاں جس کتاب کا حوالہ نقل کیا اس کتاب کا نام ہی تاریخ الخلفاء یعنی خلیفوں کی تاریخ۔تو معلوم ہوا کہ 911 ہجری میں فوت ہونے والے محدث و مفسر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو خلیفہ ہی سمجھتے تھے۔لیکن مرزا صاحب کی عقل ایسے نکات کی تفہیم سے قاصر ہے۔

حدیث نمبر 46: سنن نسائی کی حدیث:

نمبر1: یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ''خالد بن مخلد قطوانی'' راوی ہے جو بخاری و مسلم کا راوی ہے، لیکن اس کے متعلق ''ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ'' لکھتے ہیں:

خالد بن مخلد کی صرف وہ روایات قابلِ قبول ہیں جو سلیمان بن بلال اور اہلِ مدینہ سے ہوں۔ [شرح العلل لابن رجب: 775/2]

اور یہ روایت خالد بن مخلد، علی بن صالح کوفی سے بیان کر رہا ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

نمبر2: امام جوزجانی فرماتے ہیں: یہ بہت زیادہ گالیاں بکنے والا اور اپنے برے مذہب (شیعیت) کا پرچار کرنے والا تھا۔[احوال الرجال للجوزجاني، صفحه: 82، رقم: 114]

نمبر3: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث منکر ہیں۔

اور ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس کی تمام روایات کو دوسری سندوں کی متابعت کے ساتھ ملا کر ہی بیان کیا ہے۔ [هدى الساري ، ج، 401/1]

لہٰذا ثابت ہوا کہ بخاری و مسلم میں اس کی روایات اہلِ مدینہ سے ہیں، یا پھر متابعت کی وجہ سے قابلِ قبول ہیں، اور اگر اس کی روایت کوفیوں سے ہو تو نا قابلِ قبول ہے، اور موجودہ روایت چونکہ ایک کوفی سے ہے اس لیے نا قابلِ قبول اور ضعیف ہے۔اس روایت کے ضعیف ہونے کے باوجود اس میں مرزا جہلمی صاحب نے اپنی انجینئرنگ کرتے ہوئے بریکٹ لگا کر سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان تراشی کی ہے۔مرزا صاحب نے اس روایت کی لائن نمبر 2 کے آخر میں (کے منع کرنے کی وجہ سے) یعنی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی وجہ سے لوگ تلبیہ نہیں کہتے تھے۔ہم مرزا جہلمی صاحب کو ان کی وفات تک مہلت دیتے ہیں کہ کسی صحیح صریح روایت سے ثابت کر دیں یا اس روایت ہی سے یہ الفاظ دکھا دیں کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اُونچی تلبیہ کہنے سے منع کیا تھا۔مرزا صاحب! یہ چیلنج بھی قبول کر کے اس کی صحیح دلیل پیش کریں لیکن قیامت کی دیواروں تک آپ ایسا نہیں کر سکتے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی آخرت کو مزید خراب نہ کریں۔

سنن الکبریٰ بیہقی کی حدیث: اس روایت کی سند بھی وہی ہے۔اس میں بھی ''خالد بن مخلد قطوانی''، ''علی بن صالح کوفی'' سے روایت کر رہا ہے، اور اس کی کوفیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔اور اس ضعیف روایت میں بھی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بلند آواز سے تلبیہ کہنے سے روکنے کے الفاظ موجود نہیں۔اور سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما تو کئی انداز میں سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وعظمت کا اقرار کیا کرتے تھے، وہ ان کو اس طرح کیسے ڈانٹ سکتے تھے۔ مثلاً:

(1) سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔ [بخاری:5-3764]

(2) سیدنا ابن عباس نے فرمایا: وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ [بخاری:5-3764]

(3) سیدنا ابن عباس نے فرمایا: سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہم صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ [مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: 20/3,4641]

(4) سیدنا ابن عباس نے فرمایا: میں نے زندگی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بادشاہت وخلافت کا حق دار اور کوئی نہیں دیکھا۔ [السنة للخلال رقم: 677، الامالي من آثار الصحابة لعبدالرزاق رقم: 97]

غور فرمائیں! اہلِ بیت کے چشم و چراغ، خود فقیہ اور مفسرِ قرآن صحابی کس قدر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں۔ وہ کیونکر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیج سکتے ہیں۔ اِنَّمَا یَعرف ذاالفضل ذَوُوْہ!

لہٰذا مرزا صاحب کا ایک ضعیف اور مبہم روایت پیش کر کے اور صحیح وواضح روایات چھپا کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوا کچھ نہیں۔

حدیث نمبر 47: جی مرزا جی! اختلاف رائے ہونا الگ بات ہے اور بغض ونفرت رکھنا الگ بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا تھا: انصار سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے نفرت منافقت کی نشانی ہے، تو کیا خیال ہے جو انصار صحابہ جنگ جمل وصفین میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کی وجہ سے (نعوذ باللہ!) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بھی حدیث کا مصداق قرار دے سکتے ہیں؟ نہیں نہیں، کیونکہ اختلافِ رائے الگ چیز ہے اور بغض ونفرت الگ۔ لہٰذا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، لیکن اس روایت کا سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کو مصداق قرار دینا آپ کی کم عقلی اور پرلے درجے کی گمراہی ہے۔

حدیث نمبر 48: مرزا صاحب! ان دونوں روایات پر بار بار غور کریں، کہیں آپ ان کی محبت میں غلو کرتے ہوئے سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدہ عائشہ، سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کی توہین کا ارتکاب کر کے خود ہی ہلاک تو نہیں ہو رہے۔

E حضرت معاویہ ؓ کو حکومت مل جانے کے بعد سے بتدریج اُمت پر کیسی ملوکیت مسلط ہوئی اور اُس کا بھیانک نتیجہ کیا نکلا؟ 24

49 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا حسن بصری تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ (جب سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کی شہادت کے بعد جب صحابہ کرام ؓ نے مشورے کے بعد سیدنا حسن بن علی ؓ کو متفقہ طور پر خلیفہ چن لیا تو) اللہ تعالیٰ کی قسم! سیدنا حسن بن علی ؓ پہاڑوں جیسے لشکر لے کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے مقابلے میں آئے تھے، (جن کو دیکھ کر) حضرت عمرو بن عاص ؓ نے کہا: ''مجھے ایسے لشکر نظر آ رہے ہیں جو مدِ مقابل کو فنا کیے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔'' یہ سُن کر حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''اے عمرو! اگر دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا تو اُنکے (پسماندگان) کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اُنکی (بیوہ) عورتوں کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اُنکے یتیم بچوں کا ذمہ دار کون ہوگا؟'' چنانچہ حضرت معاویہ ؓ نے بنی عبد شمس کے دو قریشی افراد، عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو بھیجا کہ جاؤ اور اُس شخص (سیدنا حسن بن علی ؓ) کو (صلح کی) پیش کش کرو اور اُن سے مصالحت کا مطالبہ کرو۔ وہ دونوں اُن (سیدنا حسن بن علی ؓ) کے پاس آئے اور صلح و امن کی بات چلائی۔ سیدنا حسن ؓ نے فرمایا: ''ہم بنو عبدالمطلب (ان جنگوں میں) بہت مال خرچ کر چکے ہیں (یعنی صلح کی صورت میں اُنکی کفالت کی ذمہ داری کون لے گا؟) اور یہ اُمت (ان جنگوں کی وجہ سے) اپنے خون میں لت پت ہو چکی ہے۔'' اُن دونوں نے عرض کی: ''حضرت معاویہ ؓ آپ ؓ کو فلاں فلاں پیش کش کرتے ہیں اور کچھ مطالبات کے طلب گار ہیں (یعنی آپ ؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں)۔'' سیدنا حسن بن علی ؓ نے فرمایا: ''اس (معاہدے) کی تکمیل کا ذمہ دار کون ہوگا؟'' اُن دونوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ سیدنا حسن بن علی ؓ جو بھی مطالبہ کرتے گئے وہ دونوں اپنے ذمہ لیتے گئے۔ (جب صلح ہو گئی تو) سیدنا حسن بصری تابعی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میں نے سیدنا ابوبکرہ ؓ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران سیدنا حسن بن علی ؓ کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے کبھی اُنکی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور ساتھ ساتھ یہ ارشاد فرماتے جاتے: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے (یعنی اپنی حکومت سے دستبردار ہو کر قربانی کر کے بڑے پن کا مظاہرہ کرے گا) اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروا دے گا (یعنی خلیفہ راشد سیدنا علی ؓ کی حق والی جماعت اور دوسری حضرت معاویہ ؓ کی جماعت جس نے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی)۔'' [صحیح بخاری : 2704 اور 7109]

نوٹ: سیدنا حسن بن علی ؓ نے جن شرائط کی بنیاد پر حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کو حکومت سپرد کی تھی، اُن کی پوری تفصیلات شروح احادیث اور کتب تاریخ میں ہیں، مثلاً: (1) حضرت معاویہ ؓ اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفاء راشدین ؓ کے طریقے کے مطابق نظامِ حکومت چلائیں گے۔ (2) حضرت معاویہ ؓ اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر نہیں کریں گے بلکہ اُمت کو خلیفہ کے انتخاب کیلئے شوریٰ پہ چھوڑیں گے۔ (3) سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کی جماعت کے لوگ، جو صلح کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں، اُنکے خلاف کسی قسم کی انتقامی کاروائی نہیں کی جائیگی۔ (4) آلِ محمد ﷺ کیلئے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیا، بدستور بنو عبدالمطلب کو ملے گا جیسا کہ خلفاء راشدین ؓ کے ادوار سے ملتا آ رہا ہے۔ (5) سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ پر بنو اُمیہ کے منبروں سے ہونے والا سب و شتم کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس ان شرائط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اسکا حق تھا!!! [الاستیعاب لابن عبدالبر ، الاصابۃ لابن حجر ، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ، فتح الباری لابن حجر تحت الحدیث البخاری : 7109]

50 المصنف لابن ابی شیبۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا عمیر بن اسحاق تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں اور ایک دوسرا شخص، سیدنا حسن بن علی ؓ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے۔ سیدنا حسن ؓ اُس شخص سے بار بار فرماتے: ''مجھ سے (جو علمی بات پوچھنی ہے) پوچھ لو اس وقت سے پہلے کہ تم نہ پوچھ سکو۔'' اُس شخص نے عرض کی کہ میں آپ ؓ سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتا (ہم تو صرف عیادت کیلئے حاضر ہوئے ہیں)، اللہ تعالیٰ آپ ؓ کو صحت عطا فرمائے۔ پھر آپ ؓ اُٹھے اور بیت الخلاء میں داخل ہوئے، پھر واپس آئے اور فرمایا: ''ابھی ابھی میں نے اپنے جگر کا ٹکڑا تھوکا ہے، جسے میں اس لکڑی سے اُلٹ پلٹ رہا تھا، مجھے کئی بار زہر پلایا گیا ہے، اور اس بار تو وہ (زہر) بہت ہی سخت تھا۔'' سیدنا عمیر بن اسحاق تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ پھر اگلے دن ہم دوبارہ صبح صبح سیدنا حسن ؓ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے، تو وہ حالت نزع میں تھے اور اسی دوران سیدنا حسین بن علی ؓ آئے اور آپ ؓ کے سر مبارک کے پاس بیٹھ گئے اور پوچھا: ''اے میرے بھائی جان! آپ ؓ کو زہر دینے والا کون ہے؟'' سیدنا حسن ؓ نے پوچھا: ''کیا تم اُسے قتل کرنا چاہتے ہو؟'' عرض کیا: ''جی ہاں!'' سیدنا حسن ؓ نے فرمایا: ''اگر میں نے مجرم کو صحیح شناخت کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ خود سخت انتقام لینے والا ہے، اور اگر وہ بے گناہ ہے، تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ (میری وجہ سے) مارا جائے۔'' [المصنف لابن ابی شیبۃ : 38514 ، المستدرک للحاکم : 4816 ، قال الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر فی السنۃ - 26 : اسنادہ صحیح]

نوٹ: سیدنا حسن بن علی ؓ کی شہادت اور اُس کے بعد پیدا ہونے والی بھیانک صورتحال کا بالکل صحیح صحیح ادراک کرنے کیلئے یہاں درج ذیل اہم ترین حدیث دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

51 سُنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے: سیدنا خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ اور عمرو بن اسود اور بنی اسد کا ایک شخص، حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے پاس وفد بن کر گئے، (اس موقع پر ملاقات کے دوران) حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن بن علی ؓ فوت ہو گئے ہیں؟'' سیدنا مقدام ؓ نے فوراً پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک شخص (حضرت معاویہ ؓ جن کا نام اگلے طریق میں ہے) نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''تم اِسے مصیبت سمجھتے ہو؟'' سیدنا مقدام ؓ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیونکر نہ سمجھوں حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن ؓ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: ''یہ (حسن ؓ) مجھ (محمد ﷺ) سے ہے اور حسین (ؓ) علی (ؓ) سے ہے۔'' بنو اسد کے ایک شخص نے کہا: ''وہ (حسن ؓ) تو ایک انگارہ تھا

25 جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے (یہ باتیں سننے کے بعد غصے میں آ کر ارشاد) فرمایا: ''میں اُس وقت تک یہاں سے نہیں اُٹھوں گا جب تک تجھ (حضرت معاویہ ؓ) کو غصہ نہ دلاؤں اور ایسی بات نہ سناؤں جو تجھے ناپسند ہو۔ اے معاویہ ؓ! اگر میں سچ بیان کروں تو میری تصدیق کر دینا اور اگر جھوٹ بولوں تو میری تردید کر دینا۔'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو سونا پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو ریشم پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو درندوں کی کھالوں (کے لباس) کو پہننے سے اور اُن پر (قالین کے طور پر) بیٹھنے سے روکا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اے معاویہ یہ سب (حرام اشیاء استعمال ہوتی ہوئی) میں نے تیرے گھر میں دیکھی ہیں۔'' یہ سن کر حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''اے مقدام! مجھے پتہ ہے کہ میں تم سے جیت نہیں سکتا۔'' سیدنا خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ کیلئے اُن کے دونوں ساتھیوں سے بڑھ کر انعام و اکرام کا حکم صادر کیا۔ اور سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ نے سارا مال اپنے ساتھیوں میں ہی وہیں بانٹ دیا اور اسدی نے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس بات کی خبر جب حضرت معاویہ ؓ کو ہوئی تو اُنہوں نے کہا: ''سیدنا مقدام ؓ تو واقعی ایک سخی شخص ہیں جنہوں نے دل کھول کر دے دیا اور جو اسدی شخص ہے وہ اپنے مال کو اچھی طرح سے سنبھالنے والا ہے۔'' مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا خالد بن معدان تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ اور عمرو بن اسود حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ سے ملنے آئے تو حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن ؓ فوت ہو گئے ہیں؟'' سیدنا مقدام ؓ نے فوراً پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس پر حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''تم اسے (یعنی سیدنا حسن ؓ کی موت کو) مصیبت سمجھتے ہو؟'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے جواباً فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیونکر نہ سمجھوں حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن ؓ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: ''یہ (حسن ؓ) مجھ (محمد ﷺ) سے ہے اور حسین (ؓ) علی (ؓ) سے ہے۔'' [سنن ابی داؤد : 4131 ، مُسند احمد : 17321 (جلد - 7 ، صفحہ - 141) ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

52 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو رافع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس بھی نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اُن سب ہی کی اُمت میں اُنکے کچھ حواری (قریبی اور خاص ساتھی) اور اصحاب ہوا کرتے جو اُس نبی ﷺ کی سنت پر چلتے اور اُسکے احکام کی پیروی کیا کرتے۔ پھر اُن حواریوں کے بعد ایسے نالائق لوگ اُنکے جانشین ہوتے جو زبان سے وہ کہتے جو وہ نہیں کرتے اور وہ کچھ کرتے جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (ایسی بری صورتحال میں) جو کوئی بھی اُن (نالائق جانشینوں) سے اپنے ہاتھوں سے جہاد کرے گا تو وہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے۔ اور جو کوئی بھی اُن سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا تو وہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے۔ اور جو کوئی بھی اُن سے اپنے دل سے (برا سمجھتے ہوئے) جہاد کرے گا تو وہ (بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے۔ اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ سیدنا ابو رافع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب یہی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے بیان کی تو اُنہوں نے اس (کے حدیث ہونے) کا انکار کر دیا۔ اتفاقاً مجھ سے ملنے کیلئے سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ وہاں تشریف لائے اور (مدینہ شریف کی ایک وادی) قناۃ میں قیام کیا، تو سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ مجھے ساتھ لے کر اُنکی عیادت کیلئے حاضر ہوئے۔ جب ہم اُنکے پاس بیٹھ گئے تو میں نے اُسی حدیث کے متعلق سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے سوال کیا تو اُنہوں نے بالکل وہی حدیث بیان کی جو میں سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے بیان کر چکا تھا۔ صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا طارق بن شہاب تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مروان بن حکم نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبے کی بدعت شروع کی۔ (**نوٹ:** نماز کے بعد خطبہ میں بنو اُمیہ کے گورنر سیدنا علی بن ابی طالب ؓ پر منبروں سے لعنت کرواتے تھے چنانچہ لوگ خطبہ سنے بغیر ہی اپنے گھروں کو چلے جایا کرتے۔) تو اس پر ایک شخص نے اُٹھ کر (مروان سے) کہا: ''نمازِ عید خطبے سے پہلے ہونی چاہیے (کیونکہ یہی سنت ہے)۔'' اس پر مروان نے کہا: ''بے شک وہ (دورِ نبوی ﷺ کے) طریقے تو اب متروک ہو چکے ہیں۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) (اس موقع پر) سیدنا ابو سعید خدری ؓ نے فرمایا کہ بے شک اُس شخص نے (وقت کے حکمران کو کلمہ حق کے ذریعے تنبیہ کر کے) اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود فرماتے ہوئے سنا تھا: ''تم میں سے جو کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اُسے ہاتھ سے (بزورِ بازو) بدل ڈالے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (منع کر دے) اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل سے (برا جانے) اور یہ (تیسرا درجہ) سب سے کمزور ایمان کا ہے۔'' صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے نماز (عید) ادا فرماتے، پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے جبکہ لوگ اپنی صفوں میں ہی بیٹھے ہوتے۔ چنانچہ آپ ﷺ انہیں نصیحت فرماتے اور (نیکی کا) حکم دیتے، اور اگر کوئی لشکر تشکیل دینا ہوتا تو اُسے تشکیل دیتے اور کوئی اور خاص حکم ہوتا تو ارشاد فرماتے۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے جاتے۔ سیدنا ابو سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ لوگ اسی (سنت) پر قائم تھے حتیٰ کہ ایک بار (حضرت معاویہ ؓ کا مقرر کردہ گورنر) امیرِ مدینہ مروان بن حکم کے ہمراہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ (کی نماز کے لئے) نکلا اور جب ہم عیدگاہ میں پہنچے تو ناگہاں دیکھا کہ کثیر بن صلت نے وہاں ایک منبر تیار کیا ہوا تھا، اور مروان بن حکم نے نماز سے پہلے ہی اُس منبر پر (بغرضِ خطبہ) چڑھنا چاہا تو میں نے اس کے لباس کو پکڑ کر کھینچا (یعنی سنت کی مخالفت سے روکنا چاہا) مگر وہ دامن چھڑا کر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے (ہی) خطبہ دے ڈالا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے (سنتِ نبوی ﷺ کو) بدل ڈالا۔'' اُس (مروان بن حکم) نے کہا: ''اے ابو سعید! جس (سنت) کو تم جانتے ہو وہ رخصت ہو چکی۔''

E- ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت مل جانے کے بعد سے بتدریج اُمت پر کیسی ملوکیت مسلط ہوئی اور اس کا بھیانک نتیجہ کیا نکلا؟

مرزا صاحب! سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو حکومت مل جانے کے بعد پوری دنیا میں امن ہو گیا تھا اور ساری خلافتِ اسلامیہ کو سکون ملا حتیٰ کہ خانوادۂ رسول ﷺ بھی اس پر انتہائی خوش رہے۔ لیکن ایک گروہ، جو اسلام دشمن تھا اور مسلمانوں کا امن وسکون اور اتفاق واتحاد اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اس کو ان کی حکومت سے تکلیف ہوئی اور یہ تکلیف تا قیامت برقرار رہے گی کیونکہ کسی حکیم کے پاس اس کی کوئی پھکی نہیں ہے۔

حدیث نمبر 49: مرزا صاحب نے اس حدیث کے درمیان سے **الفاظ چھپا کر** اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی طرح **تحریف کی** ہے اور آخر میں بریکٹ لگا کر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کو جہنمی ثابت کرنے کی ناکام ونامراد جسارت کی ہے۔ **(نعوذ باللہ من ذلک)**

☆ اس روایت کی سطر نمبر 4۔3 میں واضح ہے کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قتل وغارت اور لڑائی کو ناپسند کرتے تھے، جیسا کہ آگے پوائنٹ نمبر 5 میں آ رہا ہے اسی لیے اس روایت کی لائن نمبر 5 میں ہے: سیّدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنی عبد شمس کے دو قریشی افراد ''عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبدالرحمٰن بن عامر'' کو صلح کے لیے سیدنا حسن کی طرف بھیجا۔ نیز اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف شامی افراد ہی نہ تھے بلکہ قریشی افراد بھی ان کے گروہ میں شامل تھے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ سطر نمبر پانچ ہی سے واضح ہے کہ صلح کی پیش کش سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی جسے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے قبول فرما لیا تھا۔

☆ اس روایت کی سیکنڈ لاسٹ لائن میں فرمانِ نبوی ﷺ ہے ''اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی (عظمت والی) جماعتوں میں صلح کروا دے گا۔'' یعنی سیّدنا حسن اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کے گروہ مسلمان بھی تھے اور (بڑے عظمت والے) بھی تھے۔ اب ان کو باغی کہنا، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو جھٹلانے کے مترادف ہے، کیونکہ جو باغی ہو وہ عظمت والا نہیں ہو سکتا اور جو بزبان نبوت (نبوی ضمانت سے) عظمت والے ہوں وہ باغی نہیں ہو سکتے۔

☆ مرزا صاحب نے اس روایت میں **دو بہت بڑی تحریفات** کر کے اپنے اوپر اپنے پمفلٹ کی پہلی آیت اور حدیث کو فٹ کر لیا ہے۔ قارئین کرام! غور کریں کہ مرزا صاحب کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دشمنی انھیں کس حد تک لے گئی کہ انھوں نے خود اس روایت کو نقل کیا اور خود اس کا حوالہ دیا اور اس حدیث میں اسی حدیث کے راوی حسن بصری تابعی رحمہ اللہ نے قسم کھا کر جب

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو مرزا جہلمی صاحب نے یہ عبارت ہی حذف کر دی۔ اب کدھر گیا مرزا صاحب کے انصاف کا بھاشن اور کہاں گئی مرزا کی عدل وانصاف کی جھوٹی قسمیں اور باتیں اور علمی کتابی ہونے کے بلند بانگ دعوے۔

آپ خود [صحیح بخاری: 2704] نکال کر تو دیکھیں! اس میں حدیث کی تیسری لائن میں واضح طور پر ہے: ''یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اس کے بعد حسن بصری رحمہ اللہ نے قسم اٹھا کر فرمایا: ''اور وہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم! دونوں افراد (معاویہ وسیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) میں سے بہتر تھے۔'' مرزا صاحب ہمیشہ لوگوں کو کتابیں دکھاتے ہیں اور یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ان مولویوں نے روایات چھپائی ہیں، اب ذرا حوصلہ کر کے اپنی پردہ پوشیوں کو بھی عیاں کر دیں تا کہ ڈھول کا پول کھل جائے۔ لیکن آپ بغض کے ہاتھوں مجبور ہیں۔

☆ اس روایت کے آخر میں مرزا صاحب نے بریکٹ لگا کر دو گناہ کمائے ہیں: ایک تو سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دو بے لفظوں میں (**نعوذ باللہ من ذلک**) بدعتی اور جہنمی کہہ کر خود ہلاکت کے گڑھے میں گرا لیا ہے، اور دوسرا غلط تشریح کی ہے۔ یہ تشریح غلط اس وجہ سے ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا کہ (خلیفۂ راشد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حق والی جماعت اور دوسری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت جس نے خلیفۂ راشد کے خلاف بغاوت کی) ان دونوں جماعتوں کے درمیان صلح ہوئی۔

مرزا صاحب! ذرا ہوش کے ناخن لیں!! سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے سیّدنا حسن اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان صلح ہوئی تھی، کیونکہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تھے اور ان سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خوارج کوفیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔ تو اب صلح سیّدنا حسن بن علی اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان ہوئی، نہ کہ سیّدنا علی اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان۔

نیز مرزا صاحب نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کر کے خود کو نیچ اور بے وقعت ثابت کیا ہے۔ اگر آپ مرزا کے پمفلٹ صفحہ نمبر 4، اور B پوائنٹ کے عنوان کا پہلا جملہ اور اس کے تحت حدیث نمبر 8 کی آخری لائن کے ساتھ اس بریکٹ کو ملا کر پڑھیں تو آپ کو خود بخود پتا چل جائے گا کہ (**نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ**) انہوں نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو کس طرح جہنمی بنانے کی بیناکاری کی ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک**۔ حالانکہ خود سیّدنا علی رضی اللہ عنہ انہیں جنتی کہتے ہیں۔ اور واقعتاً مرزا صاحب نے اپنے پمفلٹ ریسرچ پیپر 5A رافضیت ناصبیت والا، صفحہ 3، لائن نمبر 16 میں سچ لکھا تھا کہ اب کوئی بدبخت ہی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دے گا۔

مرزا صاحب! اگر سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت باغی تھی تو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کس اُصول اور کس آیت وحدیث کے تحت ان کے ساتھ اسی طرح صلح کی؟ جبکہ قرآن کہتا ہے کہ باغی سے اس وقت تک صلح کرنا جائز ہی نہیں جب تک وہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ کر نہیں آ جاتا بلکہ اس سے لڑائی کرنا واجب ہے۔ [الحجرات:9]

مرزا صاحب! آپ نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دے کر سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بھی توہین کی ہے کہ انہوں نے ایک باغی گروہ سے فیصلۂ قرآنی کے خلاف صلح کی اور آپ نے اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغی گروہ سے صلح کی تعریف کریں اور جناب حسن رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ لڑائی کے بجائے صلح کر لیں۔ لازمی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی تعریف کرنا اور سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ صلح کر لینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ گروہ ہرگز باغی نہ تھا۔

نوٹ کا جواب: مرزا صاحب نے اس نوٹ کے تحت صلحِ حسن رضی اللہ عنہ کی پانچ شرائط نقل کی ہیں، اور پہلی سطر میں لکھا ہے کہ ''ان کی پوری تفصیلات شروح احادیث اور کتب تاریخ میں ہیں۔''

ہمارا مرزا صاحب سے پہلا سوال یہ ہے کہ وہ پوری تفصیلات کسی ایک شرحِ حدیث یا تاریخ کی کتاب سے بسندِ صحیح صریح پیش کریں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی وفات تک کبھی پیش نہیں کر سکتے۔ ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس نوٹ کے تحت خالی الاستیعاب، الاصابہ اور البدایہ والنہایہ کے ناموں کا حوالہ لکھا ہے، ان کے صفحہ نمبر، جلد نمبر اور رقم نمبر کیوں نہیں لکھے۔ واہ! جہلمی مرزا تو قادیانی مرزا سے بھی دو جوتے آگے نکلا۔ دراصل بات یہ تھی کہ کسی جگہ بھی ان شرائط کی کوئی سند نہیں ہے، تو مرزا صاحب نے اپنی غلطی بلکہ بہتان تراشی چھپانے کے لیے ان کے مکمل حوالہ جات نقل نہ کرنے ہی میں عافیت سمجھی، اور جس کا نقل کیا اس میں بھی یہ پانچ شرائط نہیں۔ یہ مرزا صاحب کا بہت بڑا جھوٹ، دھوکا اور دجل ہے اور ان کی وفات تک ان پر قرض وفرض ہے کہ یہ پانچ شرائط اور ان کی تفصیلات کسی ایک صحیح سند سے ثابت کریں اور خصوصاً فتح الباری سے جس کا حوالہ مرزا صاحب نے لکھا ہوا ہے۔

حدیث نمبر 50: مرزا صاحب نے اسی پمفلٹ کی حدیث نمبر 31 کے تحت نوٹ لگا کر لکھا کہ ''سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اصل وجہ معلوم کرنے کے لیے حدیث نمبر 50 ملاحظہ کریں۔'' قارئین کرام! اس روایت میں ان کی شہادت کا تذکرہ تو موجود ہے، لیکن ان کی شہادت کی اصل وجہ اور قاتل کا تذکرہ کہیں موجود نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا وہاں یہ نوٹ لگانا کہ سیدنا حسن کی شہادت کی اصل وجہ معلوم کرنے کے لیے (حدیث نمبر: 50، ملاحظہ کریں) بالکل جھوٹ اور دھوکا دہی پر مبنی ہے۔

نوٹ: مرزا صاحب کا اس روایت کو اس عنوان کے تحت لکھنا غیر محسوس انداز میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو شہادت کا ذمہ دار بنانا ہے، جو سراسر جھوٹ ہی نہیں بلکہ ایک سنگین تہمت اور جرم بھی ہے۔ حالانکہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو خود یقینی علم نہ تھا اور ان کے برادرِ صغیر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تو بالکل اس کا علم نہ تھا اور نہ ہی وہ اس طرح کسی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کرنا درست سمجھتے

تھے۔ لیکن مرزا صاحب کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ انھیں سیدین کریمین رضی اللہ عنہما کے نقشِ قدم پر چلنے کے بجائے غیروں کے ایجنڈے کی تکمیل کرنا زیادہ عزیز ہے۔

حدیث نمبر 51: یہ روایت بھی **ضعیف** ہے۔ اس میں ''بقیہ بن ولید'' **تدلیس التسویۃ** کرتا ہے اور اس کی روایت اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک مکمل سند میں سماع کی صراحت موجود نہ ہو۔ اس کے تحت مرزا صاحب نے **مسند احمد کا حوالہ بھی دیا ہے**، جبکہ مسند احمد کی تحقیق میں احمد شاکر رحمہ اللہ نے بھی اس کو **ضعیف قرار دیا** ہے۔ کیونکہ اس میں بقیہ بن ولید نے اگرچہ اپنے سماع کی صراحت کی ہے لیکن آگے بحیر بن سعد نے خالد بن معدان سے سماع کی صراحت نہیں کی جبکہ ''بقیہ بن ولید'' تدلیسِ تسویہ کرتا ہے اور تدلیسِ تسویہ کرنے والے راوی کی روایت تب صحیح ہوتی ہے جب پوری سند میں سماعت کی صراحت موجود ہو اب چونکہ بحیر نے اپنے سماع کی صراحت نہیں کی لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے یہ روایت حدیث نمبر 31 کے تحت بھی گزر چکی ہے اور اس کا تفصیلی جواب وہاں لکھا جا چکا ہے۔

25

جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے (یہ باتیں سننے کے بعد غصے میں آ کر ارشاد) فرمایا: ''میں اُس وقت تک یہاں سے نہیں اٹھوں گا جب تک تجھ (حضرت معاویہ ؓ) کو غصہ نہ دلاؤں اور ایسی بات نہ سناؤں جو تجھے ناپسند ہو۔ اے معاویہ ؓ! اگر میں سچ بیان کروں تو میری تصدیق کر دینا اور اگر جھوٹ بولوں تو میری تردید کر دینا۔'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو سونا پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو ریشم پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے پوچھا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ ﷺ کو درندوں کی کھالوں (کے لباس) کو پہننے سے اور ان پر (قالین کے طور پر) بیٹھنے سے روکا تھا؟'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''ہاں!'' پھر سیدنا مقدام ؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اے معاویہ یہ سب (حرام اشیاء استعمال ہوتی ہوئی) میں نے تیرے گھر میں دیکھی ہیں۔'' یہ سن کر حضرت معاویہ ؓ نے کہا: ''اے مقدام! مجھے پتہ ہے کہ میں تم سے جیت نہیں سکتا۔'' سیدنا خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ کیلئے ان کے دونوں ساتھیوں سے بڑھ کر انعام و اکرام کا حکم صادر کیا۔ اور سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ نے سارا مال اپنے ساتھیوں میں ہی وہیں بانٹ دیا اور اسدی نے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس بات کی خبر جب حضرت معاویہ ؓ کو ہوئی تو انہوں نے کہا: ''سیدنا مقدام ؓ تو واقعی ایک سخی شخص ہیں جنہوں نے دل کھول کر دے دیا اور جو اسدی شخص ہے وہ اپنے مال کو اچھی طرح سے سنبھالنے والا ہے۔'' **مسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا خالد بن معدان تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ اور عمرو بن اسود حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ سے ملنے آئے تو حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن ؓ فوت ہو گئے ہیں؟'' سیدنا مقدام ؓ نے فوراً پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس پر حضرت معاویہ ؓ نے سیدنا مقدام ؓ سے کہا: ''تم اسے (یعنی سیدنا حسن ؓ کی موت کو) مصیبت سمجھتے ہو؟'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا مقدام ؓ نے جواباً فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیونکر نہ سمجھوں حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن ؓ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: ''یہ (حسن ؓ) مجھ (محمد ﷺ) سے ہے اور حسین (ؓ) علی (ؓ) سے ہے۔'' [سنن ابی داؤد : 4131 ، مسند احمد : 17321 (جلد - 7 ، صفحہ - 141) ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

52 **صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابو رافع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس بھی نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ان سب ہی کی امت میں اُنکے کچھ حواری (قریبی اور خاص ساتھی) اور اصحاب ہوا کرتے جو اس نبی ﷺ کی سنت پر چلتے اور اُنکے احکام کی پیروی کیا کرتے۔ پھر ان حواریوں کے بعد ایسے نالائق لوگ اُنکے جانشین ہوتے جو زبان سے وہ کہتے جو وہ نہیں کرتے اور وہ کچھ کرتے جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (ایسی بری صورتحال میں) جو کوئی بھی ان (نالائق جانشینوں) سے اپنے ہاتھوں سے جہاد کرے گا تو وہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے۔ اور جو کوئی بھی ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا تو وہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے۔ اور جو کوئی بھی ان سے اپنے دل سے (برا سمجھتے ہوئے) جہاد کرے گا تو وہ (بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے۔ اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ سیدنا ابو رافع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب یہی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے بیان کی تو انھوں نے اس (کے حدیث ہونے) کا انکار کر دیا۔ اتفاقاً مجھ سے ملنے کیلئے سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ وہاں تشریف لائے اور (مدینہ شریف کی ایک وادی) قناۃ میں قیام کیا، تو سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ مجھے ساتھ لے کر اُنکی عیادت کیلئے حاضر ہوئے۔ جب ہم اُنکے پاس بیٹھ گئے تو میں نے اسی حدیث کے متعلق سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے سوال کیا تو انھوں نے بالکل وہی حدیث بیان کی جو میں سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے بیان کر چکا تھا۔ **صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا طارق بن شہاب تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مروان بن حکم نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبے کی بدعت شروع کی۔ (**نوٹ:** نماز کے بعد خطبہ میں بنو امیہ کے گورنر سیدنا علی بن ابی طالب ؓ پر منبروں سے لعنت کرواتے تھے چنانچہ لوگ خطبہ سنے بغیر ہی اپنے گھروں کو چلے جایا کرتے۔) تو اس پر ایک شخص نے اٹھ کر (مروان سے) کہا: ''نمازِ عید خطبے سے پہلے ہونی چاہیے (کیونکہ یہی سنت ہے)۔'' اس پر مروان نے کہا: ''بے شک وہ (دورِ نبوی ﷺ کے) طریقے تو اب متروک ہو چکے ہیں۔'' (نعوذ باللہ من ذالک) (اس موقع پر) سیدنا ابو سعید خدری ؓ نے فرمایا کہ بے شک اس شخص نے (وقت کے حکمران کو کلمۂ حق کے ذریعے تنبیہ کر کے) اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود فرماتے ہوئے سنا تھا: ''تم میں سے جو کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اُسے ہاتھ سے (بزورِ بازو) بدل ڈالے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (منع کر دے) اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل سے (برا جانے) اور یہ (تیسرا درجہ) سب سے کمزور ایمان کا ہے۔'' **صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابو سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے نماز (عید) ادا فرماتے، پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے جبکہ لوگ اپنی صفوں میں ہی بیٹھے ہوتے۔ چنانچہ آپ ﷺ انہیں نصیحت فرماتے اور (نیکی کا) حکم دیتے، اور اگر کوئی لشکر تشکیل دینا ہوتا تو اُسے تشکیل دیتے اور کوئی اور خاص حکم ہوتا تو ارشاد فرماتے۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے جاتے۔ سیدنا ابو سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ لوگ اسی (سنت) پر قائم تھے حتیٰ کہ ایک بار (حضرت معاویہ ؓ کا مقرر کردہ گورنر) امیرِ مدینہ مروان بن حکم کے ہمراہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ (کی نماز کے لئے) نکلا اور جب ہم عیدگاہ میں پہنچے تو ناگہاں دیکھا کہ کثیر بن صلت نے وہاں ایک منبر تیار کیا ہوا تھا، اور مروان بن حکم نے نماز سے پہلے ہی اس منبر پر (بغرضِ خطبہ) چڑھنا چاہا تو میں نے اس کے لباس کو پکڑ کر کھینچا (یعنی سنت کی مخالفت سے روکنا چاہا) مگر وہ دامن چھڑا کر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے (ہی) خطبہ دے ڈالا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے (سنتِ نبوی ﷺ کو) بدل ڈالا۔'' اس (مروان بن حکم) نے کہا: ''اے ابو سعید! جس (سنت) کو تم جانتے ہو وہ رخصت ہو چکی۔''

26

میں نے جواباً کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جس (سنت) کو جانتا ہوں وہ اس (بدعت) سے بہتر ہے جسے میں نہیں جانتا۔'' اس نے کہا: ''اصل بات یہ ہے کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے (خطبے کے) لئے بیٹھتے نہیں تھے، لہٰذا میں نے اس (خطبے) کو نماز سے پہلے مقرر کر لیا ہے۔'' [صحیح مسلم : 179 اور 177 ، صحیح بخاری : 956 ، صحیح مسلم : 2053]

53 **صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا یوسف تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مروان بن حکم کو حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ نے حجاز کیلئے اپنا گورنر مقرر کیا تو اس نے (مسجدِ نبوی ﷺ میں) خطبہ دینے کے دوران (حضرت معاویہ ؓ کی زندگی میں ہی) یزید بن معاویہ کا ذکر کرنا شروع کیا تاکہ لوگوں سے اُسکے باپ کے بعد (خلیفہ بننے کیلئے پیشگی ہی) بیعت لے سکے۔ (اُسکی تقریر سن کر) سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ نے اس (مروان) سے کچھ کہہ دیا (سیدنا عبدالرحمٰن ؓ کے ان کھرے کھرے جوابی الفاظ کا ذکر اسی حدیث کے اگلے طریق میں موجود ہے) مروان نے (غصہ میں) حکم دیا کہ انھیں گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ سیدنا عبدالرحمٰن ؓ (جان بچانے کی خاطر اپنی بہن) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر (جو مسجدِ نبوی ﷺ کے ساتھ ملحق تھا) میں داخل ہو گئے۔ جب وہ (حکومتی کارندے) انھیں نہ پکڑ سکے تو مروان بن حکم نے (غصہ میں آ کر گستاخی کرتے ہوئے) کہا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''اور وہ شخص کہ جس نے کہا اپنے والدین سے کہ افسوس ہے تمہارے حال پر، کیا تم مجھے اس بات کی دھمکی دیتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بھی کئی قومیں گزر چکی ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ دھمکیاں تو صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' [الاحقاف : 17] (مروان کی طرف سے آلِ ابی بکر ؓ پر لگائے گئے اس گستاخانہ اور جھوٹے الزام پر) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے میں سے ہی جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہم (آلِ ابی بکر ؓ) سے متعلق اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا سوائے اُسکے جو (سورۃ النور میں) میری براءت سے متعلق نازل ہوا تھا۔'' **سنن النسائی الکبریٰ اور المستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** سیدنا محمد بن زیاد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ ؓ نے اپنے بیٹے (یزید بن معاویہ) کیلئے بیعت لی تو مروان بن حکم نے کہا: ''سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ کی سنت ہے (کہ انھوں نے اپنے بعد خلیفہ کو نامزد کیا تھا)۔'' سیدنا عبدالرحمٰن ؓ نے جواباً فرمایا: ''یہ تو ہرقل اور قیصر (جیسے بادشاہوں) کی سنت ہے (کہ باپ کے بعد اُسکا بیٹا حکمران بنے)۔'' تو مروان نے کہا: ''بیشک یہ وہ شخص ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری تھی: [الاحقاف : 17] جب یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اس (مروان) نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے وہ آیت ہمارے متعلق نازل نہیں فرمائی، اور اگر میں چاہوں تو اُسکا نام بھی بتا سکتی ہوں جسکے متعلق وہ نازل ہوئی (حقیقت تو یہ ہے کہ) بیشک میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مروان اور اُسکے باپ پر لعنت کی تھی جبکہ مروان اس وقت اپنے باپ کی پشت میں تھا، پس مروان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی لعنت کا ایک ٹکڑا ہے۔'' [صحیح بخاری : 4827 ، سنن النسائی الکبریٰ : 11491 ، المستدرک للحاکم : 8483 ، قال الامام حاکم : اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم]

54 **الاوائل لابن ابی عاصم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوذر غفاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پہلا شخص جو میری سنت کو بدل دے گا اُس کا تعلق بنو امیہ سے ہو گا۔'' اسی کے تحت اپنے مجموعہ میں **محدثِ اعظم سعودی عرب شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (المتوفی-1420 ھجری) لکھتے ہیں:** ''اس حدیث میں سنت کو تبدیل کر دینے سے مراد خلیفہ کے انتخاب کے طریقے کو بدل کر اُسے وراثت بنا دینا ہے۔'' **مسند ابی یعلیٰ اور مجمع الزوائد کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن سبع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (پھر اس سے نباتات نکالے) اور مخلوقات کو پیدا فرمایا، ایک وقت آئے گا کہ میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگ دیا جائے گا۔'' ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! جو کوئی بھی ایسی حرکت کرے گا ہم اس کو اُسکے اہل و عیال سمیت تباہ و برباد کر دیں گے۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں کہ ایسی حرکت مت کرنا، میرے قتل کے بدلے میں صرف میرے قاتل کو ہی قتل کرنا۔'' اس شخص نے عرض کی: اے امیر المومنین! اپنے بعد ہمارے لئے اپنا کوئی خلیفہ مقرر فرما دیں۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ میں تمہیں اسی طرح چھوڑ کر جاؤں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (بغیر خلیفہ کے) چھوڑا تھا۔'' لوگوں نے عرض کی: اگر آپ ؓ ہمیں بغیر خلیفہ کے چھوڑے جا رہے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو گی تو کیا جواب دیجئے؟ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''میں عرض کروں گا کہ اے اللہ تعالیٰ میں ان میں رہا جب تک تو نے مجھے ان میں رکھا اور جب تو نے مجھے موت دے دی تو میں نے تجھے ان پر نگران چھوڑ دیا، اب تیری مرضی ہے چاہے تو اُنکی اصلاح فرما دے، اور چاہے تو اُنکو تباہ و برباد فرما دے۔''
[الاوائل لابن ابی عاصم : 63 ، السلسلۃ الصحیحۃ : 1749 ، مسند ابی یعلیٰ : 586 ، مجمع الزوائد : 14782 ، قال الامام الھیثمی و الشیخ حسین سلیم : اسنادہ صحیح]

55 **صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں تھا اور وہاں میری ملاقات دو یمنی باشندوں، ذوکلاع اور ذوعمرو سے ہوئی، میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنانے لگ گیا، (یہ سن کر) ذوعمر کہنے لگے ''اگر آپ کی باتیں اپنے نبی ﷺ کے بارے میں درست ہیں تو پھر (سن لو کہ) ان (نبی ﷺ) کی وفات کو تو تین دن گزر چکے ہیں۔'' پھر وہ میرے ساتھ ہی سفر کرتے رہے، حتیٰ کہ ہم راستے میں ہی تھے کہ ہمارے سامنے مدینہ منورہ سے آنے والا ایک قافلہ نمودار ہوا، اور ہم نے ان سے (نبی ﷺ کے متعلق) پوچھا تو انہوں نے بتایا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور سیدنا ابوبکر ؓ کو خلیفہ بنا لیا گیا ہے اور سب لوگ امن و امان سے ہیں۔ ان دونوں نے کہا: ''اپنے خلیفہ کو بتانا کہ ہم آ رہے تھے (مگر اب واپس ہو رہے ہیں) اور شاید دوبارہ واپس آئیں گے ان شاء اللہ۔ پھر وہ یمن کو لوٹ گئے۔ چنانچہ میں نے (مدینہ منورہ پہنچ کر) سیدنا ابوبکر ؓ سے اُن کا سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: ''تم انہیں (میرے پاس) لے کر کیوں نہیں آئے؟'' پھر کچھ عرصہ بعد (ملاقات ہونے پر) ذوعمرو نے مجھ سے کہا: ''اے جریر! میرے دل میں تمہاری بڑی عزت ہے اور میں تمہیں ایک (خاص) بات بتلاتا ہوں کہ تم عرب اس وقت تک خیر و اصلاح میں رہو گے جب تک تم اپنے حاکم کے انتقال پر دوسرا حاکم بنا لو گے، مگر پھر جب (حصول

حدیث نمبر 52: اس کے تحت مرزا جی نے صحیح مسلم کی دوسری **حدیث کے ترجمے میں اپنی انجینئرنگ** کرتے ہوئے ایڈیٹنگ کی اور اپنی طرف سے مزید الفاظ شامل کر دیے اور نوٹ لگا کر ایک جھوٹ اور بہتان بھی لگایا، جس کا جواب ان کو روزِ قیامت دینا پڑے گا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم کی پہلی حدیث: اس حدیث کا باب سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی بدبخت اس کو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو جان لینا چاہیے کہ اس حدیث میں تو ان لوگوں سے قتال کرنے کا حکم ہے، جبکہ نبی ﷺ نے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت سے صلح کرنے کی تعریف اور بشارت سنائی ہے۔ [بخاری : 2704] نیز اس حدیث میں تو ہے کہ جو ان کے ساتھ ہاتھ، زبان اور دل سے جہاد نہ کرے گا اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ تو کیا خیال ہے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جب دل و زبان سے بھی ان کے ساتھ جہاد کے بجائے صلح کی تھی، اس وقت ان میں ایمان کا درجہ کتنا تھا؟ ذرا غور کریں اور ہوش کریں۔ جب ان کے اندر ایمان کامل موجود ہے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس حدیث کا مصداق اور مراد نہیں ہیں۔ مرزا صاحب! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، اگر چاہیں تو سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صاحبِ ایمان اور متبعِ سنت مان کر سیدین کریمین رضی اللہ عنہما کا ایمان بھی مان لیں، یا (نعوذ باللہ!) سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنت کا مخالف قرار دے کر سیدین کریمین رضی اللہ عنہما کے ایمان کا بھی انکار کر دیں، کیونکہ انہوں نے تو جہاد کے بجائے صلح کر لی تھی۔

صحیح مسلم کی دوسری حدیث: یہ بات تو درست ہے کہ خطبہ نمازِ عید کے بعد ہی سنت ہے اور یہ جناب مروان کی ذاتی اجتہادی غلطی تھی، لیکن اس غلطی کے باوجود سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ان کے پیچھے ہی نمازِ عید ادا کرتے اور ان کا خطبہ سنتے تھے۔[بخاری: 956]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ مروان کا اجتہاد تھا۔اور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ مروان یہ سمجھتے تھے کہ نماز اور خطبہ دونوں کا ادا کرنا ضروری ہے،لیکن ترتیب ضروری نہیں،اس بنیاد پر انھوں نے اجتہاد کیا تھا۔[فتح الباري :تحت رقم: 956] لیکن مرزا صاحب نے اس روایت کے ترجمے میں ڈنڈی مارتے ہوئے تحریف کی ہے۔مثلاً:اس روایت کی دوسری لائن کے شروع میں لکھا ہے:''بدعت شروع کی۔'' جبکہ حدیث میں بدعت کے الفاظ موجود نہیں ہیں، یہ مرزا کا اپنا اضافہ ہے۔نیز مرزا صاحب نے ساتھ ہی نوٹ لگا کر یہ جھوٹ بھی بولا کہ''نماز کے بعد خطبے میں بنوامیہ کے گورنر سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر منبروں سے لعنت کرواتے تھے...''۔مرزا صاحب! ہم پیچھے بھی آپ کی ان جھوٹی کہانیوں کا پول کھول آئے ہیں،اور اب بھی آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی ایک صحیح صریح حدیث میں دکھا دیں کہ عید کے دن خطبہ عید میں منبروں پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت ہوتی تھی (نعوذ باللّٰہ من ذلك) ،اس لیے لوگ چلے جاتے تھے۔یہ بات بھی آپ پر آپ کی وفات تک قرض ہے۔مرزا صاحب!صرف لوگوں کے چلے جانے سے منبروں پر لعنت کا ثبوت قطعاً نہیں ملتا۔کتنے ہی لوگ آج بھی خطبہ عید سنے بغیر چلے جاتے ہیں،تو کیا یہ کہنا جائز ہوگا کہ آج بھی منبروں پر لعنت ہو رہی ہے؟نہیں جناب!یہ تو بس لوگوں کی سستی ہوتی ہے۔آپ نے جان بوجھ کر اس کا رخ اس طرف پھیر کر اپنی صحابہ دشمنی کا سامان تیار کیا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث: یہ مروان کی غلطی تھی،سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قطعاً ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا،اور ان کے اس عمل کے باوجود سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا، کیونکہ جناب مروان نے یہ طریقہ بطورِ اجتہاد اختیار کیا تھا،جیسا کہ روایت کے آخر میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے،اگرچہ ان کا یہ اجتہاد غلط تھا۔[بخاری: 956] اور شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (جن کی تشریحات مرزا صاحب بطورِ دلیل جا بجا پیش کر چکے ہیں) فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ مروان نے یہ کام اجتہادی طور پر کیا تھا۔[فتح الباري، تحت رقم:956] یاد رہے کہ اجتہادی خطاء پر الزام تراشی درست نہیں۔

حدیث نمبر 53: سنن نسائی الکبریٰ اور مستدرک حاکم کی حدیث اس کے تحت مرزا جی نے ایک عبارت آدھی نقل کی اور آدھی چھپا کر یہودیوں والا کام کیا،اور ایک حدیث کا ترجمہ بدل کر پھر تحریف کی اور صحابہ دشمنی کا گناہ بھی اٹھایا۔

مرزا صاحب! آپ نے یہ تو نقل کر دیا کہ قال الحاکم اسنادہ صحیح علیٰ شرط البخاری و مسلم لیکن آگے خود امام ذہبی نے نقل کیا ہے:فیه انقطاع، یعنی یہ روایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن زیاد کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں،اور منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے،افسوس یہودیوں اور رافضیوں کی نوکری کا صحیح حق ادا کرنے کی خاطر آپ اسے چھپا گئے۔ نیز مرزا صاحب نے اس ضعیف روایت کے ترجمے میں بھی ڈنڈی ماری ہے۔اصل روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت کی تھی جبکہ مروان اس کی پشت میں تھا،یعنی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔لیکن مرزا صاحب نے ترجمہ یوں لکھا کہ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان اور اس کے باپ پر لعنت کی تھی۔'' (نعوذ باللّٰہ من ذلك)

مرزا صاحب! مروان پر لعنت اور اس کے باپ پر لعنت میں فرق ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس ضعیف روایت کے مطابق بھی) ایک (حکم) پر لعنت بھیجی تھی،لیکن آپ نے ایک کے بجائے دو افراد (مروان اور ان کے باپ حکم) پر لعنت لکھی ہے، جو سراسر جھوٹ ہے۔نیز مرزا صاحب!اب غور طلب بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ (حکم) پر جب لعنت کی تھی اس وقت وہ مسلمان نہیں تھے اور بعد میں حکم مسلمان ہو گئے تب حکم اس لعنت کے مستحق نہ رہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لعنت ان کے حق میں رحمت اور اللہ کی قربت اور گناہوں کا سامان بن گئی تھی [صحیح مسلم: 6614،6616] نیز کیا باپ کی لعنت کی وجہ سے بیٹا، جو ابھی پیدا بھی نہ ہوا ہو، وہ بھی اس لعنت کا مستحق بن جاتا ہے؟نہیں بنتا ذرا کچھ تو ہوش کریں۔

قرآنِ مجید میں تو مذکور ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔''

لیکن وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کے والدین حالتِ کفر میں فوت ہوئے تو کیا ان سب صحابہ کو بھی (نعوذ باللہ) لعنتی کہا جائے گا؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ شاید مرزا صاحب نے

سمجھا کہ یہ کسی پائپ کی فٹنگ ہے جس طرح ''جگاڑ'' لگا فٹ کردیا، جناب یہ انجینئرنگ نہیں بلکہ قرآن وحدیث کا علم ہے، ذرا فرق سمجھیں! ورنہ ''کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا'' کے مصداق ٹھہریں گے۔ مرزا جی! ایک تو یہ روایت ضعیف ہے دوسرا وہ لعنت صرف باپ پر تھی بیٹے پر نہیں اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اسکے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ لعنت ان کے حق میں رحمت اور قربت الٰہی کا سبب بن جاتی۔ [مسلم: 2601]

حدیث نمبر 54: یہ روایت ضعیف ہے جبکہ مرزا جی کا دعوی توصحیح الاسناد روایات کا تھا۔

پہلی وجہ ضعف: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث معلول ہے، کیونکہ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سیّدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی) کو سنائی تھی اور سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں جب سیّدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ شام میں تھے، ان کے پاس شام آنا کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تو شام آئے ہی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں تھے اور اس وقت وہاں سیّدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بجائے سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ لہٰذا سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اس کو سیّدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے بیان کرنے والے الفاظ ہی اس کے ضعیف ہونے کا پتا دیتے ہیں۔ [التاريخ الأوسط للبخاري: 45/1، رقم: 158]

دوسری وجہ ضعیف: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ''ابوالعالیہ اور سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ'' کے درمیان انقطاع ہے، یعنی راوی کے حذف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صحیح ابن خزیمہ میں اس روایت کی سند میں ''ابوالعالیہ اور سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ'' کے درمیان ''ابومسلم'' کا واسطہ موجود ہے، اس کے متعلق امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ روایت بھی ضعیف ہے، کیونکہ ابومسلم راوی مجہول ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ مزید نقل کرتے ہیں کہ تاریخ دمشق میں امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے یزید کی مذمت میں جتنی بھی روایات نقل کی ہیں سب کی سب من گھڑت ہیں۔ یہ ساری تفصیل البدایہ والنہایہ میں موجود ہے۔ [البداية والنهاية: 254/8] اور ان ضعیف روایات میں سے سب سے بہترین روایت یہی تھی جس کا حال ہم نے بیان کردیا ہے کہ وہ ضعیف اور منقطع ہے۔ جب یہ روایت ہی ثابت نہیں تو اس بنا پر شیخ البانی رحمہ اللہ کا تبصرہ بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ نیز البانی رحمہ اللہ نے تو یہ بات لفظ ''لعل'' کے ساتھ لکھی تھی جس کا مطلب ہے کہ ہوسکتا ہے یہ مراد ہو یعنی یقینی بات نہیں ہے لیکن مرزا جی ''لعل'' کا لفظ چھپا کر اس کو یقین میں ترجمہ کرکے دھوکہ دیا ہے۔

مسند ابی یعلیٰ اور مجمع الزوائد کی حدیث: اس روایت کے آخری جملوں پر غور کریں، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اب تیری مرضی ہے چاہے تو ان کی اصلاح فرمادے اور چاہے تو ان کو تباہ وبرباد فردے''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ذریعے سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرواکے امت کو تباہی سے بچالیا اور ان کی اصلاح فرمادی۔

یعنی امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھا اور اسی میں مسلمانوں کی اصلاح اور خیر تھی۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

26

میں نے جواباً کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جس (سنت) کو جانتا ہوں وہ اس (بدعت) سے بہتر ہے جسے میں نہیں جانتا۔'' اُس نے کہا: ''اصل بات یہ ہے کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے (خطبے کے) لئے بیٹھتے نہیں تھے، لہٰذا میں نے اُس (خطبے) کو نماز سے پہلے مقرر کر لیا ہے۔'' [صحیح مُسلم : 179 اور 177 ، صحیح بُخاری : 956 ، صحیح مُسلم : 2053]

53 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا یوسف تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مروان بن حکم کو حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ نے حجاز کیلئے اپنا گورنر مقرر کیا تو اُس نے (مسجدِ نبوی ﷺ میں) خطبہ دینے کے دوران (حضرت معاویہ ؓ کی زندگی میں ہی) یزید بن معاویہ کا ذکر کرنا شروع کیا تاکہ لوگوں سے اُسکے باپ کے بعد (خلیفہ بننے کیلئے پیشگی ہی) بیعت لے سکے۔ (اسکی تقریر سن کر) سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ نے اُس (مروان) سے کچھ کہہ دیا (سیدنا عبدالرحمٰن ؓ کے اُن کھرے کھرے جوابی الفاظ کا ذکر اسی حدیث کے اگلے طریق میں موجود ہے) مروان نے (غصہ میں) حکم دیا کہ انھیں گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ سیدنا عبدالرحمٰن ؓ (جان بچانے کی خاطر اپنی بہن) اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر (جو مسجدِ نبوی ﷺ کے ساتھ مُلحق تھا) میں داخل ہو گئے۔ جب وہ (حکومتی کارندے) انھیں نہ پکڑ سکے تو مروان بن حکم نے (غصہ میں آ کر گستاخی کرتے ہوئے) کہا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''اور وہ شخص کہ جس نے کہا اپنے والدین سے کہ افسوس ہے تمہارے حال پر، کیا تم مجھے اس بات کی دھمکی دیتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بھی کئی قومیں گزر چکی ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ دھمکیاں تو صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' [الاحقاف : 17] (مروان کی طرف سے آلِ ابی بکر ؓ پر لگائے گئے اس گستاخانہ اور جھوٹے الزام پر) اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے میں سے ہی جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہم (آلِ ابی بکر ؓ) سے متعلق اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا سوائے اُسکے جو (سورۃ النور میں) میری برأت سے متعلق نازل ہوا تھا۔'' **سُنن النسائی الکُبریٰ اور المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** سیدنا محمد بن زیاد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ ؓ نے اپنے بیٹے (یزید بن معاویہ) کیلئے بیعت لی تو مروان بن حکم نے کہا: ''سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ کی سنت ہے (کہ انھوں نے اپنے بعد خلیفہ کو نامزد کیا تھا)۔'' سیدنا عبدالرحمٰن ؓ نے جواباً فرمایا: ''یہ تو ہرقل اور قیصر (جیسے بادشاہوں) کی سنت ہے (کہ باپ کے بعد اُسکا بیٹا حکمران بنے)۔'' تو مروان نے کہا: ''بیشک یہ وہ شخص ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری تھی: [الاحقاف : 17] جب یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اُس (مروان) نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے وہ آیت ہمارے متعلق نازل نہیں فرمائی، اور اگر میں چاہوں تو اُسکا نام بھی بتا سکتی ہوں جسکے متعلق وہ نازل ہوئی (حقیقت تو یہ ہے کہ) بیشک میں نے خود سُنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مروان اور اُسکے باپ پر لعنت کی تھی جبکہ مروان اُس وقت اپنے باپ کی پشت میں تھا، پس مروان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی لعنت کا ایک ٹکڑا ہے۔'' [صحیح بُخاری : 4827 ، سُنن النسائی الکُبریٰ : 11491 ، المُستدرک للحاکم : 8483 ، قال الامام حاکم : اسنادہ صحیح علی شرط البُخاری و مُسلم]

54 **الاوائل لابن ابی عاصم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوذر غفاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پہلا شخص جو میری سنت کو بدل دے گا اُس کا تعلق بنو اُمیہ سے ہوگا۔'' اسی کے تحت اپنے مجموعہ میں **محدثِ اعظم سعودی عرب شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (المتوفی-1420 ھجری) لکھتے ہیں:** ''اس حدیث میں سنت کو تبدیل کر دینے سے مراد خلیفہ کے انتخاب کے طریقے کو بدل کر اُسے وراثت بنا دینا ہے۔'' **مُسند ابی یعلیٰ اور مجمع الزوائد کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن سبع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (پھر اُس سے نباتات نکالے) اور مخلوقات کو پیدا فرمایا، ایک وقت آئے گا کہ میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگ دیا جائے گا۔'' ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! جو کوئی بھی ایسی حرکت کرے گا ہم اُس کو اُسکے اہل و عیال سمیت تباہ و برباد کر دیں گے۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں کہ ایسی حرکت مت کرنا، میرے قتل کے بدلے میں صرف میرے قاتل کو ہی قتل کرنا۔'' اُس شخص نے عرض کی: اے امیر المومنین! آپ اپنے بعد ہمارے لئے اپنا کوئی خلیفہ مقرر فرما دیں۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ میں تمھیں اُسی طرح چھوڑ کر جاؤں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (بغیر خلیفہ کے) چھوڑا تھا۔'' لوگوں نے عرض کی: اگر آپ ؓ ہمیں بغیر خلیفہ کے چھوڑے جا رہے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی تو کیا جواب دیں گے؟ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: ''میں عرض کروں گا کہ اے اللہ تعالیٰ میں اُن میں رہا جب تک تو نے مجھے اُن میں رکھا اور جب تو نے مجھے موت دے دی تو میں نے تجھے اُن پر نگران چھوڑ دیا، اب تیری مرضی ہے چاہے تو اُنکی اصلاح فرما دے، اور چاہے تو اُنکو تباہ و برباد فرما دے۔''

[الاوائل لابن ابی عاصم : 63 ، السلسلۃ الصحیحۃ : 1749 ، مُسند ابی یعلیٰ : 586 ، مجمع الزوائد : 14782 ، قال الامام الهیثمی و الشیخ حسین سلیم : اسنادہ صحیح]

55 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں تھا اور وہاں میری ملاقات دو یمنی باشندوں، ذوکلاع اور ذوعمرو سے ہوئی، میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنانے لگ گیا، (یہ سن کر) ذوعمر کہنے لگے ''اگر آپ کی باتیں اپنے نبی ﷺ کے بارے میں درست ہیں تو پھر (سن لو کہ) اُن (نبی ﷺ) کی وفات کو تو تین دن گزر چکے ہیں۔'' پھر وہ میرے ساتھ ہی سفر کرتے رہے، حتیٰ کہ ہم راستے میں ہی تھے کہ ہمارے سامنے مدینہ منورہ سے آنے والا ایک قافلہ نمودار ہوا، اور ہم نے اُن سے (نبی ﷺ کے متعلق) پوچھا تو انہوں نے بتایا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور سیدنا ابوبکر ؓ کو خلیفہ بنا لیا گیا ہے اور سب لوگ امن و امان سے ہیں۔ اُن دونوں نے کہا: ''اپنے خلیفہ کو بتانا کہ ہم آرہے تھے (مگر اب واپس ہو رہے ہیں) اور شاید دوبارہ واپس آئیں گے ان شاء اللہ۔ پھر وہ یمن کو لوٹ گئے۔ چنانچہ میں نے (مدینہ منورہ پہنچ کر) سیدنا ابوبکر ؓ سے اُن کا سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: ''تم انہیں (میرے پاس) لے کر کیوں نہیں آئے؟'' پھر کچھ عرصہ بعد (ملاقات ہونے پر) ذوعمرو نے مجھ سے کہا: ''اے جریر! میرے دل میں تمہاری بڑی عزت ہے اور میں تمہیں ایک (خاص) بات بتلاتا ہوں کہ تم عرب اُس وقت تک خیر و اصلاح میں رہو گے جب تک تم اپنے حاکم کے انتقال پر دوسرا حاکم بنالو گے، مگر پھر جب (حصول

27

اقتدار کے لئے) تلوار (استعمال) ہوگی تو (تمہارے حاکم) بادشاہ بن جائیں گے جو بادشاہوں کی طرح غضب ناک ہوا کریں گے اور بادشاہوں ہی کی طرح خوش ہوں گے۔'' (یعنی اُن کے مزاج شاہانہ اور اطوار جابرانہ ہوں گے) **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں منیٰ میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے گھر میں تھا اور وہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب ؓ کے آخری حج میں اُنکے ساتھ تھے۔ سیدنا عبدالرحمٰن ؓ لوٹ کر آئے اور مجھ سے کہنے لگے: ''کاش تم اُس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المومنین ؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین ؓ! کیا آپ ؓ اُس فلاں شخص سے پوچھ گچھ نہیں کریں گے کہ جو یہ کہتا ہے کہ اگر سیدنا عمر ؓ فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا کیونکہ سیدنا ابوبکر ؓ کی بیعت بھی تو اچانک (بغیر کسی منصوبے کے) ہوئی تھی اور کامیاب رہی تھی؟'' اُسکی یہ خبر سُن کر سیدنا عمر ؓ غصے میں آگئے اور فرمایا: ''ان شاء اللہ تعالیٰ آج شام میں ضرور لوگوں کو خطبہ دوں گا اور انھیں اِن (سازشی) لوگوں سے خبردار کروں گا جو لوگوں سے معاملات (یعنی اقتدار) چھین لینا چاہتے ہیں۔'' اس پر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین ؓ! ابھی ایسا نہ کیجئے گا کیونکہ حج کے موقع پر ہر قسم کے عامی اور بازاری لوگ بھی جمع ہوئے ہوتے ہیں اور یہی لوگ خطبے کے وقت آپ ؓ کے قرب و جوار میں اکٹھے ہوں گے اور مجھے خوف ہے کہ آپ ؓ کوئی بات ایسی کہہ دیں کہ جو غلط مطلب و مفہوم کے ساتھ ہر طرف پھیل جائے اور لوگ اسے درست سیاق و سباق کے ساتھ نہ سمجھ پائیں، لہٰذا آپ ؓ تھوڑا سا انتظار کر لیں، حتیٰ کہ آپ ؓ مدینہ منورہ پہنچ جائیں جو کہ ہجرت اور سنت کا گڑھ ہے، وہاں آپ ؓ سمجھدار لوگوں اور معززین کے ساتھ مخصوص مجلس میں بات کریں تاکہ آپ ؓ کی گفتگو کو صحیح اور موزوں مفہوم میں لیا جا سکے۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ان شاء اللہ تعالیٰ میں مدینہ منورہ پہنچتے ہی پہلا کام یہی کروں گا۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ذوالحجہ کے آخر میں مدینہ منورہ واپس آئے، اور جمعہ کے دن میں سورج ڈھلتے ہی جلدی (مسجد میں) چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ سیدنا سعید بن زید ؓ منبر کے پاس پہلے سے تشریف فرما ہیں، میں بھی اُنکے قریب ہی بیٹھ گیا اور میرا گھٹنا اُنکے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ تشریف لے آئے۔ انھیں آتا دیکھ کر میں نے سیدنا سعید ؓ سے کہا کہ آج وہ ایسا خطبہ دیں گے کہ خلیفہ بنائے جانے کے بعد سے آج تک ویسا خطبہ نہیں دیا ہوگا۔ سیدنا سعید ؓ نے میری بات سے اتفاق نہ کیا اور کہنے لگے کہ نہیں، کوئی نئی بات نہیں کہیں گے۔ سیدنا عمر ؓ آ کر منبر پر بیٹھ گئے، اور جب موذن (اذان سے) فارغ ہو گیا تو آپ ؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: ''آج میں ایسی بات کہنے والا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سجھائی گئی ہے، شاید یہ میری زندگی کی آخری گفتگو ہو، جو شخص بھی اسے سُن لے اور سمجھ لے تو اُسکا فرض ہے کہ جہاں تک وہ اُسے پہنچا سکے، پہنچا دے، اور جو اسے نہ سمجھ سکے، تو میں اُسے اجازت نہیں دیتا کہ اسے آگے بیان کرے اور (کم فہمی کی وجہ سے) غلط بیانی کا مرتکب ہو۔۔۔۔۔۔۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے کسی نے یہ کہا ہے کہ اگر سیدنا عمر ؓ فوت ہو گئے تو ہم فلاں شخص کی بیعت کر لیں گے۔ اے لوگو! دیکھنا تم میں سے کسی شخص کو اس بات سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سیدنا ابوبکر ؓ کی بیعت بھی تو اچانک ہوئی تھی اور اسکے باوجود منعقد ہو گئی تھی اور کامیاب ٹھہری تھی۔ خبردار! وہ بیعت واقعی ہوئی تو اسی طرح اچانک تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے (محض اپنے فضل و کرم سے خاص) اُس موقع پر شرارت اور فتنہ سے محفوظ رکھا (اور سب مسلمانوں نے اُس بیعت کو تسلیم کر لیا تھا) لیکن اب تم میں (قیامت تک) سیدنا ابوبکر ؓ جیسا کون ہو سکتا ہے کہ سب کے سب اُس ایک پر متفق بھی ہو جائیں (یعنی اب ایسا دوبارہ ہونا ممکن ہی نہیں لہٰذا اب خلیفہ کے انتخاب کے معاملے میں مشاورت کے بغیر کوئی چارہ نہیں) اب جس نے بھی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی بھی شخص کی (زبردستی خلافت کیلئے) بیعت منعقد کی (تو یاد رکھنا) وہ بیعت کرنے والا اور جسکی بیعت کی گئی ہوگی، (فساد کے) نتیجے میں دونوں ہی قتل کر دیئے جائیں گے۔'' **مُسند احمد کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا بیان ہے۔۔۔۔۔۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے ارشاد فرمایا: ''اب جس نے بھی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی بھی شخص کی (زبردستی خلافت کیلئے) بیعت منعقد کی (تو یاد رکھنا) نہ تو بیعت کرنے والے کی بیعت صحیح ہوگی اور نہ جس (خلیفہ) کی بیعت کی گئی اُس کی بیعت منعقد ہوگی۔'' [صحیح بُخاری : 4359 اور 6830 ، مُسند احمد : 391 (جلد - 1 ، صفحہ - 242) ، قال الشیخ شعیب الارنووط : اسنادہ صحیح علی شرط مُسلم]

56 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے (علوم کے) پیالے محفوظ کیے ہیں، ایک (علم شریعت) کو میں نے لوگوں میں نشر کر دیا ہے، اور دوسرے (مستقبل میں ہونے والے فتنوں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی غیبی خبروں) کو اگر بیان کروں تو (ان موجودہ حکمرانوں کے کرتوتوں کی اصلیت کھلنے کے باعث اُنکی طرف سے) میری شہ رگ ہی کاٹ دی جائے گی۔'' **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا سعید بن عمرو تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں مسجدِ نبوی شریف میں سیدنا ابوہریرہ ؓ کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا، اور ہمارے ساتھ مروان (بن حکم) بھی تھا۔ سیدنا ابوہریرہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے صادق و مصدوق (رسول اللہ ﷺ) کو فرماتے ہوئے سُنا تھا: ''میری اُمت کی ہلاکت خاندانِ قریش (میں سے بنو اُمیہ) کے نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔'' (والعیاذ باللہ تعالیٰ) یہ سُن کر مروان (خود ہی) کہنے لگا: ''اُن چھوکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو!'' سیدنا ابوہریرہ ؓ نے فرمایا: ''اگر میں چاہوں تو بنو فلاں اور بنو فلاں کہہ (کر اُن چھوکروں کے نام بھی بتا) سکتا ہوں۔'' (راوی حدیث کہتے ہیں کہ) جب وہ لوگ شام کے حکمران بن گئے تو میں اپنے دادا (یعنی سعید تابعی رحمہ اللہ) کے ساتھ بنو مروان کے پاس جایا کرتا تھا، تو میرے دادا جان جب اُن کم عمر لڑکوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے: ''عین ممکن ہے کہ یہ وہی لڑکے ہوں۔'' ہم نے اُن سے جواباً عرض کیا: ''آپ (سعید تابعی رحمہ اللہ) ہی بہتر جانتے ہیں۔'' **صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سُنا تھا: ''قریش کا یہ قبیلہ (مراد بنو اُمیہ، اور اسکے ثبوت میں مقالہ کی حدیث نمبر 2 پہلے ہی گزر چکی ہے) میری اُمت کو برباد کرے گا۔'' ہم نے عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! پھر آپ ﷺ ہمیں (ایسی حالت میں) کیا حکم دیتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''کاش کہ لوگ اُن سے الگ ہی رہیں (یعنی اُن حکمرانوں کے ساتھ کسی بھی برے عمل میں ہرگز شریک نہ ہوں)۔'' [صحیح بُخاری : 120 اور 7058 ، صحیح مُسلم : 7325]

حدیث نمبر 55: مرزا صاحب! امام بخاری رحمہ اللہ نے تو اسے صرف ایک واقعے کے طور پر نقل کیا ہے کہ ایسا واقعہ ہوا تھا، نہ کہ اس لیے کہ اب آپ ذوعمرو کی باتوں کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا شروع کر دیں۔ اور ذوعمرو نے کون سی کوئی حدیث بیان کی ہے، اس نے تو صرف اپنا تجربہ یا اہلِ کتاب سے سنی ہوئی بات بیان کی ہے، اور اس پر ایمان لانا بھی فرض نہیں۔

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے [فتح الباري: تحت رقم :4359] میں لکھا ہے کہ ذوالکلاع جو اس وقت ذوعمرو کے ساتھ کھڑا تھا۔ جنگِ صفین میں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں شامل تھا اور اس میں شہید ہوا۔ مرزا صاحب! آپ کس وادی میں گم ہیں! ذوالکلاع تو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہو رہے تھے، اور آپ اس حدیث کو انھی کے خلاف پیش کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تلوار حصولِ اقتدار کے لیے نہیں بلکہ حصولِ قصاص کے لیے نکالی تھی، اور انھوں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ قصاص لے لیں تو پورے ملک شام میں سب سے پہلے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔

[سیر اعلام النبلاء: 523/2] اور یہ بات تو آپ نے بھی لکھی ہے کہ ان کی جنگوں کا اصل سبب قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ تھا۔ [رافضیت وناصبیت صفحہ:2]

صحیح بخاری اور مسند احمد کی حدیث: مرزا صاحب یہاں مسلمانوں کے مشورے سے مراد مسلمانوں کے اکثر افراد یا بعض بڑے بڑے افراد ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے مشورے سے مراد اگر تمام امت مسلمہ کا مشورہ ہو تو یہ ناممکن ہے، کیونکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی چند مسلمانوں کے مشورے سے ہی ہوئی تھی اور یقیناً وہ درست تھی، اور خود سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بعد خلافت چھ افراد کے مشورے پر چھوڑی تھی، لہٰذا کل مسلمان مراد نہیں بلکہ اکثریت یا بڑے بڑے چند افراد مراد ہیں، یاد رہے کہ سیّدنا امیر معاویہ کے بعد یزید کی بیعت بھی بڑے بڑے صحابہ کے مشورے ہی سے لی گئی تھی، لہٰذا اس پر اعتراض کرنا فضول ہے۔

حدیث نمبر 56: **صحیح بخاری کی پہلی حدیث:** مرزا صاحب نے اس حدیث کے آخر میں بریکٹ لگا کر صحابہ کی توہین کی اور گندے ترین جملے لکھ کر اپنے اندر کے بغض اور گند کا اظہار کیا ہے۔

معزز قارئین! سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو یزید کے دورِ خلافت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے، اب ہمارا مرزا صاحب سے سوال ہے آپ کے بقول سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ان موجودہ حکمرانوں کے کرتوتوں کی اصلیت کھلنے کے باعث ان کی طرف سے) کن کن حکمرانوں کے کرتوت بیان کرتے تھے؟ کیونکہ ان کی زندگی میں تو خلفائے ثلاثہ کے بعد سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم خلیفہ تھے۔ تو کیا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) ان تین حکمرانوں کے کرتوت بیان کرتے تھے، مرزا صاحب ہوش کے ناخن لیں یہ تمام خلفاء تو بزبانِ نبوت جنتی خلفاء تھے اور اہلِ بیت سمیت تمام صحابہ ان کی خلافت پر راضی تھے، اور آپ ان کی طرف کرتوتوں کے الفاظ منسوب کر کے ان کی توہین کر رہے ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ راجح بات یہی ہے کہ یہاں مستقبل کے فتنوں سے مراد قربِ قیامت کے فتنے ہی ہیں نا کہ ان کی زندگی میں موجود حکمرانوں (سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم) کے کارنامے۔

مرزا صاحب! جب خود سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ علم اور وہ بات نہیں بتائی تو آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ اپنی طرف سے بریکٹیں لگا کر اس بات کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر آپ یہ بہانہ بنائیں کہ محدثین نے یہ تشریحات کی ہیں، تو جواباً عرض ہے کہ جس انداز اور جن الفاظ میں آپ نے لکھا ہے اس انداز میں محدثین نے نہیں لکھا۔ یاد رکھیں کہ محدثین نے جہاں یہ تشریح کی ہے، وہاں انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد احوالِ قیامت اور قربِ قیامت کے فتنے ہیں۔ [فتح الباري ، تحت رقم: 120]

لہٰذا آپ کا صرف اپنی من پسند بات کو پکڑ لینا اور باقی باتوں کو چھوڑ دینا اور اس ایک بات کو بھی مرچ مسالے کے ساتھ بیان کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

صحیح بخاری کی دوسری حدیث: مرزا صاحب نے اس کی بھی تیسری لائن میں **بریکٹ لگا کر نبی کریم ﷺ کی بات کا غلط مفہوم بیان کیا** ہے۔ نبی ﷺ نے تو خاندانِ قریش کہا تھا، لیکن مرزا صاحب نے اپنی نفرت اور بغض والی روش کے سبب خاندانِ قریش میں سے صرف بنو امیہ ہی کو خاص کیا ہے۔ مرزا صاحب! آپ کے پاس کیا ٹھوس دلیل ہے کہ اس فرمانِ نبوی میں خاندان قریش سے مراد صرف بنو امیہ ہی ہیں۔ مرزا صاحب! اگر کوئی ٹھوس اور مضبوط دلیل ہے تو پیش کریں، ورنہ اس تحریف کا جواب آپ کو قیامت کے روز دینا ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بنو امیہ صرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا خاندان نہیں ہے بنو امیہ میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

مرزا صاحب! سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو اس روایت کو مطلقاً ہی بیان کیا ہے۔ اگر اس سے مراد بنو امیہ ہی ہوتے تو کس طرح ممکن تھا کہ مروان خود ہی اپنے گروہ اور امیروں پر لعنت کرنے لگ جاتے؟ اور اگر بالفرض اس سے مراد بنو امیہ ہی کے افراد اور گورنر وغیرہ ہوں، تب بھی ہلاکت سے مراد یہ نہیں کہ اس کو گورنر بنانے یا گورنر ماننے سے بندہ دنیا و آخرت میں ہلاک ہو جائے گا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان نوجوانوں کی وجہ سے فتنہ اور فساد ہوگا۔

صحیح مسلم کی حدیث: مرزا صاحب نے اس کی دوسری لائن میں **بریکٹ لگا کر ایک اور جھوٹ کا اضافہ کیا** ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں: قریش کا یہ قبیلہ (مراد بنو امیہ اور اس کے ثبوت میں مقالے کی حدیث نمبر 2 پہلے ہی گزر چکی ہے)۔ مرزا صاحب! ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ ذرا ہوش میں آئیں اور تعصب کی عینک اُتار کر حقیقت کی آنکھ سے دوبارہ دیکھیں کہ حدیث نمبر 2 میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہ بنو امیہ کا قبیلہ میری اُمت کو برباد کرے گا۔ یہ آپ کا ایک اور جھوٹ اور بہتان ہے، اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ لیکن کیا کریں، جب تک آپ بنو امیہ کی دشمنی میں احادیث میں تحریف کر کے اپنا خود ساختہ مفہوم نہیں نکال لیتے اس وقت تک آپ کو چین نہیں آتا۔ اس کا جواب آپ کو روزِ قیامت دینا پڑے گا۔ نبی ﷺ نے تو صرف قریش کا ایک قبیلہ کہا تھا اب وہ قبیلہ کونسا تھا یہ مرزا صاحب نے اپنی عقل سے ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کی ہے۔ نیز امام نووی اور امام مسلم رحمہ اللہ نے تو اس روایت کو قیامت کی نشانیوں میں ذکر کیا ہے لیکن مرزا صاحب اس سے مراد بنو امیہ لے رہے ہیں۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف ''قرآن اور صحیح الاسناد احادیث'' کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور '' ضعیف الاسناد تاریخی روایات'' کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

28

57 مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سُنا تھا: ''70 کی دہائی کے آغاز (61-ہجری) اور چھوکروں کی حکمرانی سے اللہ تعالی کی پناہ مانگا کرو۔'' دلائل النبوۃ للبیہقی کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوہریرہ ؓ مدینہ منورہ کے بازار میں چلتے ہوئے یہ دُعا مانگا کرتے: ''اَے اللہ تعالی! مجھے 60 تک باقی نہ رکھنا۔ (لوگو!) تمہاری بربادی ہو، حضرت معاویہ ؓ کی کنپٹیوں کو مضبوطی سے پکڑ (کر انھیں روک) لو۔ اَے اللہ تعالی! مجھے چھوکروں کے دورِ اقتدار تک باقی نہ رکھنا۔'' مُسند ابی یعلی کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ گویا حَکَم کے بیٹے (مروان بن حکم اور اُسکی اولاد) آپ ﷺ کے منبر شریف پر اُچھل کر چڑھتے ہیں اور اُترتے ہیں۔ (خواب کے بعد) آپ ﷺ سخت طیش میں آگئے اور ارشاد فرمایا: ''میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ حَکَم کے بیٹے (مروان بن حکم اور اُسکی اولاد) میرے منبر پر بندروں کی طرح اُچھل کود کر رہے ہیں!'' سیدنا ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے: ''اِس (غیبی خبر ملنے) کے بعد وفات تک آپ ﷺ کو کبھی مطمئن اور ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔''

[مُسند احمد : 8302 (جلد - 4 ، صفحہ - 313) ، مشکوۃ المصابیح : 3716 ، دلائل النبوۃ للبیہقی : 2801 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مقالات جز-6 : اسنادہ صحیح]
[مُسند ابی یعلی : 6430 ، قال الشیخ حسین سلیم اسد والشیخ ارشاد الحق الاثری و الشیخ زبیر علیزئی فی مقالات جز-6 : اسنادہ صحیح]

58 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عائذ بن عمرو ؓ ، عبید اللہ بن زیاد (جو یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کیلئے گورنر مقرر تھا) کے پاس آئے اور (بطورِ نصیحت) فرمایا: ''اَے بیٹا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود فرماتے ہوئے سُنا ہے: ''بدترین حکمران وہ ہیں، جو ظالم ہوں، اس لئے تم اُن میں شامل ہونے سے بچ جاؤ۔'' یہ سُن کر وہ (عبید اللہ بن زیاد گستاخی کرتے ہوئے) بولا: ''بیٹھ جاؤ، تم تو صحابہ ؓ میں سے محض بھوسہ (ایک گرے پڑے غیر اہم شخص) ہو۔'' سیدنا عائذ بن عمرو ؓ نے جواباً فرمایا: ''کیا صحابہ ؓ میں سے بھی کوئی شخص بھوسہ تھا؟ بھوسہ تو اُن کے بعد میں آنے والے (تم جیسے) لوگوں میں ہے۔'' سُنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوطالوت تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبرزہ ؓ کو (گورنر یزید بن معاویہ) عبید اللہ بن زیاد کے پاس آتے دیکھا جبکہ وہ دسترخوان پر تھا۔ اُس نے سیدنا ابوبرزہ ؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: ''یہ ہے تمہارا ٹھگنا محمدی ﷺ!'' (نعوذ باللہ من ذالک) سیدنا ابوبرزہ ؓ اُس کی (طنزیہ) بات کو سمجھ گئے اور جواباً فرمایا: ''مجھے گمان نہیں تھا کہ میں اَیسے لوگوں (کے دورِ حکومت) تک زندہ رہوں گا جو مجھے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پر عار دلائیں گے۔'' عبید اللہ بن زیاد بولا: ''محمد ﷺ کی صحابیت تمہارے لئے باعث زینت ہے، عار کا سبب نہیں۔'' پھر کہنے لگا: ''میں نے تمہیں اس لئے بلوایا ہے کہ تم سے حوض (کوثر) کے متعلق پوچھوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے اُس کے بارے میں کچھ سنا تھا؟'' سیدنا ابوبرزہ ؓ نے فرمایا: ''ہاں! نہ ایک بار، نہ دو بار، نہ تین بار، نہ چار بار اور نہ پانچ بار (یعنی متعدد بار سُنا) اور جو شخص اُس (حوض کوثر) کے وجود کا انکار کرے تو اللہ تعالی اُسے اُس سے پینا نصیب نہ فرمائے۔'' سیدنا ابوطالوت تابعی کا بیان ہے کہ پھر سیدنا ابوبرزہ ؓ غصے کی حالت میں وہاں سے تشریف لے گئے۔''

[صحیح مُسلم : 4733 ، سُنن ابی داؤد : 4749 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

59 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا براء بن عازب ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سُنا تھا: ''اَنصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا، اور اَنصار سے صرف منافق ہی بُغض رکھے گا۔ چنانچہ جس نے اَنصار سے محبت کی تو اللہ تعالی اُس سے محبت فرمائے گا، اور جس نے اَنصار سے دشمنی رکھی تو اللہ تعالی اُس سے دشمنی رکھے گا۔'' صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا انس ؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سرِ مبارک پر پٹی باندھے (مرض وفات میں) باہر تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اُسکے بعد آپ ﷺ کبھی منبر پر تشریف نہ لاسکے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: ''میں اَنصار کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میرے جسم وجان ہیں۔ وہ اَپنی ذمہ داریاں نبھا چکے، اَب اُنکے حقوق باقی ہیں۔ تم (میرے بعد) اُنکے نیکوکاروں کی طرف سے عذر قبول کرنا اور اُنکے خطا کاروں سے درگزر کرنا۔'' صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی اَنصار میں سے ایک آدمی ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک وادی میں چلیں اور اَنصار دوسری گھاٹی میں تو میں اَنصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اَنصار اَستر (اندرونی لباس) ہیں جبکہ باقی لوگ اوپر کا کپڑا ہیں۔ (اَے اَنصار!) بیشک تم لوگ میرے بعد ترجیح دیکھو گے تو تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات کرنا۔'' اَلمُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کا بیان ہے کہ سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ جو رسول اللہ ﷺ کے میزبان بنے تھے، جب غزوہ روم میں شریک ہوئے تو (امیر لشکر) حضرت معاویہ ؓ نے اُن سے کہا: ''کیا تم قاتلین عثمان ؓ میں شامل نہیں؟'' اور اُنکے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ کیا، پھر غزوہ سے واپسی پر بھی اَیسا ہی سلوک کیا اور اُنکی طرف کوئی توجہ نہ دی تو سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ نے حضرت معاویہ ؓ سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہم (اَنصاریوں) سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ تم لوگ کن کن آزمائشوں میں مبتلا ہو گے! حضرت معاویہ ؓ نے کہا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات کرنا۔'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا تو پھر تم صبر ہی کرو۔ اِس (گستاخی) پر سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ غصہ میں آگئے اور قسم کھائی کہ پوری زندگی حضرت معاویہ ؓ سے کلام نہیں کروں گا۔ جب سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کو بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا تو وہاں سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ اُن کو ملنے کیلئے آئے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: میں آپ ؓ کیلئے آج ویسے ہی گھر خالی کردوں گا جیسے آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی کیلئے کیا تھا۔ پھر اُنھوں نے اَپنے گھر والوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا اور سارا گھر سازوسامان سمیت سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ کو تحفے میں دے دیا، پھر پوچھا کوئی اور حاجت؟ سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ نے فرمایا: مجھ پر چار ہزار درھم کا قرض ہے اور مجھے اَپنی زمین پر کام کرنے کیلئے آٹھ غلاموں کی ضرورت ہے۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ نے سیدنا ابوایوب اَنصاری ؓ کو بیس ہزار درھم اور چالیس غلام تحفے میں دے دیئے۔

[صحیح بُخاری : 3783 ، 3799 اور 4330 ، اَلمُستدرک للحاکم : 5935 اور 5941 ، قال الامام حاکم والامام الذھبی : اسنادہ صحیح]

29

60 صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے: عبدالرحمٰن بن شماسہ کا بیان ہے، میں اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ پوچھنے کیلئے حاضر ہوا۔ اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کس جگہ کے لوگوں میں سے ہے؟ میں نے عرض کیا: مصروالوں میں سے ہوں۔ اس پر اُنھوں نے فرمایا: تمہارے موجودہ حاکم (جس نے حضرت معاویہ ؓ کی حمایت میں سیدنا علی ؓ کی طرف سے مقرر کردہ مصر کے حاکم میرے بھائی محمد بن ابی بکر ؓ پر چھپ کر حملہ کرکے اُنھیں شہید کرکے مصر پر قبضہ کرلیا) کا کیا حال تھا اُس لڑائی میں؟ میں نے عرض کیا: میں نے تو اُس نئے حاکم میں کوئی بات بری نہیں دیکھی، ہم میں سے کسی کا اونٹ مرجاتا تو وہ اُسے نیا اونٹ دیتا ہے۔ اور اگر ہمارا غلام مرجائے تو نیا غلام دے دیتا ہے۔ اور اگر خرچ کی ضرورت پڑجائے تو خرچ بھی دے دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارے اُس حاکم نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر ؓ کے ساتھ جو سلوک کیا (یعنی محمد بن ابی بکر ؓ کو شہید کرکے اُنکی لاش مردہ گدھے کی کھال میں ڈال کر جلائی گئی) یہ حرکت مجھے اِس حدیث کو بیان کرنے سے نہیں روک سکتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اسی حجرہ میں فرمایا تھا: ''اَے اللہ تعالی! میری اُمت کا جو حاکم لوگوں پر سختی کرے، تو بھی اُس پر سختی فرما اور جو حاکم اُن لوگوں پر نرمی کرے، تو بھی اُس پر نرمی فرما۔'' اَلمُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: مروان بن حکم کا بیان ہے کہ میں حضرت معاویہ ؓ کے ہمراہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اُنھوں نے فرمایا: ''اَے معاویہ! تم نے حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کو شہید کردیا اور تم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ تجھے اِس بات سے ذرا خوف نہیں آتا کہ میں تیرے لئے ایک آدمی چھپا کر رکھوں اور وہ تجھے (خفیہ حملہ کرکے) قتل کردے؟ حضرت معاویہ ؓ نے عرض کیا: (آپ اَیسا نہ کریں کیونکہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایمان اچانک حملہ کرکے قتل کرنے سے روکتا ہے، مومن اچانک حملہ نہیں کرتا۔'' (**نوٹ**: سیدنا علی ؓ کے حامی مشہور صحابی سیدنا حجر ابن عدی ؓ اور اُن کے ساتھیوں کی مظلومانہ شہادت کی مکمل تفصیلات اَلمُستدرک للحاکم کی حدیث نمبر **5972** سے **5984** میں موجود ہیں)۔ مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ ؓ ، اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنھوں نے فرمایا: کیا تمہیں اِس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ میں ایک آدمی کو خفیہ طور پر بٹھا دوں اور وہ تمہیں قتل کردے؟ حضرت معاویہ ؓ نے عرض کیا: آپ اَیسا نہیں کرسکتیں، کیونکہ میں تو اَمن والے گھر میں ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایمان بہادری کو بیڑی ڈال دیتا ہے۔'' اچھا آپ یہ بتایئے کہ میرا آپکے ساتھ اور آپکی ضروریات کے حوالے سے رویہ کیسا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا صحیح ہے۔ حضرت معاویہ ؓ نے عرض کیا: ''تو پھر آپ ہمیں اور باقی لوگوں کو اَپنے حال پر چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ہم اَپنے پروردگار سے جا ملیں۔''

[صحیح مُسلم : 4722 ، اَلمُستدرک للحاکم : 8038 ، مُسند احمد : 16957 (جلد - 7 ، صفحہ - 21) ، قال الشیخ شعیب الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

نوٹ: سیدنا امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ کا قول ہے: ''رسول اللہ ﷺ سے روایت کردہ احادیث کے معاملہ میں حضرت معاویہ ؓ کی ذات پر کوئی تہمت نہیں ہے۔'' (یعنی حضرت معاویہ ؓ کے بعض اَعمال کی وجہ سے اُنکی احادیث پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ کسی صحابی سے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا ثابت نہیں۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ مسلمہ اُصول ہے: ''الصحابة کلھم عدول'' تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں)۔ [سُنن ابی داؤد : 4129 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

نوٹ: امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کے اُستاد امام علی بن جعد رحمھم اللہ (المتوفی-**230** ھجری) فرماتے ہیں: ''مجھے یہ برا نہیں لگے گا کہ اللہ تعالی حضرت معاویہ ؓ کو (قیامت کے دن) عذاب دے۔'' [تھذیب التھذیب لامام ابن حجر : جلد - 7 ، صفحہ - 257 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی قیام رمضان ، صفحہ - 77 : اسنادہ صحیح]

نوٹ: امام مُلا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی-**1014** ھجری) لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں جب حضرت معاویہ ؓ پر واجب تھا کہ وہ اَپنی بغاوت سے رجوع کرکے خلیفہ برحق سیدنا علی ؓ کی اطاعت کی طرف آجاتے، اُنکی مخالفت چھوڑ دیتے اور خلافتِ منفیہ کی طلب ترک کردیتے، جو اُنھوں نے نہیں کیا، تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ ؓ باطن میں باغی تھے اور ظاہر میں صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے خونِ عثمان ؓ کو ڈھال بنائے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ حدیث (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے: ''سیدنا عمار ؓ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی) اُن کی پوشیدہ چیز کو ظاہر کرنے والی ہے اور اُن کی بغاوت کو روکنے والی ہے تاہم کتابِ تقدیر میں اسی طرح لکھا ہوا تھا جیسا کہ ہوگیا، حضرت معاویہ ؓ کے عمل اور رویہ کی وجہ سے قرآن وحدیث دونوں مجبور ومتروک ہوگئے۔'' [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح لامام مُلا علی قاری حنفی ، تحت الحدیث : مشکاۃ المصابیح : 5878]

نوٹ: امام محمد ابن عبدالوہاب رحمہ اللہ (المتوفی-**1206** ھجری) کے بیٹے امام عبداللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حضرت معاویہ ؓ نے اہل شام سمیت سیدنا علی ؓ کی بیعت نہیں کی، پھر اُن کی صرف مخالفت ہی نہیں کی بلکہ اُن پر قتل عثمان ؓ میں اعانت اور اُس پر رضامندی کا الزام بھی دھرا۔ مگر اللہ تعالی نے سیدنا علی ؓ کو اس الزام سے بچالیا ------- سیدنا عمار ؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرو بن عاص ؓ نے لڑائی ترک کردی، اور بہت سے لوگوں نے بھی اُنکی پیروی کی۔ حضرت معاویہ ؓ نے اُن سے پوچھا: ''تم نے لڑائی کیوں ترک کی ہے؟'' اُنھوں نے کہا: ''ہم نے عمار ؓ کو قتل کردیا ہے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمار ؓ کو باغی جماعت قتل کرے گی؟'' معلوم ہوا کہ ہم باغی ہیں۔'' معاویہ ؓ بولے: ''خاموش رہو! واللہ! تم اونٹ کی طرح ہمیشہ اَپنے ہی پیشاب سے پھسلتے ہو۔ کیا ہم نے اُنکو قتل کیا ہے؟ اُن کو علی ؓ اور اُنکے ساتھیوں نے قتل کیا ہے، جنھوں نے اُن کو ہمارے درمیان لا پھینکا۔ ہم تو اَپنے بچاؤ کیلئے لڑ رہے تھے، جس میں وہ قتل ہوگئے۔'' سیدنا علی ؓ کو اسکی خبر ہوئی تو (الزامی جواب کے طور پر) فرمایا: ''اگر ہم نے اُن کو قتل کیا ہے، تو پھر اَپنے چچا سیدنا حمزہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کیا ہے، جنھوں نے اُن کو کفار کے مقابلہ میں بھیجا تھا! ------- بنو اُمیہ سیدنا علی ؓ کی تنقیص اور اُنکے بارہ میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے رہے، مگر اس عمل سے علماء کے دل میں سیدنا علی ؓ کی محبت بڑھ گئی اور قدر ومنزلت میں اضافہ ہوگیا۔ عمر بن عبداللہ بن زبیر ؓ کہتے ہیں: ''بنو اُمیہ 60 سال تک اُن کو گالیاں دیتے رہے، مگر وہ اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ بلکہ اُنکی شان پہلے سے بھی بلند ہوگئی۔'' [سیرۃ الرسول ﷺ لامام عبداللہ ابن محمد ابن عبدالوھاب فی الباب: الخلافة علی ابن ابی طالب ؓ]

حدیث نمبر 57: دلائل النبوۃ للبیہقی کی حدیث: حسب سابق اس روایت میں بھی مرزا جی نے تحریف کرتے ہوئے ترجمہ ہی بدل دیا ہے۔

بنوامیہ اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی نے مرزا صاحب کو خبطی بنا دیا ہے، لہٰذا ہر حدیث کا معنی و مفہوم بگاڑنا اور اس کے ترجمے کو بدلنا مرزا صاحب کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ قارئین! اسی روش پر چلتے ہوئے مرزا صاحب نے اس روایت میں بھی تحریف کر دی ہے۔ حدیث مبارکہ میں تھا: ''تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسِ سَبْعِيْنَ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 70 کے خاتمے سے پناہ مانگو۔ اب ستر کے خاتمے کا اصل مطلب تو یہ تھا کہ ستر کے بعد شروع ہونے والے سال۔ لیکن مرزا صاحب چونکہ بنوامیہ دشمنی میں عقل وخرد کا خون کر چکے ہیں، اس لیے انہوں نے ''70 کی دہائی کا آغاز'' لکھ کر حدیث میں تحریف کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

ہم مرزا صاحب کے سامنے صحیح بخاری کی دو احادیث نقل کرتے ہیں جن سے معنی و مفہوم بالکل واضح ہو جائے گا۔

نمبر (1) نبی ﷺ نے فرمایا: ''فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ'' [صحیح بخاری، رقم: 116] روئے زمین پر جتنے اشخاص وافراد زندہ ہیں آج سے سو (100) برس بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہیں رہے گا۔ قارئین! جس طرح مرزا صاحب کی بیان کردہ حدیث میں ''رأس سبعین'' کا لفظ ہے بعینہ اس روایت میں رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ کا لفظ ہے۔ اب اس کا ترجمہ تمام، اہلِ لغت اور اہلِ علم عرب وعجم ''سو سال کے بعد'' کرتے ہیں، یعنی سو سال مکمل ہونے کے بعد ان موجود افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہوگا۔ اگر مرزا صاحب کے مطابق اس روایت کا ترجمہ کریں تو اس کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے کہ 91 سال کے شروع میں ان موجود افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہوگا، جبکہ کوئی بھی اہلِ علم اس کا قائل نہیں ہے۔ اور اگر مرزا صاحب کا مفہوم مان لیں تو پھر (نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ) نبی ﷺ کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی سیّدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کی تاریخ وفات میں زیادہ معتبر قول 110 یا 107 ہجری کا ہے۔ اور نبی ﷺ نے یہ حدیث اپنی زندگی کے آخر میں بیان فرمائی۔ ہجرت والے دس سال نکال لیں تو باقی تقریباً سو سال بنتے ہیں۔ مرزا صاحب کے مطابق تو ان کو 91 سال بعد یعنی 100 ہجری کے آغاز تک فوت ہو جانا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ لہٰذا ہمارا بیان کردہ مفہوم لیا جائے، تو نبی ﷺ کی پیشین گوئی بھی پوری ہوتی ہے اور حدیث کا صحیح مفہوم بھی باقی رہتا ہے۔ اور اگر مرزا صاحب کا مفہوم مانا جائے تو (نعوذ باللہ) جہاں نبی ﷺ کی پیشین گوئی پوری

نہیں ہوتی وہاں آپ ﷺ کی رسالت کی صداقت پر بھی حرف آتا ہے۔

نمبر(2) سب اہلِ علم اور اہلِ تاریخ حتیٰ کہ خود مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ نبی ﷺ 63 سال کی عمر میں اس دنیا سے رُخصت ہوئے۔ اب مرزا صاحب کے نزدیک تو 63 سال کو "رَأْسُ سَبْعِيْنَ" ہونا چاہیے، کیونکہ مرزا صاحب نے اس مذکورہ حدیث نمبر 57 میں "رَأْسُ سَبْعِيْنَ" کا ترجمہ ہی 70 کی دہائی کا آغاز، یعنی 61 ہجری کیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس حدیث میں ہے "وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً" [صحیح بخاری: 5900]۔ مرزا صاحب! اب آپ اس جگہ کیا ترجمہ کریں گے؟ اگر "رَأْسِ سِتِّيْنَ" کا ترجمہ 60 کا آغاز یعنی 51 کریں تو یہ ترجمہ خود آپ کے اور تمام اُمت کے اہلِ علم کے خلاف ہوگا، اور اگر اس مقام پر "رَأْسُ سِتِّيْنَ" سے مراد 61 سے 70 ہو تو لازمی طور پر وہاں بھی "رَأْسُ سَبْعِيْنَ" سے مراد 71 سے 80 ہوگا، نہ کہ 61 سے 70۔ کیونکہ عربی زبان میں 60 کو ستین کہتے ہیں اور 70 کو سبعین کہتے ہیں لہٰذا رأس ستین کا معنی 61 تا 70 اور "رَأْسُ سَبْعِيْنَ" کا معنی 71 تا 80 ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ کی وفات کے متعلق [بخاری 5900] میں ہے "وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً" (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ کی دہائی میں فوت کیا) تو یہاں بھی "رَأْسُ سِتِّيْنَ" سے مراد 61 سے 70 کے درمیان ہے، یعنی 63 ہجری لیکن اگر مرزا صاحب کا بیان کردہ معنی مراد لیا جائے کہ "رَأْسُ سَبْعِيْنَ" سے مراد 70 کا آغاز ہے، یعنی 61 ہجری تو پھر اس حدیث "رَأْسُ سِتِّيْنَ" سے مراد 60 کا آغاز ہوگا، یعنی 51 ہجری لیکن کوئی بھی اہلِ علم اس کا قائل نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے صحیح بخاری کی دو روایات سے ثابت کر دیا کہ آپ کا ترجمہ بالکل غلط ہے اور سچ تو یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کی دشمنی میں آپ اس قدر باؤلے ہو چکے ہیں کہ تحریف کرنے اور جھوٹ لکھنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

نوٹ: مرزا صاحب جب یہ ثابت ہو چکا کہ "رَأْسُ سَبْعِيْنَ" سے مراد 71 تا 80 ہے تو اب سوال یہ ہے کہ 70 کی دہائی کی گنتی کا آغاز کہاں سے ہوگا؟ کیونکہ نبی ﷺ کی زندگی میں تو سنِ ہجری رائج ہی نہ تھا، اس کا آغاز سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا، اس لیے سن ہجری سے شروع نہیں کر سکتے، اب اس میں چار احتمال ہیں۔

نمبر 1: 70 کی دہائی کا آغاز نبی ﷺ کی بعثت سے کیا جائے، اس طرح آپ کی زندگی کے بعد 47 سال بچتے ہیں کیونکہ آپ کی نبوت والی زندگی کا دورانیہ 23 سال ہے، اور رہے بعد والے 47 سال، تو اس میں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، جو کہ رسول اللہ ﷺ کے برادرِ نسبتی ہیں کئی ایک احادیث کے مطابق زبان نبوت سے جنت کی بشارت پانے والے ہیں اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے پسندیدہ و معتمد خلیفہ تھے۔ ان کا دورِ خلافت تھا لہٰذا یہ قطعاً مراد نہیں ہو سکتا۔

نمبر 2: اگر بالفرض اس کا آغاز سنِ ہجری سے بھی کر لیں تب بھی یزید اس میں شامل نہیں ہوتا، کیونکہ یزید 60 ہجری میں خلیفہ بنا اور 64 ہجری میں فوت ہو گیا، اور اس حدیث کا مصداق وہ ہے جو کم از کم 76 ہجری یا اس کے بعد خلیفہ بنا ہو۔

نمبر 3: اور اگر اس کا آغاز نبی ﷺ کی وفات سے کریں تو 70 سال بعد تک یزید فوت ہو چکا تھا۔

نمبر 4: اور اگر یہ مراد لیں کہ جب آپ ﷺ نے حدیث بیان کی تھی اس سال سے شروع کریں، اور یہ ہی صحیح بات ہے تو چونکہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود یہ روایت سنی ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ روایت 7 ہجری کی ضرور ہوگی، لہٰذا اس سال سے شروع کریں تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد 66 سال بچتے ہیں، اور اس حساب سے بھی یزید 70 کی دہائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا، لہٰذا یہ روایت کسی بھی طرح یزید پر صادق نہیں آتی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں اس کو ان پر فٹ کرنا سوائے سینہ زوری کے کچھ نہیں۔

حدیث نمبر 58: اس روایت میں بنو حکم کی بات ہے، بنو امیہ کی بات نہیں اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ سیّدنا حکم رضی اللہ عنہ کے بیٹے مروان ہی مراد ہوں، بلکہ اس کی نسل سے کوئی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ مروان بن حکم وہ گورنر ہے کہ سیدنا حسین بن علی کے بیٹے، علی بن حسین زین العابدین واقعہ کربلا کے عینی شاہد، واقعہ کربلا کے بعد بھی اس (مروان) کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور اس کی بیان کردہ روایات آگے نقل کرتے تھے [صحیح بخاری: 1563] جس سے امت کو یہ سبق ملتا ہے کہ بنو امیہ اور مروان وغیرہ قاتلین حسین میں شامل نہیں اور نہ ہی اس حدیث کا مصداق ہیں

حدیث نمبر 59: اس کے تحت ابوداؤد کی روایت میں مرزا جی نے ایک مرتبہ پھر مکھی پر مکھی مارتے ہوئے حدیث کا ترجمہ غلط لکھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی حدیث: عبیداللہ بن زیاد نے بالکل غلط کہا ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں لیکن مرزا صاحب! غور طلب بات یہ ہے کہ اگر عبیداللہ بن زیاد نے ایسے جملے استعمال کیے جو نازیبا تھے، تو آپ بھی سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا عمرو بن عاص اور سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی کسر نہیں چھوڑتے، لہٰذا آپ بھی اپنی اداؤں پر غور کریں۔

سنن ابی داؤد کی حدیث: مرزا صاحب نے اس روایت کی دوسری سطر میں عربی کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ مرزا جی لکھتے ہیں: "جبکہ وہ دسترخوان پر تھا" مرزا جی! اس حدیث میں کسی لفظ کا ترجمہ دسترخوان نہیں ہے، بلکہ "السماط" کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ ہے کہ وہ لوگوں کی ایک جماعت میں تھا۔ قارئین! یہ ہے مرزا جی کی علمیت جو عرب علماء کی غلطیاں نکالنے کا دعویٰ

کرتے ہیں، لیکن خود سادہ عربی اور حدیث کا ترجمہ بھی نہیں آتا۔ پتانہیں کہاں سے دیکھ کر مکھی پر مکھی مارتے ہیں اور غور بھی نہیں کرتے۔

قارئین کرام! اس مقام پر دو احتمال ہیں۔ نمبر (۱) ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو طنز کر کے ان کی توہین کی ہے۔ (۲) لیکن اس نے خود ہی اپنی بات کی وضاحت کی کہ میرا مقصود آپ کو طنز کر کے آپ کی توہین کرنا نہیں تھا، اب اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے کیونکہ یہاں معاملہ نیت اور ارادے کا ہے، اگر تو واقعتاً اس نے سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہوئے یہ جملے بولے تھے تو اس نے بہت گھناونا جرم کیا تھا۔ اور اگر اس نے طنز نہیں کیا بلکہ از راہِ تفنن اور محاورتاً بات کی تھی تو تب بھی اس کا یہ معاملہ درست نہیں تھا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق از راہِ مزاح یا تفنن بھی ایسا جملہ بولنا بھی جائز نہیں ہے جس سے ان کی توہین کا ادنیٰ سا بھی پہلو نکلتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی کرے جس کا وہ مستحق تھا۔

حدیث نمبر 60: مرزا جی! آپ کا تو دعویٰ تھا کہ صحیح الاسناد روایات نقل کرنی ہیں لیکن یہ **روایت** تو **ضعیف الاسناد** ہے۔

مرزا صاحب نے [مستدرکِ حاکم] کی ایک **ضعیف روایت** کے لیے بخاری کی احادیث بیان کر کے اتنی لمبی تمہید باندھی، جس کے ذریعے سے (نعوذ باللہ!) مرزا صاحب نے نہ صرف یہ کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا کی راہ ہموار کی بلکہ دبے لفظوں ان کو منافقین کی صف میں لا کھڑا کیا۔ صد افسوس کہ جو روایت بیان کی! وہ ضعیف ہے، اور مرزا صاحب نے یہ بھونڈی حرکت پہلی دفعہ نہیں کی بلکہ ان کا ہمیشہ کا وطیرہ ہے کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے مطلب کی ضعیف روایت بھی انھیں مستند دکھائی دیتی ہے اور ان کے فضائل میں صحیح روایات بھی ان کے نزدیک ضعیف یا مردود ہو جاتی ہیں۔

مستدرکِ حاکم کی حدیث: اس کی 5935 نمبر والی روایت میں ''سلیمان بن مہران الاعمش'' راوی مدلس ہیں اور صیغہ ''عــن'' سے بیان کر رہے ہیں جس کی وجہ سے روایت ضعیف ہے۔

دوسری وجہ ضعف، **حکم عن مقسم** ہے، حکم نے یہ روایت مقسم راوی سے نہیں سنی کیونکہ حکم نے مقسم سے صرف 4 احادیث سنی ہیں اور یہ روایت ان میں نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکم کی مقسم سے چار روایات صحیح ہیں: (۱) **حدیث الوتر** (۲) **حدیث القنوت** (۳) **رأیة فی صید المحرم** (۴) **حدیث عزیمة الطلاق** [علل الحدیث: 192/1] چونکہ یہ روایت حکم نے مقسم سے نہیں سنی، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

اور دوسری سند [مستدرك حاكم: 5941] والی میں ''حبیب بن ابی ثابت'' راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

قارئین! مرزا صاحب کو اپنے مطلب میں کھوٹے سکے بھی درہم و دینار محسوس ہوتے ہیں، اور دوسروں کی صحیح روایات کو کھوٹے سکے کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ ذرا ہوش میں آئیں جناب! مرزا جی! آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو خود انصار کی محبت والی حدیث کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد و منبع الفوائد : 39/10] پھر کیسے ممکن ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی، کاتب وحی، برادرِ نسبتی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مفکر و مدبر اور سپہ سالار صحابہ و تابعین خود انصار کی فضیلت والی روایات بیان کریں اور خود ہی ان کی خلاف ورزی بھی کریں۔ مرزا صاحب! خدارا یہ کھوٹے سکے اپنے پاس ہی سنبھال کر رکھیں یہ آخرت میں آپ کے کام آئیں گے اور اُمت کو گمراہ کرنے والی روش ترک کر دیں۔

مرزا صاحب! آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ سیّدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی وفات سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ان کے بیٹے یزید کی زیرِ قیادت غزوے میں ہوئی۔

سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس غزوے میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اس لشکر کا سپاہ سالار یزید بن معاویہ تھا۔ [بخاری: 1186]

F سیدنا حسین ؓ کے فضائل کا بیان اور یزید بن معاویہ کی ملوکیت میں اُسکے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے ذریعہ مظلومانہ شہادت! 30

61 جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا حذیفہ بن یمان ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے (آخری بار) کب ملاقات کی ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے آپ ﷺ سے ملے ہوئے اتنا (لمبا) عرصہ بیت گیا ہے۔ اس پر میری والدہ نے مجھے سخت سست کہا۔ میں نے (معذرت کرتے ہوئے) کہا کہ بس اب جانے دیجئے، میں آپ ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کرتا ہوں اور آپ ﷺ سے درخواست کروں گا کہ آپ ﷺ میرے اور آپ (والدہ) کیلئے دُعائے مغفرت فرمائیں۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور نمازِ مغرب ادا کی تو آپ ﷺ (نفلی) نماز میں مشغول رہے یہاں تک کہ میں نے نمازِ عشاء بھی آپ ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ پھر آپ ﷺ واپس (گھر کو) چلے تو میں بھی (اندھیرے میں) آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ ﷺ نے میری (قدموں کی) آواز سُنی تو دریافت فرمایا: ''کون؟ کیا حذیفہ ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے پوچھا: ''کوئی کام ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے (خود ہی) دُعا دی: ''اللہ تعالیٰ تیری اور تیری ماں کی بخشش فرمائے۔'' (رازدارِ رسول ﷺ سیدنا حذیفہ بن یمان ؓ کا مزید بیان ہے کہ) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آج رات ایک ایسا فرشتہ زمین پر اُترا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا اور اُس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے سلام کہا اور خوشخبری دی کہ (میری بیٹی سیدہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار اور (میرے نواسے) حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے۔'' المستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے اور اُنکے والد (سیدنا علی ؓ) اُن دونوں سے بہتر (جنتی مقام پر) ہوں گے۔''

[جامع ترمذی : 3781 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

[المستدرک للحاکم : 4779 ، السلسلۃ الصحیحۃ : 796 ، قال الامام حاکم والامام الذھبی والشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

62 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو (اللہ تعالیٰ کی) پناہ میں دیا کرتے اور فرماتے: ''تمہارے باپ سیدنا ابراہیم ؑ (اپنے دو بیٹوں) سیدنا اسماعیل ؑ اور سیدنا اسحاق ؑ کو بھی انہی الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیا کرتے تھے اور میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے (بچاؤ)، اور ہر زہریلے جانور سے، اور ہر نقصان پہنچانے والی نظرِ بد سے (بچاؤ کیلئے)۔'' جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا اُسامہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رات کے وقت حاضر ہوا، تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر میں کوئی چیز لپیٹ کر اُٹھا رکھی تھی، معلوم نہیں کیا چیز تھی۔ جب میں نے اپنے کام کی بات آپ ﷺ سے عرض کر لی تو پوچھا: ''آپ ﷺ نے چادر میں کیا اُٹھا رکھا ہے؟'' یہ سُن کر آپ ﷺ نے چادر کھول کر دکھائی تو (اُس میں) سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہما السلام تھے، جنہیں آپ ﷺ نے اپنی گودِ مبارک میں اُٹھایا ہوا تھا۔ (نوٹ: سیدنا حسن اور سیدنا حسین کے ناموں کے ساتھ علیہما السلام خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔) پھر آپ ﷺ نے یوں دُعا فرمائی: ''یہ دونوں میری اولاد ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ تعالیٰ! میں ان دونوں (نواسوں) سے محبت رکھتا ہوں، اس لیے تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اُس شخص سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔'' جامع ترمذی کی حدیث میں ہے: سیدنا یعلیٰ بن مرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسین ؓ مجھ سے ہے اور میں حسین ؓ سے ہوں، اللہ تعالیٰ اُس شخص سے محبت فرمائے جو حسین ؓ سے محبت کرے، حسین ؓ میرے نواسوں میں (عظیم الشان) نواسہ ہے۔''

[صحیح بُخاری : 3371 ، جامع ترمذی : 3769 اور 3775 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

63 جامع ترمذی ، سُنن ابی داؤد اور سُنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا بریدہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہما السلام آ گئے۔ (نوٹ: سیدنا حسن اور سیدنا حسین کے ناموں کے ساتھ علیہما السلام خود امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔) انھوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں، وہ چلتے چلتے گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے اُترے، اُن دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا لیا اور پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: ''تمہارے اَموال اور اولاد میں تمہارے لئے آزمائش ہے۔'' [التغابن : 15] میں نے جب ان بچوں کو چلتے اور گرتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنا خطبہ کاٹ کر انھیں اُٹھا لیا۔'' سُنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا شداد ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نمازِ عشاء کی امامت کیلئے باہر تشریف لائے۔ اُس وقت آپ ﷺ نے سیدنا حسن ؓ یا سیدنا حسین ؓ کو اُٹھایا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ امامت کیلئے آگے بڑھے اور نواسے کو وہیں زمین پر بٹھا لیا۔ پھر تکبیر کہہ کر نماز شروع فرمائی۔ آپ ﷺ نے نماز کے دوران سجدے میں تاخیر فرما دی تو میں نے نماز ہی میں سر اُٹھا کر دیکھا کہ آپ ﷺ کے نواسے پشتِ مبارک پر چڑھے ہوئے ہیں اور اُس وقت آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے دورانِ نماز جب سجدہ میں تاخیر فرمائی تو ہم لوگوں نے گمان کیا کہ شاید آپ ﷺ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے یا پھر آپ ﷺ پر (حالتِ سجدہ میں) وحی نازل ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ دراصل میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوا تو مجھے یہ برا محسوس ہوا کہ میں سجدے سے جلدی سر اُٹھا لوں اور اُس بچے کی (کھیلنے کی) خواہش مکمل نہ ہو سکے۔'' (نوٹ: مُسند احمد کی حدیث میں سیدنا ابوہریرہ ؓ نے سیدنا حسن ؓ اور سیدنا حسین ؓ دونوں سے متعلق بالکل ایسا ہی واقعہ بیان کیا ہے۔)

[جامع ترمذی : 3774 ، سُنن ابی داؤد : 1109 ، سُنن نسائی : 1414 اور 1142 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

[مُسند احمد : 10669 (جلد - 4 ، صفحہ - 877) ، قال الشیخ شعیب الارنؤوط : اسنادہ صحیح]

31

64 مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوعبداللہ تابعی رحمہ اللہ کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن نجی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں جو سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کیلئے (سفر میں) سامانِ طہارت کا بندوبست کرتے تھے کہ وہ سیدنا علی ؓ کے ساتھ سفر میں تھے، جب آپ ؓ صفین کو جاتے ہوئے (مقام) نینوی کے برابر پہنچے تو آپ ؓ نے بلند آواز سے کہا: ''اے ابوعبداللہ! (یہ سیدنا حسین بن علی ؓ کی کنیت تھی) فرات کے کنارے صبر کرنا، اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا۔'' میں نے پوچھا: ''کیا (کوئی خاص) بات ہو گئی (اے امیر المومنین!)؟'' سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے فرمایا: ''ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے، میں نے (بے چین ہو کر) عرض کیا: ''کیا آپ ﷺ کو کسی نے ناراض کیا ہے؟ آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ ابھی ابھی سیدنا جبرائیل ؑ میرے پاس سے اُٹھ کر گئے ہیں اور اُنھوں نے مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ خبر دی ہے کہ بیشک حسین ؓ کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔ پھر اُنھوں نے پوچھا کہ کیا میں آپ ﷺ کو حسین ؓ کے مقتل کی مٹی لا کر دکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں دکھاؤ! چنانچہ اُنھوں نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر مجھے دکھائی، تو اس پر میں اپنے آنسو نہ روک سکا۔'' المستدرک للحاکم اور السلسلۃ الصحیحۃ کی حدیث میں ہے: سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سیدالشہداء (یعنی شہداء کے سردار) سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب ؓ ہیں، اور وہ شخص (بھی سیدالشہداء ہے) جس نے کسی ظالم حاکم کو (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) روکا تو اُس (حاکم) نے (اس حق گوئی کی پاداش میں) اُسے قتل کر دیا۔'' (نوٹ: یہ صحیح حدیث مبارکہ سیدنا حسین ابن علی ؓ کے سیدالشہداء ہونے پر ایک بہت ہی مضبوط دلیل ہے۔ والحمد للہ)

[مُسند احمد : 648 (جلد - 1 ، صفحہ - 336) ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

[السلسلۃ الصحیحۃ : 822 ، المستدرک للحاکم : 4884 ، السلسلۃ الصحیحۃ : 374 ، قال الامام حاکم الشیخ الالبانی : اسنادہ صحیح]

65 مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کو (خواب میں) دیکھا، (اس حال میں) کہ آپ ﷺ کے بال مبارک بکھرے ہوئے، اور آپ ﷺ پر گرد پڑی ہوئی ہے، اور آپ ﷺ کے پاس ایک شیشی ہے، جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! یہ کیا (ماجرہ) ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ حسین ؓ اور اُس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے اکٹھا کر رہا ہوں۔'' سیدنا عمار تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے: ''ہم نے وہ (خواب والا) دن یاد رکھا، اور پھر (بعد میں) ہم نے تصدیق کر لی کہ اُسی (61 - ہجری میں 10 - محرم الحرام کے) دن وہ (سیدنا حسین ؓ میدانِ کربلا میں) قتل کیے گئے تھے۔''

[مُسند احمد : 2165 (جلد - 2 ، صفحہ - 93) ، قال الشیخ شعیب الارنؤوط و الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

66 صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابونعم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے کسی نے مُحرم (احرام باندھے ہوئے شخص) کے متعلق پوچھا، جو مکھی کو مار ڈالے (تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟) (یہ سوال سُن کر) سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: ''یہ عراق کے رہنے والے مکھی کے (مارنے سے) متعلق پوچھتے ہیں، حالانکہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے لختِ جگر کو قتل کر ڈالا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''یہ دونوں (سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما) دُنیا میں میرے 2 پھول ہیں۔'' مُسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا شہر بن حوشب تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سُنا، جب سیدنا حسین بن علی ؓ کی شہادت کی خبر آئی، تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ عراق پر لعنت کی اور کہا: ''اُنھوں نے اُن (سیدنا حسین ؓ) کو مار ڈالا ہے، اللہ تعالیٰ اُن (عراقیوں) کو غارت کرے، پہلے اُنھیں دھوکہ دیا اور (پھر) ذلیل کیا، اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس صبح صبح ایک ہنڈیا لے کر آئیں جس میں عصیدہ (ایک قسم کا حلوہ) تھا، جو اُنھوں نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا، وہ ایک تھالی میں لے کر آئیں اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہارا چچا زاد (سیدنا علی ؓ) کہاں ہے؟'' اُنھوں نے عرض کیا: وہ گھر میں ہیں۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: ''جاؤ اُسے بلا کر لاؤ اور دونوں بچوں کو بھی لانا۔'' اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) اُن دونوں (سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما) کو ایک ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے لے کر آئیں اور پیچھے سیدنا علی بن ابی طالب ؓ تشریف لا رہے تھے۔ جب سب رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے تو آپ ﷺ نے اُن دونوں کو گود میں بٹھایا، سیدنا علی ؓ آپ ﷺ کی دائیں جانب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بائیں طرف تشریف فرما ہوئیں۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے نیچے سے خیبری چادر کھینچ نکالی جسے ہم بطورِ بستر استعمال کرتے تھے۔ وہ چادر آپ ﷺ نے اُن سب پر اوڑھا دی اور بائیں دستِ مبارک سے چادر کے دونوں کنارے پکڑے رکھے اور دائیں ہاتھ کو رب عزوجل کی جانب پھیرا اور دُعا فرمائی: ''اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے ناپاکی دُور فرما دے اور انہیں خوب پاک فرما دے۔'' آپ ﷺ نے 3 - مرتبہ انہی الفاظ میں دُعا فرمائی۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! کیا میں آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! تم بھی چادر میں آ جاؤ۔'' سیدہ اُم سلمہ بیان فرماتی ہیں: ''میں بھی چادر میں داخل ہو گئی لیکن آپ ﷺ اپنے چچا زاد سیدنا علی ؓ، اپنے نواسوں اور بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے دُعا فرما چکے تھے۔'' المعجم الکبیر للطبرانی کی روایت میں ہے: سیدنا عمار تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: ''میں نے خود جنات کو سیدنا حسین ؓ پر نوحہ کرتے (روتے) ہوئے سُنا ہے۔''

[صحیح بُخاری : 3753 ، مُسند احمد : 27085 (جلد - 12 ، صفحہ - 53) ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

[المعجم الکبیر للطبرانی : 2793 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

F- سیّدنا حسین ؓ کے فضائل کا بیان اور یزید بن معاویہ کی ملوکیت میں اس کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے ذریعے سے مظلومانہ شہادت

حدیث نمبر 61، 62، 63: میں سیدین کریمین ؓ کے فضائل ہیں اور کوئی صحیح العقیدہ مسلمان ان کے فضائل کا منکر نہیں ہو سکتا۔ والحمد للّٰہ علی ذلك۔

اہلِ بیت، خصوصاً سیدین کریمین ؓ کے فضائل کا اعتراف کرنا اور ان کے ساتھ دلی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ ان کی شان میں غلو کیا جائے یا ان کی وجہ سے دوسرے صحابہ و تابعین پر بلا دلیل الزامات کو جائز اور درست سمجھا جائے۔

حدیث نمبر 64: مسند احمد کی حدیث: واقعتاً نبی ﷺ کو سیّدنا حسین ؓ کی شہادت کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی اور آپ بہت زیادہ غم زدہ ہوئے، حتیٰ کہ رو پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ قاتلین کو ان کے انجام تک پہنچائے۔ آمین۔ لیکن نبی ﷺ کے اس رونے کو دلیل بنا کر ہر سال 10 محرم کو ماتم کرنا یا رونے کی مجالس قائم کرنا ہرگز درست نہیں۔

مستدرک حاکم اور سلسلۂ صحیحہ کی روایت: یہ بات تو حقیقت ہے کہ سیّدنا حسین ؓ شہید ہیں، لیکن مرزا صاحب! آپ کا اس روایت کو سیّدنا حسین ؓ پر فٹ کرنا اگر ہٹ دھرمی اور تعصب نہیں تو علمی خطاء ضرور ہے۔ کیونکہ اگر آپ اس روایت کے چار حصوں پر غور کریں گے تو بات بآسانی سمجھ میں آ جائے گی:

ا: وہ شخص بھی سید الشہداء ہے جس نے کسی ظالم حاکم کو ۲: نیکی کا حکم دیا ہو۔ ۳: برائی سے روکا ہو۔ ۴: اور اس حاکم نے اسے قتل کر دیا ہو۔

معزز قارئین! ہم مرزا صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کسی ایک صحیح صریح سند سے ثابت کریں اور بتائیں کہ سیّدنا حسین ؓ

ا: کس حکمران کے پاس گئے تھے اس حکمران کا نام اور علاقہ بتائیں؟ ۲: اسے جا کر کس نیکی کا حکم دیا تھا؟ اس نیکی کا تذکرہ کریں۔

۳: اسے جا کر کس برائی سے روکا تھا؟ اس برائی کا تذکرہ کریں۔ ۴: اور کس حکمران نے ان کی اس نصیحت کے جرم میں انھیں قتل کیا تھا؟ نام بتائیں

مرزا صاحب! یا تو کسی صحیح سند سے ان چاروں سوالات کے واضح جوابات دیں، ورنہ تسلیم کریں کہ آپ نے اس روایت کو غلط رنگ دیا ہے۔ جب وہ کسی حکمران کے پاس گئے ہی نہیں، انہوں نے کسی حکمران کو نیکی کا حکم دیا ہی نہیں، اور برائی سے منع کیا ہی نہیں اور کسی حکمران نے ان کو اس وجہ سے قتل کیا ہی نہیں، تو سیدنا حسین ؓ اس حدیث کا مصداق کیسے بن گئے؟ یہ

آپ کی کج فہمی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نوٹ کا جواب: مرزا صاحب! سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انکار نہ کوئی صحیح العقیدہ مسلم کرتا ہے اور نہ کرے گا۔ لیکن اس روایت کو ان کے متعلق بیان کرنا علمی میدان میں مضبوط دلیل نہیں بلکہ ریت کی دیوار ہے جس کی تفصیل ابھی اوپر گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر 65: حدیث نمبر 65 اور 64 میں یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا پتا چلا تو آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے اور یہ آپ ﷺ ان کے ساتھ محبت کی نشانی ہے۔ اور آج بھی ایک مسلمان جب نبی ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونے والے مکی دور کے ظلم اور بدر و اُحد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور اپنے اسلاف اور صحابہ و اہلِ بیت کی صحیح تاریخ سنتا ہے تو واقعتاً اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں اور ایمانی کیفیت تبدیل ہوجاتی ہے، اسی محبت کی وجہ سے۔ لیکن ان روایات سے یہ استدلال کرنا کہ اب ہر سال، اسی ماہ میں، انہی تاریخوں میں، ایک خاص ماحول بنا کر، خصوصی طور پر رویا پیٹا جائے اور نوحہ گری کا اہتمام کیا جائے، تو یہ بالکل غلط استدلال ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا علم ہوجانے کے بعد اور اہلِ بیت نے اس واقعے کے عملاً پیش آجانے کے بعد کبھی ایسا نہیں کیا کہ اس دن کو خاص طور پر یاد رکھ کر اکٹھے ہوکر روئے ہوں۔ ہم رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہلِ بیت سے سچی محبت کرنے والے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی اسی طرح صبر کرنا چاہیے جس طرح انہوں نے کیا اور ہمیں اہلِ بدعت کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔

نوٹ: مرزا صاحب نے اس حدیث کے **آخر میں بریکٹ لگا کر** ''10 محرم الحرام'' لکھا ہے جبکہ حدیث میں دن کی بات ہے تاریخ کی بات نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ دن یاد رکھا اور تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعتاً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اسی دن شہید ہوئے لیکن مرزا صاحب کا اس دن کے بجائے اس کی تاریخ 10 محرم الحرام بتانا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ کیونکہ دن اور تاریخ میں فرق ہوتا ہے۔ مرزا صاحب آپ کسی ایک صحیح سند سے ثابت کریں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ 10 محرم الحرام کو شہید ہوئے تھے۔ ورنہ آپ کی یہ بریکٹ علمی غلطی پر مشتمل ہے۔

حدیث نمبر 66: اس کے تحت بھی مرزا صاحب نے **''المعجم الکبیر'' کی ایک حدیث کا ترجمہ بدل کر ناپاک جسارت کی** ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث: قارئین! اس حدیث کی دوسری اور تیسری لائن کو بار بار پڑھیں، اس روایت نے تو مرزا صاحب کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا ہے اور مرزا صاحب کے مقدمے کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔ آج تک مرزا صاحب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل شامی فوج کو قرار دیتے آئے ہیں، اور حدیث نمبر 64 میں بھی یہی تأثر دینے کے لیے ایک غلط نوٹ لگایا، جس کی وضاحت اوپر گزر چکی ہے لیکن سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی جو اس وقت کے حالات میں اندر اور باہر کی ہر بات اور ہر واقعے سے پوری طرح واقف تھے، مکہ اور مدینہ کے مفتی تھے، وہ کہہ رہے ہیں کہ نواسۂ رسول ﷺ، جگر گوشۂ بتول کو عراقیوں نے شہید کیا ہے۔

مرزا صاحب! ایک جلیل القدر صحابی جو اس زمانے میں موجود تھے اور ورثائے شہداء اور لواحقین کے قریبی بھی تھے، بلکہ خود اہل بیت میں شامل تھے اگر آپ کے ہاں ان کی گواہی بھی قبول نہیں تو پھر آپ کو لاکھ دلائل بھی دیے جائیں تو آپ نہیں مانیں گے کیونکہ دنیا میں ''میں نہ مانوں'' کا کوئی علاج نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اسے لاعلاج قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [الانعام: 111] ''اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔''

﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾ [البقرة:145] ''اور یقیناً اگر تو ان لوگوں کے پاس جنھیں کتاب دی گئی ہے، ہر نشانی بھی لے آئے وہ تیرے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔''

مسند احمد کی حدیث: قارئین کرام! میرے اللہ کی قدرت اور طاقت کا کرشمہ دیکھیں کہ مرزا صاحب نے جن دو مسائل میں لوگوں کو غلط راستے پر لگانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اللہ تعالیٰ نے اسی مرزا صاحب کے ہاتھ سے یہ روایت لکھوا کر ان دو مسئلوں کو مرزا صاحب کے خلاف ثابت بھی کروا کر مرزا جی کے بہتانوں اور الزام تراشیوں کی قلعی کھول دی۔ ﴿وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾

(ا) اس روایت کی دوسری لائن میں ہے کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر سنتے ہی سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ عراق پر لعنت کی اور کہا: انہوں نے ان (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو مار ڈالا ہے، اللہ تعالیٰ ان عراقیوں کو غارت کرے۔ (آمین!) قارئین! دیکھیں، سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کس قدر واضح الفاظ میں قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو بے نقاب کررہی ہیں اور ان کے لیے بددعا بھی کررہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے کہ مرزا صاحب کے ہاتھوں ہی واضح کردیا کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین عراقی تھے، شامی نہیں۔ بعض لوگ سیدہ ام سلمہ کے اس جملے کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں کوفیوں سے مراد یزید کے وہ فوجی ہیں جو کوفے میں رہتے تھے لیکن ان کی اس تاویل کا جواب روایت میں موجود ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پہلے

ان کوفیوں نے دھوکہ دیا پھر ذلیل کیا اللہ تعالیٰ ان کوفیوں پر لعنت کرے۔ غور کریں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کیسے حق واضح کر دیا اور سب جانتے ہیں کہ دھوکہ دینے والے کوفے کے رہائشی تھے نا کہ شام کے فوجی۔

(۲) مرزا صاحب ہمیشہ اہلِ بیت میں بیویوں کے شامل ہونے کے حوالے سے متضاد بیان دیتے رہے ہیں اور لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات کے بیج بوتے رہے ہیں، لیکن میرے اللہ نے یہ مسئلہ بھی اس مقام پر حل فرما دیا۔ اس روایت کی سیکنڈ لاسٹ لائن میں دوٹوک الفاظ میں بغیر کسی تقسیم کے ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تقسیم نہیں کی (جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے مرزا صاحب تقسیم کرتے ہیں) بلکہ واضح الفاظ میں فرمایا: کیوں نہیں تم تو پہلے ہی میرے اہل بیت میں شامل ہو (مرزا صاحب اس کے باوجود اہلِ بیت کی بھی دو قسمیں بنا کر اپنا دو نمبر چورن بیچنے کا دھندا کر رہے ہیں)

غور فرمائیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قطعاً نہیں فرمایا کہ تم لوگ الگ الگ اہلِ بیت ہو اور یہ الگ اہل بیت ہیں، یہ فضیلت والے اہلِ بیت ہیں اور تم صرف گھر والے اہلِ بیت ہو۔ نہیں نہیں، بالکل نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں شامل کر کے امت کو سبق دے دیا کہ سب اہل بیت ایک ہی طرح کے ہیں اور سب کے سب فضائلِ اہلِ بیت میں یکساں ہیں۔

قارئین! اصل مسئلہ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھرانے (سیّدنا علی و فاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم) کے لیے خصوصی دعا کی تھی، جیسا کہ روایت کے اگلے الفاظ سے واضح ہے، لیکن مرزا صاحب نے اہلِ بیت ہی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (انا للّٰہ و انا الیه راجعون)

معجم کبیر طبرانی کی حدیث: جنات نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا، لیکن مرزا جی نے **بریکٹ لگا کر نوحے کا ترجمہ رونا کیا**۔ مرزا جی! یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک گروہ (جنات) غلط کام کرے تو آپ بریکٹ لگا کر اس کی غلط تاویل کر کے اس کا دفاع کرتے ہیں اور دوسرا گروہ (سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) صحیح کام بھی کریں اور آپ بریکٹ لگا کر ان کے صحیح کام کو بھی غلط بنا دیتے ہیں۔

تلك اذاً قسمة ضيزىٰ۔

قارئین! نوحہ ایک خاص عمل ہے جو ہاتھ وغیرہ کو جسم پر مار کر اور آوازیں نکال کر کیا جاتا ہے، لیکن مرزا صاحب نے نوحہ کے معنی رونا کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام روایات کا مذاق اڑایا جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحے کی مذمت فرمائی۔ مرزا صاحب! اگر نوحہ اور رونا ایک ہی چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے رونے کی اجازت کیوں دی اور نوحے سے منع کیوں کیا؟ افسوس کہ مرزا جی ہمیشہ حق گوئی اور انصاف کے نعرے لگاتے رہے، لیکن اپنے گمراہ کن عقیدۂ ماتم کے اثبات کے لیے جنات کے ایک غلط کام کی تاویل کر کے اسے اپنے حق میں پیش کر کے انصاف کا خون کیا۔

﴿فرقہ واریت سے بچ کر، صرف "قرآن اور صحیح الاسناد احادیث" کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور "ضعیف الاسناد تاریخی روایات" کے فتنوں سے بچنے والوں کیلئے﴾

32

67 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین بن علی علیہ السلام (**نوٹ:** سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام خود امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے) کا سر مبارک ایک تھال میں رکھ کر (کوفہ میں یزید بن معاویہ کے عراقی گورنر) عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اُسے (چھڑی سے) ہلکی ضرب لگانے لگا اور اُنکے حُسن کے متعلق (گستاخانہ انداز میں) کچھ کہا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اُس موقع پر سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ سے (شکل و صورت میں) بہت مشابہت رکھتے تھے۔" اور اُس وقت اُنکے بال وسمہ (بوٹی کے کالے رنگ) سے رنگے ہوئے تھے۔ **جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:** سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو اُس نے چھڑی اُنکی ناک پر ماری اور کہا کہ میں نے ان جیسا حُسن رکھنے والا کبھی نہیں دیکھا، مَیں (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ ﷺ سے (شکل و صورت میں) بہت مشابہت رکھتے تھے۔"

[صحیح بُخاری : 3748 ، جامع ترمذی : 3778 ، قال الشیخ الالبانی و الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح]

"قسطنطنیہ" والی بشارت "یزید بن مُعاویہ" پر چسپاں کرنا "علمی غلطی" ہے اس موضوع پر چند صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیں:

I **ترجمہ صحیح حدیث:** "میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ کی فتح) کیلئے جنگ کرے گا اُن کی مغفرت کر دی گئی ہے۔" [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 2924]

II **ترجمہ صحیح حدیث:** "ابو عمران تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے: "ہم قسطنطنیہ پر حملے کیلئے روم پہنچے اور ہمارے امیر لشکر "عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رحمہ اللہ" تھے۔ وہاں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک آیت کی تفسیر سمجھائی پھر آپ رضی اللہ عنہ کی راہ میں جہاد میں شریک ہوتے رہے اور بالآخر قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔" [سُنن ابی داؤد : حدیث نمبر 2512]

III **ترجمہ صحیح حدیث:** "سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روم میں اُس لشکر میں فوت ہوئے جس میں امیر لشکر "یزید بن معاویہ" تھا۔" [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 1186]

نوٹ قسطنطنیہ پر ایک سے زیادہ حملے ہوئے تھے اور سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ خود ان تمام لشکروں میں شریک رہے۔ اب آپ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رحمہ اللہ والے لشکر میں تو زندہ تھے، جبکہ یزید والے لشکر میں آپ رضی اللہ عنہ (54 ہجری میں) فوت ہوئے، اس تحقیق سے بالکل آسان سا نتیجہ نکلتا ہے: "یزید والا لشکر قطعاً پہلا لشکر نہیں تھا، بلکہ وہ تو آخری لشکر تھا۔"

"یزید" کے 3 سیاہ کارنامے

I جلیل القدر صحابی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے "بیت اللہ کے غلاف" کو آگ لگا کر شہید کر دیا: [صحیح مُسلم : حدیث نمبر 3245]

II "واقعہ حرہ" میں یزیدی فوج نے "قتل عام" کر کے "مدینہ منورہ" کی حرمت کو پامال کیا، اور یوں صحیح مسلم کی احادیث کی رو سے اللہ عزوجل کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی "لعنت" کمائی: [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 2604، 2959 ، 4024 اور 4906 ، صحیح مُسلم : حدیث نمبر 3339 ، 3319 ، 3323 تا 3333]

نوٹ امام اہل سنت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی-241 ہجری) نے اپنے شاگرد مہنا بن یحییٰ کو "یزید بن معاویہ" سے متعلق پوچھنے پر فرمایا: "وہ (یزید) وہی ہے جس نے مدینے والوں کے ساتھ وہ کرتوت کیے جو اس نے کیے۔" اس نے پوچھا یزید نے کیا کیا تھا؟ فرمایا: "اس نے مدینے کو لوٹا تھا۔" اس نے پوچھا کیا ہم یزید سے حدیث بیان کر سکتے ہیں؟ فرمایا: "یزید سے حدیث مت بیان کرو، اور کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ یزید سے ایک حدیث بھی بیان کرے۔" اس نے پوچھا جب یزید نے یہ سب حرکتیں کی تھیں تو کس نے اس کا ساتھ دیا تھا؟ فرمایا: "اہل شام نے۔" [الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید لامام ابن الجوزی : صفحہ نمبر 40 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی الحدیث-68 : اسنادہ صحیح]

III **ترجمہ صحیح حدیث:** جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک (یزید بن معاویہ کے چہیتے گورنر) عبیداللہ بن زیاد عراقی (کوفی نجدی) کے سامنے لا کر رکھا گیا تو وہ (بدبخت) آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو ہاتھ کی چھڑی سے کریدنے لگا۔ یہ دیکھ کر سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے (اُس خبیث کو تنبیہ کرتے ہوئے) فرمایا: "اللہ عزوجل کی قسم! (سیدنا) حسین رضی اللہ عنہ، (اپنی شکل و صورت کے اعتبار سے) رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔" [صحیح بُخاری : حدیث نمبر 3748 ، جامع ترمذی : حدیث نمبر 3778]

نوٹ یزید ابن معاویہ کے دور ملوکیت میں اس دل سوز سانحہ کربلا کے بعد بھی یزید ابن معاویہ نے نہ تو اپنے کوفی نجدی گورنر عبیداللہ ابن زیاد کو سزا دی اور نہ ہی اُسے معزول کیا، جو اس حقیقت کا منہ بولتا اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ یزید ابن معاویہ خود بھی اس جرم میں برابر کا شریک تھا، چنانچہ اسی ضمن میں **صحیح بُخاری اور صحیح مُسلم کی حدیث میں ہے:** سیدنا علی ابن حسین ابن علی تابعی رحمہ اللہ المعروف امام سجاد زین العابدین (المتوفی-95 ہجری) کا اپنا بیان ہے: "جب میں (اپنے والد) سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید ابن معاویہ کے دربار سے واپس مدینہ شریف آیا تو سیدنا مسور ابن مخرمہ صحابی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ رحمہ اللہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی وہ تلوار (جو رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ تک پہنچی) ہے، وہ تلوار مجھے عنایت فرما دیں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی قوم (یعنی بنو امیہ والے) اس تلوار کو آپ رحمہ اللہ سے چھین نہ لیں۔ جب تک میری جان میں جان ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں اسکی حفاظت کروں گا۔۔۔" [صحیح بُخاری : 3110 ، صحیح مُسلم : 6309]

68 **جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:** سیدنا عمارہ بن عمیر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب (مختار ثقفی کی فوج کی جانب سے جنگ کے بعد یزید بن معاویہ کے عراقی گورنر) عبیداللہ بن زیاد اور اُس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر لائے گئے تو ان سروں کو ایک قطار میں مسجد میں (لوگوں کی عبرت کی خاطر) رکھ دیا گیا۔ میں بھی وہاں پہنچا تو لوگ (کسی خوفناک شے کو دیکھ کر) کہہ رہے تھے: "وہ آیا! وہ آیا!" اچانک میں نے ایک سانپ دیکھا جو سروں کے درمیان سے گزرتا ہوا عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر اسکے سر میں رکا پھر نکل کر غائب ہو گیا۔ کچھ دیر بعد پھر شور مچا: "وہ آیا! وہ آیا!" سیدنا عمارہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس طرح اُس (سانپ) نے دو یا تین بار یہ عمل دہرایا۔"

[جامع ترمذی : 3780 ، قال الامام الترمذی والشیخ الالبانی : اسنادہ صحیح]

33

69 **صحیح بُخاری کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "محمد ﷺ کے قرب کو آپ ﷺ کے اہل بیت (کی محبت اور قربت) میں تلاش کرو۔" **جامع ترمذی اور المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔"

[صحیح بُخاری : 3751 ، جامع ترمذی : 3789 ، قال الشیخ زبیر علیزئی : اسنادہ صحیح ، المُستدرک للحاکم : 4716 ، قال الامام حاکم و الذهبی : اسنادہ صحیح]

70 **المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ نے ایک کندھے پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سوار کر رکھا تھا، اور باری باری دونوں کو چوم رہے تھے، اسی حالت میں آپ ﷺ ہمارے پاس آ پہنچے تو ایک شخص نے عرض کیا: "اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں! اور جو ان دونوں سے محبت رکھے، تو گویا کہ اس نے مجھ سے محبت رکھی، اور جس نے ان دونوں (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھا تو گویا کہ اس نے مجھ (رسول اللہ ﷺ) سے بغض رکھا۔" (نعوذ باللہ من ذالک)

[المُستدرک للحاکم : 4777 ، قال الامام حاکم والامام الذهبی و الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

71 **المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اُس ذات کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم اہل بیت سے جو کوئی بھی بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ ضرور اسے آگ میں داخل کرے گا۔" **المُستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے:** سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اولاد عبدالمطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے 3-دعائیں مانگی ہیں کہ تمہیں ثابت قدم رکھے، اور تم میں سے بھٹکے ہوئے کو ہدایت بخشے، اور تم میں سے جاہلوں کو علم عطا فرمائے۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی مانگی ہے کہ وہ تمہیں سخاوت والا بہادر اور رحم دل بنائے۔ (یاد رکھو!) اگر کوئی شخص حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان جم کر نماز پڑھتا اور روزے رکھتا رہے، مگر (وہ شخص) محمد ﷺ کے اہل بیت سے بغض رکھنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے (قیامت میں) ملاقات کرے تو ضرور آگ میں جائے گا۔"

[المُستدرک للحاکم : 4717 اور 4712 ، السلسلۃ الصحیحۃ : 2488 ، قال الامام حاکم و الذهبی والالبانی و الشیخ زبیر علیزئی فی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

72 **جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "6-قسم کے لوگوں پر لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے ہر نبی علیہ السلام نے لعنت کی ہے، (پہلا) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اضافہ کرنے والا، اور (دوسرا) اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا، اور (تیسرا) طاقت کے بل بوتے پر مسلط ہونے والا تا کہ وہ کسی ایسے شخص کو معزز بنائے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہو، اور کسی ایسے شخص کو ذلیل کرے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے معزز بنایا ہو، اور (چوتھا) اللہ تعالیٰ کے حرم کی بے حُرمتی کرنے والا، اور (پانچواں) میرے اہل بیت کی بے حُرمتی کرنے والا، اور (چھٹا) میری سنت کو (حقیر سمجھ کر) ترک کر دینے والا۔" **المُعجم الکبیر للطبرانی کی روایت میں ہے:** (صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بنیادی راوی) سیدنا ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: "اگر (بالفرض) میں قاتلان سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میں شامل ہوتا، اور (بالفرض) میری بخشش بھی ہو جاتی، اور مجھے جنت میں بھی داخلہ نصیب ہو جاتا، تو پھر بھی مجھے اس بات سے شرم آتی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزروں اور آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑ جائے (اور آپ ﷺ فرمائیں کہ تو بھی حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل تھا)۔"

[جامع ترمذی : 2154 ، المُعجم الکبیر للطبرانی : 2760 ، قال الشیخ زبیر علیزئی فی مشکوۃ المصابیح وفی فضائل الصحابۃ : اسنادہ صحیح]

نوٹ اہل سنت کے صحیح منہج کو جاننے کیلئے ہماری ویب سائٹ **www.AhleSunnatPak.com** پہ موجود اسی موضوع سے متعلق **17** ویڈیو لیکچرز ضرور دیکھیں:

1 مسئلہ نمبر 48 : فکر حسین رضی اللہ عنہ تحریک خلافت کی روح ہے 2 مسئلہ نمبر 55-a : علم لدنی سے متعلق رافضیوں اور صوفیاء کے عقائد کا تحقیقی جائزہ 3 مسئلہ نمبر 55-b : وصی رسول ﷺ کون ہے؟ اور حدیث قرطاس کا تحقیقی جائزہ 4 مسئلہ نمبر 61 : حسینیت اور یزیدیت کا تحقیقی جائزہ 5 مسئلہ نمبر 65 : سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صحیح فضائل 6 مسئلہ نمبر 66-a : محرم الحرام اور واقعہ کربلا سے متعلق 5-علمی نکات 7 مسئلہ نمبر 66-b : سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے صحیح فضائل 8 مسئلہ نمبر 94 : غزوہ تبوک میں مومنین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور منافقین کے کردار کا فرق! 9 مسئلہ نمبر 96 : عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سنی و شیعہ کے اختلاف کا تحقیقی جائزہ 10 مسئلہ نمبر 101 : خلافت و ملوکیت، صحیح مسئلہ خروج اور فکر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حق پرستی کی علامت ہے! 11 مسئلہ نمبر 102 : فضائل سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کے کرتوتوں پہ دفاع کا تحقیقی جائزہ 12 مسئلہ نمبر 116-a : جنگ صفین اور مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم پہ ڈاکٹر اسرار رحمہ اللہ کے بیان کا تحقیقی جائزہ 13 مسئلہ نمبر 116-b : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی حقیقی وجہ کیا تھی؟ 14 مسئلہ نمبر 116-c : کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے؟ اور حفاظت قرآن کا معجزہ 15 مسئلہ نمبر 124-a ، 124-b ، 124-c اور 124-d : **انجینئر محمد علی مرزا** پہ بعض فرقہ پرست علماء کی جانب سے لگائے گئے **10** جھوٹے الزامات کے علمی جوابات 16 مسئلہ نمبر 127-b : امام مہدی علیہ السلام کی پوری دنیا پہ خلافت اور سُنی و شیعہ کا اجماع 17 مسئلہ نمبر 157-a اور 157-b : سُنی اور شیعہ اختلافات پہ **100** سوالات اور اُنکے جوابات

آخری نصیحت امام اہل سنت سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (المتوفی-204 ہجری) پر جب ناصبی اور یزیدی علماء نے آل محمد ﷺ سے محبت کے مقدس جرم میں رافضی (یعنی شیعہ) ہونے کا جھوٹا الزام لگایا تو اُنھوں نے وہ شہرہ آفاق شعر کہا جو ان کے دیوان میں ہے: **إِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ ۔۔۔۔ فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي رَافِضِيٌّ**

ترجمہ: "اگر آل محمد ﷺ سے محبت رکھنے کا نام (بالفرض) رافضیت ہی ہے، تو تمام جن اور انسان میری اس بات پر گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔" [دیوان الشافعی]

حدیث نمبر 67: قارئین! ہم **عبیداللہ بن زیاد** کے حامی نہیں ہیں، **اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی کرے جس کا وہ حق دار ہے۔** لیکن اسلام ہمیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے، خواہ اپنے حق میں ہو یا اپنے خلاف۔ قارئین! مرزا صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث میں تیسری لائن کے درمیان میں خود ہی بریکٹ میں لکھا (گستاخانہ انداز میں)، پھر خود ہی اپنے لکھے پر **(نعوذ باللہ من ذلک)** کی بریکٹ لگا دی۔ حالانکہ اس نے یہ جملے بولتے وقت گستاخانہ انداز میں بات نہیں کی تھی بلکہ عام بات کی تھی جس کی دلیل آگے والی روایت میں واضح ہے کہ اس نے حُسن کی تعریف کی تھی۔ اگر اس نے واقعتاً گستاخانہ انداز اپنایا ہوتا تو کیا، نعوذ باللہ، سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا ایمان مرزا صاحب سے بھی کم تھا کہ نہ تو وہ اس جگہ سے اُٹھ کر گئے اور نہ اسے کوئی جواب دیا اور نہ ہی اسے اس کی اس گستاخی سے روکا، حتیٰ کہ **"نعوذ باللہ من ذلک"** تک نہیں کہا اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو تم سے زیادہ محبت تھی کیونکہ وہ خادمِ رسول تھے۔

مرزا صاحب! اگر آپ میں اہلِ بیت کی محبت موجود ہے تو سیّدنا انس رضی اللہ عنہ جو خادم رسول ﷺ تھے، یقیناً وہ سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھیلتے اور ان کو کھلاتے بھی رہے ہوں گے۔ لیکن ان کا اس جگہ سے اُٹھ کر نہ جانا، اس کو نہ روکنا، "انا للہ" یا "**نعوذ باللہ**" تک نہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے حسن کی تعریف ہی کی تھی، ان کی گستاخی نہیں کی تھی، اور نہ گستاخانہ انداز ہی تھا۔

قسطنطنیہ والی بشارت یزید بن معاویہ پر چسپاں کرنا: مرزا جی نے اس مسئلے میں بھی انجینئرنگ کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور احادیث کا مفہوم غلط پیش کیا ہے۔ اگر مرزا جی تمام روایات کو بغور دیکھتے تو حقیقت واضح ہو جاتی۔ لیکن مرزا جی کا مقصد ہی ہمیشہ اپنے مطلب کی بات نقل کرنا ہے۔

قارئین! مرزا جی نے بخاری اور ابوداؤد کی دو روایات نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ سیّدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والا لشکر پہلا تھا اور یزید والا لشکر آخری تھا۔ مرزا جی! یہ مفہوم اس وقت نکل سکتا تھا جب آپ یہ ثابت کرتے کہ سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سیّدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والے لشکر میں جہاد کرتے رہے، پھر زندہ واپس آئے، اور دوبارہ یزید والے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں جا کر شہید ہوئے۔ لیکن مرزا جی! آپ کو آپ کی زندگی تک چیلنج ہے، آپ کسی بھی صحیح روایت اور مستند تاریخ سے سیدنا ابوایوب انصاری کا سیّدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے لشکر سے زندہ واپس آنا اور پھر دوبارہ یزید کے لشکر میں شامل ہو کر قسطنطنیہ جانا آپ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔

قارئین! اصل حقیقت اور تفصیل یہ ہے:

(1) اسلم ابوعمران بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ سے جہاد کے لیے چلے۔ہم قسطنطنیہ کا ارادہ کررہے تھے اور جماعت (مدینہ،یعنی ہمارے) امیرِ لشکر سیّدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما تھے۔ [ابو داؤد :2512]

(2) اور [جامع ترمذی : 2972] کے تحت (ابوداوٗد کے وہی راوی) اسلم ابوعمران بیان کرتے ہیں: ہم روم شہر میں تھے، رومیوں کی بڑی جماعت ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلی تو مسلمان بھی انھی جیسی بلکہ ان سے بھی زیادہ تعداد میں ان کے مقابلے کے لیے نکلے، اور مصر والوں کے امیر سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے، اور جماعت کے امیر سیّدنا فضالہ بن عبید تھے۔

(3) اب ترمذی کی اس روایت میں یہ بیان نہیں ہوا کہ سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کس جماعت کے امیر تھے۔لیکن اس کی وضاحت [سنن نسائی کبریٰ : 10962] میں وہی راوی اسلم ابوعمران بیان کرتے ہیں کہ ترمذی میں جماعت سے مراد اہلِ شام تھے، اور سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ شام والوں کے امیر تھے۔

(4) [بخاری :1186] میں ہے کہ (قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے) اس لشکر کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔

قارئین! اب غور کریں کہ اسلم ابوعمران راوی نے اس لشکر کے مختلف گروہوں کے مختلف امیروں کا تذکرہ کیا، لیکن مرزا جی باقی سب کو چھپا کر صرف ابوداوٗد کی ایک حدیث بیان کر کے اپنا الو سیدھا کر گئے اور دوسروں کے صحیح فہم اور راسخ تحقیق کو علمی غلطی قرار دیدیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگوں میں مختلف لشکر ہوتے تھے، بسا اوقات ان کی تقسیم علاقوں کے اعتبار سے ہوتی تھی، جیسا کہ اس جنگ میں بھی ہوا، اور بسا اوقات دائیں (میمنہ)، بائیں (میسرہ)، آگے (قادمہ)، پیچھے (ساقہ) کی طرز پر الگ الگ گروہ بنائے جاتے تھے اور ان سب کے ذیلی چھوٹے امیر مقرر ہوتے تھے، اور پورے لشکر کا ایک بڑا امیر اور سپہ سالار ہوتا تھا۔اس جنگ میں بھی علاقوں کے اعتبار سے تقسیم ہوئی اور سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اہلِ مصر کے امیر مقرر ہوئے ''سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مدینہ والوں کے امیر تھے اور فضالہ بن عبید اہل شام کے امیر تھے'' اور یہ سب ایک ہی جنگ میں مختلف حصوں کے امیر تھے۔اور یزید عمومی سارے لشکر کے امیر تھے۔یہی وجہ ہے کہ باقی سب کے ساتھ مختلف علاقوں کی امارت کی وضاحت ہے، لیکن یزید بن معاویہ چونکہ اس پورے لشکر کا امیر تھا، اس لیے اس کے ساتھ کسی علاقے کو خاص نہیں کیا گیا۔لہٰذا قسطنطنیہ والی بشارت کو یزید پر چسپاں کرنا غلطی نہیں، بلکہ حقیقت کا اعتراف ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کا امیر یزید تھا۔[سیر اعلام النبلاء: 36/4] ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یزید بالاتفاق تمام امت کے نزدیک اس لشکر کا امیر تھا۔ [فتح الباري : 3/6-102] امام قسطلانی رحمہ اللہ شارحِ صحیح بخاری لکھتے ہیں: قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ کرنے والا یزید تھا۔ [ارشاد الساري : 104/5] لہٰذا مرزا صاحب کا اس کو یزید پر چسپاں کرنے والوں کی علمی خطاء کہنا بذات خود مرزا جی کی علمی خطاء ہے اور محدثین کے فہم حدیث اور ان کی تحقیق سے کنارہ کشی ہے۔

''یزید بن معاویہ کے تین سیاہ کارنامے''

اس عنوان کے تحت بھی مرزا صاحب نے اپنے رافضی پن کا کھلم کھلا اظہار کیا ہے اور احادیث کا غلط مفہوم بیان کرنے اور اپنی طرف سے الزامات لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

کارنامہ نمبر 1: مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے بیت اللہ کے غلاف کو آگ لگا کر شہید کر دیا۔''

جواب: مرزا جی نے اس کو نقل کرنے میں خوب دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے بہتان طرازی اور تحریفِ حدیث کی انتہا کر دی۔قارئین! [صحیح مسلم : 3245] میں بیت اللہ کے غلاف کو آگ لگا کر شہید کرنے کی بات ہی نہیں ہے۔روایت کے حقیقی الفاظ یہ ہیں: ''یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب بیت اللہ جل گیا جس وقت وہاں اہلِ شام نے غزوہ کیا تھا۔'' مرزا جی! اللہ کا خوف کریں، انصاف کی عینک لگا کر دیکھیں، آپ نے لکھا ہے: ''بیت اللہ کے غلاف کو آگ لگا کر شہید کر دیا گیا۔'' اس روایت میں یہ بات کہیں بھی نہیں کہ بیت اللہ کو آگ لگا کر شہید کر دیا گیا، بلکہ صرف اتنا ہے کہ بیت اللہ کو آگ لگ گئی۔مرزا صاحب آگ لگنے اور لگانے میں فرق ہے، لگنے کا مطلب ہے کہ اچانک لگ گئی یا غلطی سے لگ گئی لیکن آپ نے لگانے کی بات کی ہے جس کا مطلب ہے جان بوجھ کر آگ لگائی گئی نیز آپ نے لکھا کہ آگ لگا کر شہید کیا، اس روایت میں تو بیت اللہ کو شہید کرنے کی بات ہی نہیں۔اس میں یہ بالکل مذکور نہیں ہے کہ شامی فوج نے بیت اللہ کو آگ لگائی، بلکہ صرف آگ لگنے کی بات ہے۔لیکن مرزا جی کی اہلِ شام سے دشمنی نے انھیں تحریفِ حدیث پر اتنا مجبور کر دیا کہ انھوں نے یہ لکھ دیا: ''بیت اللہ کے غلاف کو آگ لگا کر شہید کر دیا۔'' مرزا جی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شامی فوج اور یزید نے آگ لگائی، حالانکہ اس کی وضاحت حدیث میں بالکل مذکور نہیں ہے، نیز بیت اللہ کو شہید کرنے کا تذکرہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔لیکن مرزا جی نے بہتان لگاتے ہوئے یہ جرم بھی یزید کے کھاتے میں ڈال دیا کہ بیت اللہ کو شہید کر دیا۔حالانکہ اہلِ شام نے بیت اللہ کو شہید نہیں کیا تھا، اور نہ اس حدیث میں اہلِ شام کے بیت اللہ کو شہید کرنے کی بات ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یزید بن معاویہ جو بالاتفاق تمام مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے تھے، ماسوائے چند افراد کے، تو اس کے لشکر نے سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا اور کسی وجہ سے سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما یا شامی فوج میں سے کسی سے انجانے میں، بغیر ارادے کے بیت اللہ کو آگ لگ گئی (اس کی حقیقی وضاحت کسی جگہ نہیں ہے)۔نہ تو سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے جان بوجھ

کر آگ لگائی اور نہ شامی فوج نے اور بیت اللہ کو دورانِ محاصرہ کسی گروہ نے بھی شہید نہیں کیا۔

کارنامہ نمبر 2: مرزا جی نے اس کے تحت کل 17 احادیث کا حوالہ نقل کر کے دو باتیں لکھیں ہیں (۱) یزیدی فوج نے "قتلِ عام" کر کے "مدینہ منورہ" کی حرمت کو پامال کیا۔(۲) قتلِ عام کرنے کی وجہ سے اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کمائی۔

قارئین کرام! مرزا جی نے بہتان تراشی اور جھوٹ بولنے کی تمام حدیں پار کر دیں اور سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی بھرکوشش کی، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) [بخاري، رقم :2604] اس میں صرف یہ بات ہے کہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں والی تھیلی کہیں گر گئی اور شام والوں نے اس کو پکڑ لیا۔ قارئین! غور کریں، مرزا جی نے "قتلِ عام" لکھ کر نیچے یہ حوالہ لکھ دیا۔ لیکن اس میں قتلِ عام تو دور کی بات، خالی قتل کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ یہ ہے مرزا صاحب کی دھوکا دہی اور خیانت۔

(۲) [بخاري: 2959] اس میں بھی صرف بیعت کی بات ہے، قتلِ عام کا لفظ تک موجود نہیں۔ یہ حوالہ بھی مرزا جی کا دھوکا اور جھوٹ ہے۔

(۳) [بخاري: 4024] مرزا جی! اس روایت میں بھی مدینہ منورہ میں قتلِ عام کا ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس میں یہ بات ہے کہ واقعۂ حرہ کے بعد اصحابِ حدیبیہ میں سے کوئی زندہ نہ تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ مدینہ منورہ میں قتل کر دیے گئے (نعوذ باللہ!)، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا جی! اس حدیث میں یہ بات بالکل نہیں ہے کہ وہ تمام مدینہ منورہ میں قتل کر دیے گئے تھے بلکہ اس میں تو وہ صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ واقعات کب کب رونما ہوئے، اور ان کی یہ بات بھی صرف ان کے اپنے علم اور اپنی معلومات کے مطابق ہے، جو حقائق کے عین مطابق نہیں، کیونکہ آپ ہی کے دیے ہوئے ریفرنس میں پہلا ریفرنس بخاری:2406 کا ہے اور اس کو بیان کرنے والے راوی سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ خود اس بات کو واقعۂ حرہ کے بعد بیان کر رہے ہیں جبکہ وہ صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ لہٰذا آپ کی یہ بات بھی حقیقت کے خلاف ہے کہ حدیبیہ والے تمام صحابہ قتل ہو گئے تھے اور اس میں بھی قتلِ عام کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۴) [بخاري: 4906] صرف اس حدیث میں یہ بات ہے کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ واقعۂ حرہ میں قتل ہونے والوں پر غم زدہ ہوئے تو سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے انھیں تسلی دی۔ لیکن اس میں یہ وضاحت نہیں کہ کتنے لوگ قتل ہوئے۔ لیکن مرزا جی نے قتلِ عام لکھ کر یہ باور کروایا جیسے سینکڑوں، ہزاروں لوگ قتل ہو گئے ہوں اور اس قتل کی وجہ بھی مرزا صاحب نے بیان کرنے کی جسارت نہیں کی کہ لوگوں نے یزید بن معاویہ کی خلافت کا اقرار کر لینے کے بعد اس کی بیعت توڑی (جو ایک حرام فعل تھا) تو ان کو ان کے اس گناہ پر انہوں نے ڈانٹنا چاہا تو ان باغیوں اور بلوائیوں نے ہی اکثر لوگوں کو قتل کر کے فساد اور خون خرابہ کیا تھا۔

(۵) [صحيح مسلم:3339] اس میں بھی نہ تو قتلِ عام کی بات ہے اور نہ لعنت کی، صرف یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے واقعۂ حرہ کے موقع پر (لوگوں کے فتنہ وفساد) مدینہ کی مہنگائی کی وجہ سے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے علاقہ چھوڑنے کا مشورہ کیا، تو آپ نے اسے صبر کی تلقین کی اور مدینہ میں رہنے کی ترغیب دی۔ لیکن مرزا صاحب نے اس کو بھی قتلِ عام اور لعنت وغیرہ کے تحت نقل کر کے جھوٹ بولا ہے۔

(۶) [صحيح مسلم: 3319]۔ اس میں بھی نہ تو واقعۂ حرہ کے قتلِ عام کی بات ہے اور نہ لعنت ہی کے الفاظ ہیں، لیکن مرزا صاحب نے اس عنوان کے تحت اس کا حوالہ لکھ کر بھی ایک اور جھوٹ بولا۔

(۷) [صحيح مسلم :3323، 3327، 3330] یہ روایت تو مدینہ میں بدعات ایجاد کرنے والے کے متعلق تھی، لیکن مرزا صاحب نے اس کو واقعۂ حرہ کے ساتھ جوڑ کر جھوٹ بولا ہے۔

(۸) [صحيح مسلم:3324] اس روایت میں صرف مدینہ منورہ میں گھاس وغیرہ کاٹنے کی ممانعت ہے، واقعۂ حرہ اور قتلِ عام کی کوئی بات نہیں۔

(۹،۱۰) [صحيح مسلم:3326، 3325] اس میں بھی مدینہ کے لیے صرف برکت کی دعا ہے، واقعۂ حرہ اور قتلِ عام کا کوئی تذکرہ نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب نے جھوٹا حوالہ دیا ہے۔

(۱۱،۱۲) [صحيح مسلم:3329، 3328] اس میں بھی واقعۂ حرہ اور قتلِ عام کا کچھ تذکرہ نہیں۔

(۱۳) [صحیح مسلم:3331] اس میں بھی واقعۂ حرہ اور قتلِ عام کا کچھ تذکرہ نہیں۔

(۱۴،۱۵) [صحیح مسلم:3332، 3333]۔ اس میں بھی مدینہ کی حرمت کی بات ہے، واقعۂ حرہ اور قتلِ عام کا کچھ بھی تذکرہ نہیں۔

قارئین! یہ ہے ان 17 احادیث کی حقیقت جن کا حوالہ مرزا صاحب نے دے کر لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے دیکھ لیا، کس طرح مرزا جی نے دھوکا دیا اور عوام الناس کا ایمان خراب کرنے اور احادیث کے حوالوں کا جھانسا دے کر ان کے ایمان کو لوٹنے اور صحابہ وتابعین کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور جو عنوان قائم کیا کہ "مدینہ میں قتلِ عام ہوا" اس میں ایک بھی حوالہ ایسا نہیں جس میں قتلِ عام کا لفظ موجود ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ یزید کا کارنامہ نہیں بلکہ مرزا کی ہی کارستانی ہے کہ غلط حوالے لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا فریضہ سرانجام

دے کر اپنی دنیا اور آخرت برباد کی۔

قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تجزیہ:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ 241ھ میں فوت ہوئے، جبکہ واقعۂ حرہ آپ کی وفات سے تقریباً پونے دوسو سال پہلے کا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس واقعے کی کوئی سند پیش نہیں کی اور نہ کوئی حوالہ نقل کیا ہے، لہٰذا، امام صاحب کا اس کو بغیر سند کے نقل کرنا اس کی حجت و دلیل نہ ہونے کے لیے کافی ہے۔

(۲) اگر آپ یزید کی مذمت میں امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں (جس کی دلیل بھی نہیں) اور انہوں نے یزید کو دیکھا بھی نہیں، تو ہم آپ کو اس کے برعکس سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بھائی کا قول نقل کر دیتے ہیں۔

عبداللہ بن مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ اور آپ کے چند ساتھی، (فرزند علی رضی اللہ عنہ) محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے پاس آئے اور یزید کی بیعت توڑنے کو کہا، تو انہوں نے انکار کر دیا۔ سیدنا عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یزید شراب پیتا ہے، نماز کا تارک ہے اور کتاب اللہ کے احکامات میں زیادتی کرتا ہے۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہنے لگے: جو باتیں آپ ذکر کر رہے ہیں، میں نے اس میں نہیں پائیں، میں اس کے پاس گیا ہوں، وہاں قیام کیا ہے، میں نے اسے نماز کا پابند اور خیر کا متلاشی پایا ہے، وہ سنت کی پیروی کرتا تھا اور فقہ اسلامی کے متعلق سوال پوچھتا تھا۔ کہنے لگے: یہ سب کو دکھانے کے لیے تھا۔ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے عرض کیا: اسے مجھ سے کیا خوف یا اُمید تھی کہ میرے سامنے خشوع و خضوع ظاہر کرتا؟ اچھا جو آپ لوگ اس کے شراب پینے کی بابت ذکر کر رہے ہیں، وہ اس نے آپ کو دکھایا ہے؟ اگر تو اس نے آپ کو دکھایا ہے، تو آپ بھی اس میں شریک کار ہوئے اور اگر اس نے آپ کو نہیں دکھایا، تو آپ کے لیے ایسی بات کی گواہی دینا جائز نہیں، جسے آپ جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا: بھلے ہم نے اسے نہ دیکھا ہو، مگر یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: گواہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار کیا ہے، فرمایا باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ ''جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے بھی ہوں۔'' البتہ مجھے آپ کی باتوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ کہنے لگے: شاید آپ اپنے علاوہ کسی اور کو حاکم بننا پسند نہیں کرتے، چلیں ہم آپ کو اپنی حکومت کا سربراہ مقرر کر دیں گے۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: جو آپ مجھے بنانا چاہتے ہیں، اس کے لیے نہ میں سربراہ بن کر قتال کر سکتا ہوں اور نہ کسی کی سربراہی میں۔ کہنے لگے: آپ نے اپنے والد (علی رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ قتال کیا تو تھا۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: آپ میرے بابا جیسا لے کر تو آئیں، میں اسی اختلاف کی بنا پر قتال کروں گا، جس کی بنا پر میں نے (اپنے والد کے ہمراہ) قتال کیا تھا۔ انہوں نے کہا: چلیں، اپنے بیٹوں ابوہاشم اور قاسم کو کہہ دیجئے کہ ہمارے ہمراہ قتال کریں۔ عرض کیا: اگر میں ان کو کہوں، تو گویا میں نے خود قتال کیا۔ کہنے لگے: پھر آپ ہمارے ساتھ کسی جگہ کھڑے ہوں اور لوگوں کو قتال کے لیے اُبھاریں۔ عرض کیا: سبحان اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کام کا حکم دوں، جیسے میں خود نہیں کرتا اور نہ اسے پسند کرتا ہوں؟ جبکہ میں اللہ کے لیے اس کے بندوں کی خیر خواہی چاہتا ہوں۔ کہنے لگے: پھر ہم آپ کو مجبور کریں گے! عرض کیا: میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور خالق کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی نہ کریں۔ پھر محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔'' [البداية والنهاية لابن كثير: 653/11، وسنده صحيح]

تیسرا کارنامہ: نمبر (۱) مرزا جی کا یہ ایک اور بہتان ہے جو اس نے یزید بن معاویہ پر لگایا، کیونکہ اس پوری روایت میں یزید کا اپنا کوئی عمل بیان نہیں ہوا۔ لہٰذا مرزا جی کا اس کو یزید کے کارناموں میں بیان کرنا نہ صرف ایک جھوٹ بلکہ ایک مسلمان خلیفہ پر بہت بڑا بہتان ہے، جس کا جواب مرزا جی کو روزِ قیامت ضرور دینا پڑے گا، جب یزید کا ہاتھ ہوگا اور مرزا صاحب کا گریبان ہوگا۔ یا پھر مرزا جی ابھی دنیا میں اپنے اس عمل سے اعلانیہ رجوع اور توبہ کر لیں۔

نمبر (۲) مرزا جی نے اسی صفحہ 31 کے شروع میں بھی یہی حدیث بخاری اور ترمذی سے نقل کی، لیکن یزید دشمنی میں اس کو دوبارہ نقل کر کے اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

قارئین! غور کریں، ایک ہی صفحے پر مرزا جی نے ایک ہی حدیث کو دوبار نقل کیا، لیکن اس کے الفاظ میں کتنا فرق ہے! صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے ہی آپ کو پتا چل جائے گا کہ مرزا جی ایک ہی حدیث کو بریکٹیں لگا کر کتنے انداز میں بیان کیا ہے۔

نمبر (۳) اس کا جواب بالتفصیل حدیث نمبر 67 کے تحت گزر چکا ہے۔

نوٹ: مرزا جی لکھتے ہیں: ''یزید بن معاویہ کا اپنے کوفی نجدی گورنر عبیداللہ بن زیاد کو سزا نہ دینا اور معزول نہ کرنا اس حقیقت کا ناقابلِ تردید اور منہ بولتا ثبوت ہے کہ یزید بن معاویہ خود بھی اس جرم میں برابر کا شریک ہے''۔

جواب: مرزا جی! ہمیشہ کی طرح یہاں بھی آپ کا فارمولا انتہائی غلط ہے۔ اگر یزید نے سزا نہیں دی اور اس نے عبیداللہ کو معزول نہیں کیا تو اس طرح وہ اس جرم میں برابر کا شریک بن گیا۔ تو مرزا جی! اگر سزا نہ دینا اور معزول نہ کرنا برابر کا جرم ہے تو آپ کے اس قاعدے کے مطابق (ہمارے نزدیک نہیں) اگر کوئی ناصبی کہے کہ سیّدنا علی بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں برابر کے شریک تھے بلکہ اصل قتل ہی انہوں نے کروایا تھا، کیونکہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی قتل نہیں کیا بلکہ الٹا ان کو عہدے عطا کیے اور اپنے قریبی ساتھیوں میں شامل کر

کے مشیرِ خاص بھی بنایا۔ (**نعوذ باللہ من ذلک**) تو آپ کیا جواب دیں گے؟

مرزا جی! اگر سزا نہ دینا اور معزول نہ کرنا منہ بولتا اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے تو قاتلوں کو عہدے عطا کرنا تو بالاولی ناقابلِ تردید اور منہ بولتا ثبوت ہونا چاہیے کہ معاذ اللہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کروانے والے سیّدنا علی المرتضیٰ تھے۔ تو مرزا جی! آپ اس ناصبی کو صرف ''ناصبی ناصبی'' ہی کی رَٹ لگا کر خاموش کرائیں گے، یا پھر کچھ علمی دلائل بھی عنایت کریں گے؟ اگر آپ اس کو علمی دلائل دے کر سمجھانا چاہیں گے تو وہ کہے گا: میں نے یہ عقیدہ آپ کی انجینئرنگ کے خودساختہ فارمولے سے ہی بنایا تھا، لہٰذا اگر آپ اپنے اس خودساختہ فارمولے اور یزید کی خواہ مخواہ دشمنی سے باز آتے ہیں تو میں بھی آپ کے فارمولے کو چھوڑ کر عقیدہ درست کر لیتا ہوں، اور اگر آپ اپنے فارمولے پر قائم ہیں تو میں بھی آپ کے بنائے ہوئے فارمولے کے مطابق ہی کہہ رہا ہوں۔ تو مرزا جی! آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ نیز مرزا جی! جب تمام صحابہ و تابعین، یہاں تک کہ کسی ایک اہلِ بیت نے بھی یزید کو قاتلینِ حسین میں شامل نہیں کیا اور نہ انہوں نے کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے بلکہ انہوں نے ہمیشہ اہلِ کوفہ ہی کو قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ قرار دیا ہے۔ (جیسا کہ کچھ تفصیل رقم 66 کے تحت گزر چکی ہے) تو آپ کو کس نے حق دیا کہ آپ حقیقی ذمہ داران اور اہلِ بیت کے موقف کے برعکس کسی اور کو اپنی غلیظ ذہنیت اور خودساختہ فارمولے کے تحت الزام تراشی کرتے ہوئے اس جرم میں برابر کا شریک قرار دیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث: مرزا جی نے حسبِ سابق اس روایت میں بھی درمیان سے ترجمہ حذف کر کے تحریف کی۔ سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے آ کر سیّدنا علی بن حسین رحمہ اللہ سے کہا تھا: میرے لائق کوئی حکم ہو تو بتائیں۔ سیّدنا علی بن حسین رحمہ اللہ نے جواب میں کہا: نہیں، مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مرزا جی نے حدیث کے درمیان سے یہ جملے غائب کر دیے اور یہودیانہ روش کا بھرپور حق ادا کیا۔ کیونکہ مرزا جی اگر یہ لکھ دیتے تو ان کے بغض کی ساری عمارت ہی زمین بوس ہو جاتی اور ساری جھوٹی باتیں فاش ہو جاتیں۔ مرزا جی! علی بن حسین رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں (مجھے کوئی خوف و خطرہ نہیں) لہٰذا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ ان کے اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ ان کو یزید بن معاویہ اور اس کی فوج سے کوئی خوف و خطرہ نہیں تھا اور نہ وہ ان کو قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ میں شامل سمجھتے تھے۔ اگر وہ ان کو قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ میں شامل سمجھتے ہوتے تو ضرور سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ کرتے، یا ان کو قصاص لینے کا حکم دیتے، یا کم از کم اپنی حفاظت ہی کا کہہ دیتے، اور عجیب بات تو یہ ہے کہ مرزا جی بریکٹ لگا کر یہ باور کروانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ بنو امیہ نے واقعتاً وہ تلوار ان سے چھین لینی تھی، خطرہ تھا، اس لیے سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ جناب علی بن حسین رحمہ اللہ کے پاس آئے تھے۔ مرزا صاحب! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ اگر انہوں نے وہ تلوار چھیننی ہوتی تو وہ ان سے اس وقت چھین لیتے جب وہ شام میں موجود تھے۔ اس وقت تو انہوں نے چھینی نہیں، تو کیا تلوار چھیننے کے لیے مدینے آنا تھا؟؟ مرزا جی! کچھ ہوش کے ناخن لیں! سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے تلوار چھیننے کی بات بنو امیہ کے متعلق نہیں کی، لہٰذا آپ اپنے حاشیے اور بریکٹیں اپنے پاس ہی رکھیں اور ان کو آیات اور احادیث کے درمیان لکھ کر اصل مسئلہ و مفہوم بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔ قارئین! سیّدنا علی بن حسین رحمہ اللہ کا یزید کے پاس سے صحیح و سالم مدینے واپس آنا اور آ کر پوری زندگی میں ایک بار بھی یزید کی مخالفت نہ کرنا، اور اس کو قاتل شمار نہ کرنا اس بات کی بہت بڑی اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ بھی یزید بن معاویہ کو اپنے والدِ محترم کے قاتلوں میں شریک نہیں سمجھتے تھے۔

حدیث نمبر 68: یہ روایت **سند کے اعتبار سے ضعیف** ہے، کیونکہ اس میں **''سلیمان بن مہران الاعمش'' راوی مدلس** ہیں اور صیغہ ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں اور سننے کی صراحت نہیں کی، لہٰذا یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔

مرزا جی! آپ نے تو 32 صفحات میں ہر صفحے کے اوپر پہلی سطر ہی یہ لکھی ہے کہ ''ضعیف الاسناد تاریخی روایات کے فتنوں سے بچنے والوں کے لیے''، اور آپ نے خود ضعیف الاسناد روایت پیش کر کے کہیں امت میں فتنہ تو نہیں ڈال دیا؟ لہٰذا اس کا جواب بابوں کی عبارات کے بجائے علمی کتابی صورت میں ممکن ہو تو آپ ضرور رہنمائی کیجیے گا، ہم آپ کے منتظر ہیں۔

حدیث نمبر 69: بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ، ہم اور تمام صحیح العقیدہ مسلمان اہلِ بیت سے سچی محبت کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سمیت) تمام اہلِ بیت سے محبت کو اپنے ایمان کا لازمی جز سمجھتے ہیں۔ البتہ کچھ عاقبت نااندیش ایسے بھی ہیں جو محبتِ اہلِ بیت کا نعرہ تو لگاتے ہیں، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی سیّدنا عقیل رضی اللہ عنہ پر بھی بہتان تراشی اور زبان درازی سے بھی نہیں چوکتے اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہلِ بیت سے خارج کر کے ان کی عظمت کو کم کرنے کی مذموم و مسموم کوشش میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔

حدیث نمبر 70: یقیناً سیدین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے، لیکن محبت میں غلو کرنا بھی درست نہیں اور ان کے ساتھ بغض رکھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا ہے۔ لیکن الحمد للہ، کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان (بشمول یزید بن معاویہ) کے دل میں ان کی نفرت اور بغض نہیں، اور جن ظالم کوفیوں نے ان کو شہید کیا اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھرے اور ان کو وہی سزا دے جس کے وہ حق دار ہیں۔

حدیث نمبر 71: اہلِ بیت سے بغض بہت بڑا جرم ہے، اس لیے مرزا جی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابھی تک مہلت دے رکھی ہے، لہٰذا آپ تمام اہلِ بیت کا اقرار کر لیں اور سیّدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمیت کسی کی بھی توہین نہ کریں۔

حدیث نمبر 72: جامع ترمذی کی حدیث: جی ہاں، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے اہلِ بیت کی بے حرمتی کی۔ لیکن یاد رہے! صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت نے بھی کبھی یزید بن معاویہ کو قاتلینِ اہلِ بیت میں شامل نہیں کیا۔